مائی گرل

ازقلم زنور

مکمل ناول

ناول بینک ویب پر شائع ہونے والے تمام ناولز کے جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جا سکتی ہے۔ اگر آپ اپنی تحریر ناول بینک پر شائع کروانا چاہتے ہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں سینڈ کردیں۔ آپ کی تحریر ناول بینک ویب پر شائع کردی جائے گی۔

E-mail : pdfnovelbank@gmail.com
WhatsApp : 92 306 1756508

ناول بینک انتظامیہ

گرمیوں کی دوپہر میں سورج سوا نیزے پر تھا گرم لو چل رہی تھی سڑکیں زیادہ تر سنسان تھی بس اکا دکا لوگ نظر آرہے تھے اس سڑک پر ایک لڑکی مکمل خود کو پردے میں چھپائے نقاب کیے نظریں زمین پر جھکائے چل رہی تھی

معمول کے مطابق ایک لڑکے نے بائک سے اس کا راستہ روکا تھا اس لڑکی نے اپنی ہیزل براؤن آنکھوں کو اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے لفنگے شاکر کو دیکھا تھا اس لڑکی کی آنکھوں میں ناگواریت صاف دکھائی دے رہی تھی مگر اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتا خوف شاکر کی آنکھوں سے چھپا نہیں تھا وہ اسے دیکھتا مکروہ سا ہنسا تھا جیسے جانتا تھا اس کا نقاب کے پیچھے ریکشن کیا ہوگا

وہ لڑکی سائیڈ سے ہوکر گزرنے والی تھی جب شاکر دوبارہ اس کے سامنے آیا تھا

مولوی صاحب کیسے ہیں بلبل؟؟ میں نے سنا اج کل بستر سے ہی نہیں اٹھ پارہے ہیں ؟؟ اس نے طنزیہ زہل سے اس کے باپ کے بارے میں پوچھا

زمل نے نفرت بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی اور اب کی بار سائیڈ سے دوبارہ گزرنے پر جب شاکر نے اس کا راستہ روکا تو اس نے اپنے بیگ کو تیزی سے شاکر کے کندھے پر مارا تھا اور تیزی سے دوسری سائیڈ سے نکل کر وہ اپنے گھر بھاگی تھی

میری بلو رانی کو پیار دینا۔۔۔ وہ غلاظت سے اس کی بہن کا سوچتا بولا تھا

اپنے پیچھے سے شاکر کی شیطانی ہنسی سن کر اس کا دل حلق میں آگیا تھا گھر پہنچ کر اس نے تیز تیز دروازہ بجایا تھا

بجو کیا ہو گیا ؟؟ کوئی آپ کی بس تو نہیں چھوٹنے والی۔۔۔ اس کی چھوٹی بہن نے ہنستے ہوئے اس سے کہا تھا جس کے چہرے پر ہنسی کا شبہ تک نہ تھا

بجو۔۔۔ زمل نے اپنے سامنے کھڑی اپنی اٹھارہ سالہ بہن زرش کو دیکھا تھا اور دروازہ تیزی سے بند کرتے اسے اپنے سینے سے لگایا تھا

ک۔۔۔کیا وہ پ۔۔۔۔پھر آیا تھا بجو ؟؟ زرش نے کپکپاتے لہجے میں پوچھا تھا

تم فکر مت کرو زرش میں تمھیں کچھ نہیں ہونے دوں گی۔۔۔ اس کی بے داغ پیشانی پر اپنا لمس چھوڑتی زمل اسے اپنے ساتھ لگائے اندر لے گئی تھی لیکن ان دونوں کو علم تھا کہ شاکر سے جان چھڑوانا اتنا آسان نہیں۔۔

ابا کیسے ہیں انھوں نے دوائی لی ؟؟ اپنا گاؤن اتار کر رکھتی زرش کے ہاتھوں سے پانی کا گلاس پکڑتی زمل نے پوچھا تھا

ہاں بجو وہ جماعت پڑھانے لے لیے مسجد گئے ہیں۔۔۔ زرش اس کا گاؤن پکڑتی کمرے کی طرف جاتی بولی تھی ان کا گھر چھوٹا تھا مگر صاف تھا جو تین کمروں پر مشتمل تھا ایک کمرے میں مولوی صاحب ان کے ابا رہتے تھے جبکہ اماں ان کی دو سال پہلے ہی بیماری سے وفات پا گئی تھیں دوسرے کمرے میں زرش اور زمل رہتی تھی جبکہ تیسرے کمرے کو ڈرائینگ روم کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا ایک سائیڈ پر کیچن جبکہ ایک طرف ایک واشروم بنا تھا

اچھا میرے لیے کھانا لگا دو اور تم ٹینشن مت لینا۔۔۔ زمل اسے بولتی واشروم میں منہ ہاتھ دھونے چلی گئی تھی

****

یہ کراچی کا ایک محلہ تھا جہاں مولوی صاحب اپنی بیٹیوں کے ساتھ پرسکون زندگی گزار رہے تھے مگر یہ سکون ایک مہینے پہلے تب برباد ہوا جب زرش کالج سے واپس آرہی تھی

وہ اپنی سہیلی آمنہ کے ساتھ باتیں کرتی واپس گھر جا رہی تھی جب سڑک کے بیچ و بیچ شاکر کو ایک بزرگ آدمی کو مارتے دیکھ کر زرش میں مدد کا جذبہ جاگا تھا اس کی دوست نے کافی منع کیا تھا مگر وہ ڈھیٹ بنی اپنی بازو آمنہ سے چھڑواتی اس طرف گئی تھی

زرش خدا کا واسطہ مت جاؤ۔۔۔ آمنہ نے اسے روکنے کی آخری کوشش کی تھی مگر وہ اسے نظر انداز کرکے لمبے لمبے ڈگ بھرتی ان کے پاس جا چکی تھی ارد گرد ایک دو لوگ کھڑے تھے وہ بھی شاکر کے ہی چیلے تھے

ارے چھوڑو انھیں جاہل انسان۔۔۔ وہ پھنکاری تھی باریک نسوانی آواز سن کر شاکر کے ہاتھ رکے تھے اس کی بے ساختہ نگاہ زرش کے چہرے پر پڑی تھی جو نقاب کیے اسے غصے سے بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی

شرم نہیں آتی تمھیں اپنے ابا کی عمر کے آدمی کو مارتے ہوئے۔۔۔ اس بزرگ آدمی کو زخمی دیکھ کر وہ غصے سے بولی تھی

ہائے بلو رانی تم پر اتنا غصہ سوٹ نہیں کرتا۔۔۔ وہ ایک بھرپور نگاہ اس کے وجود پر ڈالتا کمینگی سے ہنستا بولا تھا

اپنی بکواس بند کرو جاہل انسان ۔۔۔ اس کی نگاہو سے زرش کو بے ساختہ ڈر لگا تھا مگر ہمت جتاتی وہ پھر بولی تھی

ہاہاہا۔۔۔ بلو رانی کو گھر چھوڑ کر آ شیدے۔۔۔ اور پتا بھی کر کہاں رہتی ہے یہ۔۔۔ اس کی کالی گھری آنکھوں کو دیکھتے شاکر اپنے چیلے رشید سے بولا تھا وہ ایک ہی نظر میں جان گیا تھا کہ زرش کتنی حسین ہے

خبر دار جو اپنے ان آدمیوں کو میرے پیچھے بھیجا۔۔۔ وہ اس کی بات پر ڈر گئی تھی تبھی اسے بولتی تیزی سے وہاں سے نکل گئی تھی

مگر شاکر کے اشارے پر شیدا بھی اس کے پیچھے ہی گیا تھا آمنہ تو اسے اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئی تھی اب اسے رہ رہ کر خود پر غصہ آرہا تھا کہ کیوں وہ دوسروں کے پھڈے میں پڑی زمل ہمیشہ اسے کہتی تھی زرش اپنے کام سے کام رکھا کرو مگر نہیں اسے تو شوق تھا خدمتِ خلق کا جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ وہ شاکر کی نظروں میں آگئی تھی

زمل بی اے کر رہی تھی جبکہ زرش ایف اے میں تھی دونوں ایک ہی کالج میں جاتی تھیں مگر آج زمل اس کے ساتھ نہیں گئی تھی تبھی وہ کم عقل لڑکی پھنس گئی تھی

زرش کا رنگ صاف تھا جبکہ اس کے کالے کمر تک بال اور کالی ہی آنکھوں کے ساتھ باریک کٹاؤدار ہونٹ اور اس کا نازک سراپا اس کو بے حد پرکشش بناتے تھے جبکہ اس کے برعکس ہیزل براؤن آنکھوں والی زمل کی رنگت اس سے زیادہ صاف شفاف تھی اس کے ہلکے براؤن رنگ کے بال تھے جو کمر سے نیچے تک جاتے تھے زرش کے مقابلے میں زمل زیادہ بہادر تھی

زرش چونکہ اپنی ساری باتیں زمل کو بتاتی تھی اس وجہ سے پہلے اس نے شاکر والی بات زمل کو بتانے کا سوچا تھا مگر پتا نہیں کیا سوچ کر اس نے وہ بات زمل سے چھپا لی تھی

کیا ہوا ڈری ہوئی کیوں لگ رہی ہو ؟؟ کسی نے کچھ کہا ہے ؟؟وہ جب گھبرائی گھبرائی گھر داخل ہوئی تو زمل نے اس سے پوچھا تھا

ن---نہ بجو وہ بس اج گرمی زیادہ ہے نہ اس وجہ سے وہ صفائی سے جھوٹ بول گئی تھی مگر یہ جھوٹ زیادہ دیر چھپا نہ رہ سکا

ایک دن بعد ہی شاکر اپنے تین آدمیوں کے ساتھ زرش کا رشتہ لینے مولوی صاحب کے پاس پہنچ گیا تھا جنھوں نے اس کا گنڈے والا حولیہ دیکھتے ہی انکار کر دیا تھا مگر وہ انھیں دھمکا کر چلا گیا تھا

مولوی صاحب یہ انکار آپ کی بیٹی پر بہت بھاری پڑے گا۔۔۔ وہ غصے سے بوکتا چلا گیا تھا

مولوی علیم الدین نے گھر آکر پیار سے زرش سے پوچھا تھا تب انھیں اور زمل کو اس کی بے وقوفی کا پتا چلا تھا زرش کے لیے علیم الدین ڈر گیا تھا تبھی انھوں نے اس کو کالج کی بجائے گھر سے پڑھنے کا حکم دیا تھا جس پر پہلے تو وہ مان ہی نہیں رہی تھی مگر معاملے کی نزاکت کا احساس اسے تب ہوا جب اگلے دن وہ زبردستی زمل کے ساتھ کالج کے لیے نکل گئی

کالج جاتے ہوئے تو اسے کوئی رکاوٹ نہ ہوئی مگر اصل مصیبت کا سامنا اسے تب کرنا پڑا جب وہ زمل کے ساتھ واپس آرہی تھی

میری بلو رانی آج اتنے دنوں بعد دیدار کروایا ہے یہ آنکھیں ترس گئی تھی اپنی بلو رانی کو دیکھنے کے لیے۔۔۔ شاکر بائک سے ان کا راستہ روکتا اترا تھا زمل نے بے ساختہ زرش کو اپنے پیچھے چھپایا تھا

ہاہاہا۔۔۔ میں شاید تمھیں پسند کر لیتا بلبل مگر اب میرا دل اپنی بلو رانی پر آگیا ہے۔۔۔ وہ خباثت سے زمل کو سر تا پا گھورتا بولا تھا زمل نے غصے سے اسے دیکھا تھا

تم جیسے گندے کیڑے مکوڑوں کی ایسی گندی سوچ سے میں اچھے سے واقف ہوں اور پولیس تم جیسے لوگوں کا جو حال کرتی ہے نہ پھر وہ فورا ہمیں باجی باجی بلاتے ہیں۔۔ وہ اسے باتوں ہی باتوں میں پولیس کی دھمکی دیتی زرش کو سائیڈ سے لے کر گزر گئی تھی

میری پیاری بلبل جس پولیس کی تو بات کر رہی نہ وہ ہمارے تلوے چاٹتی ہے اور بہت جلد اپنی بلو رانی کو میں لے جاؤں گا۔۔۔وہ اونچی آواز میں بولا تھا جبکہ زمل اور زرش کے قدموں میں تیزی آگئی تھی

بجو اب کیا ہوگا ؟؟ وہ شخص میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔۔۔ وہ روتی ہوئی زمل سے بولی تھی مگر زمل نے اسے تسلی دیتے اسے اب گھر سے نکلنے سے منع کر دیا تھا

مولوی علیم الدین اپنی بیٹیوں کی ٹینشن میں بیمار پڑ گئے تھے جس کی وجہ سے وہ اب کم ہی اٹھ پاتے تھے ان کے گھر بچے ٹیوشن پڑھنے آتے تھے جن سے ان کا گزارا ہو رہا تھا لیکن سب محلے والوں کو شاکر کا پتا چل گیا تھا جس کی وجہ سے اب ان کے گھر بچے بھی بہت کم پڑھنے اتے تھے

****

دن بدن گرتی مولوی صاحب کی طبیعت سے زمل اور زرش کافی پریشان تھیں دوائیوں سے بھی کوئی افاقہ نہ ہو رہا تھا

زمل میرے بیٹی۔۔۔ مجھے لگتا ہے اب میری زندگی کا بھروسہ نہیں پتا نہیں یہ زیادہ مہلت دے یا نہ دے مگر میں تم لوگوں کو محفوظ ہاتھوں میں سونپنا چاہتا ہوں زرش کی مجھے بہت فکر ہے

میں جانتا ہوں تم اس سے بڑی ہو لیکن میں نے زرش کے رشتے کی بات اپنے ایک شاگرد سے کی ہے وہ اس سے شادی کر کے یہاں سے لے جائے گا اور تم بھی لاہور اپنی پھوپھو ماجدہ کے پاس چلی جانا۔۔۔

ابا کیسی بات کر رہے ہیں زرش ابھی بہت چھوٹی ہے۔۔۔ ہم ایسا کرتے ہیں یہ گھر بیچ کر لاہور چلے جاتے ہیں۔۔۔ اس نے جھٹ سے مشورہ دیا تھا

زرش تمھاری نظروں میں چھوٹی ہوگی زمل مگر وہ بچی نہیں ہے اسے میری خاطر سمجھاؤ اور اس شادی کے لیے راضی کرو اس جمعہ کو مجید اپنی امی ابو کے ساتھ ہمارے گھر آرہا ہے نکاح اور رخصتی سادگی سے ہی ہوگی۔۔۔ مولوی علیم الدین اس کے سر پر ہاتھ رکھے بولے تھے زمل نے ان کی بات سمجھتے سر ہلایا تھا وہ جانتی تھی شاکر اس کی بہن کو کبھی سکون سے جینے نہیں دے گا

زرش میری بات سنو۔۔۔ وہ کمرے میں داخل ہوتی زرش سے بولی تھی جو دھلے ہوئے کپڑوں کو طے لگا کر الماری میں رکھ رہی تھی

جی بجو ؟؟ اس نے زمل کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا

اگر اماں زندہ ہوتی تو میری جگہ وہ تم سے بات کرتی مگر اب یہ زمداری ابا نے مجھے دی ہے---
اس کا ہاتھ پکڑتے اپنے پاس بیٹھاتے زمل نرم لہجے میں بولنا شروع ہوئی تھی

کیا بات ہے بجو ؟؟ ایسا کیوں بول رہی ہیں ؟؟ اس کا دل کسی بری خبر کا بتا رہا تھا

ابا نے تمھارا رشتہ اپنے شاگرد سے کر دیا ہے اور جمعہ کو تمھارا نکاح اور رخصتی ہے--- وہ ایک ہی سانس میں بول گئی تھی

بجو میں کوئی شادی وادی نہیں کروں گی ابا ایسا کیوں کر رہے ہیں ؟؟ وہ رو دینے کو تھی

زرش کسی نہ کسی دن تو تمھاری شادی ہونی ہی تھی نہ اور اب ہو یا دو سال بعد ایک ہی بات ہے ابا اپنی زندگی میں ہی تمھیں رخصت کرنا چاہ رہ ہیں انھیں ڈر ہے کہ ان کی زندگی مزید انھیں مہلت نہیں دے گی۔۔۔ آخری بات پر زمل کا لہجہ رندھ گیا تھا

بجو آپ کی شادی کا حق مجھ سے پہلے ہے۔۔۔۔ اس نے نم آنکھوں سے زمل کو دیکھا تھا

شاکر تمھیں جینے نہیں دے گا زرش اسی وجہ سے بھی ابا تمھاری جلد شادی کر رہے ہیں اور تم میری فکر مت کرو جب قسمت میں ہوا میری شادی ہو جائے گی۔۔۔ وہ اس کے سر پر لب رکھتی دھیمی آواز میں بولی تھی زرش نے اس کے گرد اپنا حصار ڈالا تھا جبکہ کچھ آنسو اس کی آنکھ سے نکلتے زمل کا دوپٹہ بھگو گئے تھے۔۔۔

****

شاکر سے چھپ کر محلے والوں کی مدد سے مولوی علیم الدین نے نکاح کا سارا انتظام کیا تھا زرش کے لیے ایک سادہ سا سرخ جوڑا اس کے سسرال والوں کی طرف سے آیا تھا

سب لوگ تیاریاں کیے بیٹھے تھے زرش کو زمل نے ہی ہلکا ہلکا سا تیار کر دیا تھا جبکہ زمل خود بھی ہلکا پھلکا جوڑا پہنے تیار تھی نکاح کے لیے بس چند لوگ ہی شامل تھے وہ بھی لڑکے والوں کی طرف سے ہی تھے

نکاح کے لیے لڑکے والے اگئے تھے ان کے آتے ہی ان کا نکاح شروع کیا گیا تھا تھوڑی ہی دیر میں ان کا نکاح ہو چکا تھا مولوی علیم الدین زرش کے سر پر ہاتھ رکھتے اسے کئی دعائیں دے کر چلے گئے تھے

مبارک ہو زرش۔۔۔ اس کا سر چومتے اپنے ساتھ لگاتے زمل خوشی سے بولی تھی وہ مجید کو ایک نظر دیکھ کر آئی تھی وہ سانولی سی رنگت کا خوش شکل نوجوان تھا جو سرکاری نوکری کر رہا تھا

بجو مجھے آپ کی بہت یاد آئے گی ۔۔ وہ نم لہجے میں بولی تھی زمل نے زور سے اسے خود میں بھینچا تھا زرش کو کمرے میں اس کی ساس ملنے آئی تو زرش ان کو اکیلا چھوڑ کر باہر لوازمات دیکھنا چلی گئی تھی

کھانا کھانے کے بعد روتی ہوئی زرش کی رخصتی پر مولوی صاحب اور زمل کی آنکھیں بھی بھیگ چکی تھیں مگر اپنی بیٹی کو محفوظ ہاتھوں میں دے کر مولوی علیم الدین پرسکون ہو گئے تھے

زمل اپنا سامان پیک کر لو صبح صبح ہی ہم لاہور کے لیے نکل جائیں گے زرش کو رخصت کرتے زمل سے مولوی صاحب بولے تھے

ابا اتنی جلدی ابھی تو ہم نے زرش کو بھی نہیں بتایا کہ ہم لاہور جا رہے ہیں--- اس نے اعتراض کیا تھا

میں نے مجید کو بتا دیا ہے زمل وہ زرش کو اب کبھی یہاں نہیں لے کر آئے گا تم بھی تیاری پکڑو ماجدہ کے بیٹے رمیز سے تمھارا بھی میں نے جاتے ہی نکاح کر دینا ہے--- مولوی علیم الدین فیصلہ کن لہجے میں بولے تھے زمل چاہ کر بھی کچھ بول نہ پائی تھی

اور میں نے یہ گھر بیچ دیا ہے زمل-- آخری بات انھوں نے دھیمی آواز میں بولی تھی

ابا۔۔۔ اس نے شکوہ کن نگاہوں سے دیکھا تھا

ہمارے لیے یہ ہی بہتر ہے زنل۔۔۔ اب جاؤ شاباش اپنا سامان پیک کرو۔۔۔ مولوی صاحب اپنے دل پر ہاتھ رکھے اس جگہ کو سہلاتے بولے تھے

ابا آپ نے دوائی لی ؟؟ ان کو سینا سہلاتے دیکھ کر اس نے پوچھا تھا مگر ان کے نفی میں سر ہلانے پر زنل تیزی سے ان کی دوائی لینے گئی تھی انھیں دوائی دیتی آرام کرنے کا بول کر زنل بھی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی

****

زرش مجید کی اماں کے ساتھ پچھلی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی جب اچانک گاڑی رکنے پر اسے لگا تھا کہ وہ لوگ گھر پہنچ گئے ہیں مگر خاموش سڑک پر اچانک گاڑی کی چرچراہٹ نے انہونی کا پتا دیا تھا

ایک گاڑی میں سے پانچ آدمی اسلحے کے ساتھ باہر نکلے تھے اور ان کے پیچھے ہی شاکر بھی مسکراتا ہوا باہر نکلا تھا

ان میں دو آدمیوں نے گن تان کر ڈرائیور سمیت سب کو باہر نکلنے کا کہا تھا زرش پریشان سی باہر نکلی تھی مگر شاکر پر نظر پڑتے ہی اس کا سانس سوکھ گیا تھا ہر طرح کے وسوسے اس کے ذہن میں آنا شروع ہوئے تھے

سب اپنی نظریں جھکاؤ خبردار جو کسی نے میری بلو رانی کی طرف دیکھا۔۔۔ اس کے دلہن بنے سراپے کو گہری نظروں سے دیکھتا شاکر اپنے آدمیوں کی نگاہیں زرش پر پاکر دھاڑا تھا

اور تو حرام زادے ہمت کیسے ہوئی تیری شاکر کی بلو رانی پر نظر رکھنے کی۔۔۔ شاکر ایک طرف ڈرے ہوئے کھڑے مجید کے پاس آیا تھا اور اس کے سر پر گن تان کر کھڑا ہو گیا تھا

م۔۔مجھے معاف کر دو مجھے نہیں پتا تھا۔۔۔ مجید ممنایا

ہاں ہاں ہمارے بیٹے کو معاف کر دو ہمیں نہیں پتا تھا کہ یہ لڑکی تمھارے ساتھ وابسطہ ہے-- اپنی ساس کی بات سن کر زرش نے نفرت سے ان بھگوڑوں کی فیملی پر نظر ڈالی تھی چادر میں چھپا اس کا وجود چاند کی روشنی اور گلی میں موجود لائٹ کی وجہ سے دمک رہا تھا مگر اس کا چہرہ ابھی بھی چادر میں چھپا ہوا تھا

تیرے پاس دو راستے ہیں پہلا میں تجھے مار دو اور اپنی بلو رانی کو لے جاؤ دوسرا تو اسے طلاق دے دے اور میں تیری اور تیرے ماں باپ کی زندگی بخش دوں--- شاکر نے زرش کے سراپے پر نظریں گاڑے کہا تھا جبکہ دوسری طرف زرش کو لگ رہا تھا وہ سانس نہیں لے پائے گی وہ اس دو نمبر گنڈے کی اپنے وجود میں پیوست ہوتی نظروں سے کہیں دور جانا چاہتی تھی

میں مجید ریاض اپنے پورے ہوش و حواس میں زرش کو طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں--- مجید فورا ہی بول گیا تھا اسے اس وقت اپنی ایک گھنٹے کی بیوی سے زیادہ اپنی فیملی کی اور اپنی زندگی کی پرواہ تھی

اللہ تمھیں برباد کرے بھگوڑے انسان۔۔ تم جیسے ڈرپوک شوہر سے بہتر ہے میرا کوئی شوہر ہی نہ ہو۔۔۔ وہ ایک دم۔پھٹ پڑی تھی ایک آنسو ٹوٹ کر اس کے رخسار پر بہہ گیا تھا

اوئے چلو نکلو اب ۔۔۔ آگے بڑھتے شاکر نے مجید کی فیملی کو جانے کا کہا تھا جو فورا نکل گئے تھے

آجاؤ بلو رانی اب ہم بھی چلیں ورنہ ایسا نہ ہو تم تھک جاؤ کیونکہ کل میرا اور میری بلو رانی کا نکاح ہے۔۔۔ شاکر ہنستا ہوا اس کے قریب آیا تھا اور اس کا بازو تھامنے ہی والا تھا جب زرش اسے زور سے دھکا دے کر بھاگی تھی

ہاہاہا۔۔۔ بلو رانی کہاں تک بھاگو گی۔۔۔ وہ اس کی بے بسی پر ہنسا تھا اور پھر اپنے آدمیوں کو اشارہ کرتا وہ ایک ہی جست میں زرش تک پہنچ گیا تھا اس کا بازو زور سے دبوچ کر اس نے زرش کو گھسیٹنا شروع کیا تھا چادر اس کے سر سے ڈھلک کر کندھوں پر آگئی تھی

اسے گاڑی میں پھنکتے وہ خود بھی اس کے ساتھ بیٹھا تھا مگر اس کے خوبصورت چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ ساکت ہو گیا تھا

بلو رانی تم اب کبھی بھی مجھ سے بھاگ نہ سکتی۔۔۔ اس کے گال کو چھوتے اپنی نظریں اس کے چہرے پر گاڑھے شاکر نے کہا تھا

زرش اس کا لمس محسوس کر کے تڑپ کر کار کے دروازے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی تھی آنسو لڑیوں کی صورت اس کے گال کو بھگونے لگے تھے

بلو رانی ابھی اپنے آنسو سنبھال کر رکھو ابھی ساری زندگی پڑی ہیں انھیں بہانے کے لیے۔۔۔ وہ طنزیہ مسکراتے بولا تھا زرش نے اپنے لب دانتوں تلے دبا کر خود کو رونے سے بمشکل روکا تھا

****

مولوی علیم الدین اپنے کمرے میں آرام کر رہے تھے جب دروازہ زور سے بجنے سے ان کی کچی نیند سے آنکھ کھلی تھی وہ ایک نظر دس بجاتی گھڑی پر ڈالتے اٹھے تھے اور باہر گئے تھے جہاں پہلے ہی زمل اپنے کمرے سے نکل کر باہر کھڑی تھی

زمل کو کمرے میں جانے کا اشارہ کرتے انھوں نے دروازہ کھولا تھا جب ان کے محلے کے ایک آدمی نے انھیں سلام کیا تھا

اسلام علیکم مولوی صاحب مجھے ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے بیٹے کا فون آیا تھا اس نے بتایا ہے کہ مجید نے اسے آپ کو پیغام دینے کا کہا ہے کہ کوئی بندہ اس سے گن تان کر زرش کو طلاق دلوا کر اپنے ساتھ لے گیا ہے----

ک---کیا---ان کے ذہن میں بے ساختہ زرش کا خیال آیا تھا اپنی بیٹی کا سوچتے ایک دم سے ان کے سینے میں درد اٹھا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے اپنے سینے پر ہاتھ رکھے وہ نیچے گر گئے تھے

مولوی صاحب--- باہر سے آوازیں سن کر زمل کمرے سے چادر لے کر باہر نکلی تھی اپنے ابا کو زمین پر گرے دیکھ کر وہ تیزی سے ان کے پاس آئی تھی

ابا۔۔۔ ابا۔۔۔ کیا ہوا ہے آپ کو ابا ؟؟ وہ چیخ رہی تھی بیٹا میں رکشہ لے کر آتا ہوں انھیں ہوسپٹل لے کر جانا ہوگا۔۔۔ ان کا محلے دار بولتا تیزی سے باہر نکلا تھا

ا۔۔۔اپنا خ۔۔خیال رکھنا۔۔۔ا۔۔۔اور ز۔۔زرش کو ب۔۔بچا لینا۔۔۔ تم د۔۔دونوں آ۔۔آج سے اللہ کی امان میں۔۔ اٹکتے ہوئے بولتے اپنے ابا کو دیکھتے وہ زارو قطار رونے لگی تھی

اور پھر اس کے سامنے ہی مولوی صاحب نے پہلا کلمہ پڑھا تھا اور ان کی روح پرواز کر گئی تھی

ابا۔۔۔۔ ابا۔۔۔ وہ چیختے ہوئے ان کے سینے پر سر رکھے رو پڑی تھی ایک واحد سہارا بھی آج اس سے چھن چکا تھا

صبح تک سارے محلے میں مولوی صاحب کے مرنے کی خبر پہنچ گئی تھی سارا انتظام محلے والوں نے ہی کیا تھا جبکہ وہ تو اب ساکت سی ایک کونے میں بیٹھی بس ان کی میت کو ہی گھور رہی تھی

یہ وقت اس کے لیے کتنا مشکل تھا کوئی اس سے پوچھے اپنے ابا کے مرنے کا غم اپنی بہن کے لاپتہ ہونے کا غم -----

جنازے کے وقت اپنے ابا کو آخری بار دیکھتی وہ دھاڑیں مار مار کر رو پڑی تھی ابا کی بہن ماجدہ کی زیادہ طبیعت خرابی کے باعث وہ نہ اسکی تھیں جبکہ انھیں شاکر کے متعلق پتا چل گیا تھا اس لیے انھوں نے اپنے بیٹے رمیز کو بھی یہاں نہیں بھیجا تھا

بیٹا حوصلہ رکھو۔۔۔ عورتیں اسے حوصلہ دیتی جا چکی تھیں محلہ داروں کو اس پر بے حد ترس آ رہا تھا وہ پولیس کے پاس اپنی بہن کی گمشدگی کی رپورٹ درج کروانے جانا چاہتی تھی مگر اسے پتا چلا تھا وہ لوگ چوبیس گھنٹوں سے پہلے رپورٹ درج نہیں کرتے۔۔۔۔ سب کے جانے کے بعد وہ صحن میں ہی بیٹھی رو رہی تھی

اسے اگر علم ہوتا کہ شاکر کی وجہ اسے ان کا ہنستا بستا گھرانہ یوں تباہ ہوجائے گا تو وہ اسے مار دیتی-----

E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp 03061756508

****

اپنے گھر پہنچ کر وہ زرش کا بازو کھینچتا ہوا اسے لے کر باہر نکلا تھا زرش نے اپنے لب دبا کر سسکی روکی تھی جو کانچ کی چوڑیاں اس کی کلائی میں تھیں وہ ٹوٹ کر اس کی کلائی میں کھب رہی تھیں

زرش کی چادر اب تقریباً اس کندھوں سے ڈھلک کر زمین کی صفائی کر رہی تھی

بھائی دیکھیں اپنی ہونے والی بیوی کو لے کر آیا ہو۔۔۔ وہ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اونچی آواز میں بولا تھا اس بات سے بے خبر کہ وہاں پہلے ہی گہری خاموشی کا راج تھا

تین لوگ صوفے پر کروفر سے بیٹھے تھے جبکہ شاکر کا بھائی ان کے سامنے گردن جھکائے کھڑا تھا

صوفے پر بیٹھی شخصیت کو دیکھ کر شاکر کا بھی منہ اچانک بند ہوا تھا زرش نے اس کے رک جانے پر اپنے دوسرے ہاتھ سے چادر اٹھا کر اپنے کندھے پر اوڑھی تھی اس نے آنسوؤں سے

دھندھلاتی نگاہوں سے سامنے دیکھا تھا جہاں سب کی نظریں خود پر محسوس کر کے وہ سمٹ سی گئی تھی

وہ جو کبھی گھر سے بنا پردے کے نہ نکلی تھی اب خود کو ان لوگوں کے سامنے بے پردہ پاکر گھٹی گھٹی آواز میں سسکیاں لے رہی تھی

وحشت زدہ خاموشی میں صرف اس کی سسکیاں ہی سنائی دے رہی تھیں

سر آپ کی پیمنٹ دو دن تک میں دے دوں گا۔۔۔ شاکر کا بھائی اسلم منمنایا تھا

تمھیں پہلے ہی ایک ہفتے کی مہلت دی تھی اسلم۔۔۔ نظریں زرش پر گاڑھے یزدان بھاری سنجیدہ آواز میں بولا تھا

اب مزید تمھیں وقت دینا ہمارے اصولوں کے خلاف ہے۔۔۔ اس کی آواز سن کر اسلم اور شاکر دونوں کا ہی سانس اٹکا تھا

سر--- شاکر نے کچھ بولنا چاہا تھا جب اپنا ہاتھ اٹھا کر یزدان نے اسے کچھ بھی بولنے سے منع کیا تھا

جب دو بڑے بات کر رہے ہیں تو چھوٹوں کو بیچ میں نہیں بولنا چاہیے--- یزدان نے جیسے اس کا مزاق اڑایا تھا شاکر نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچیں تھیں

سر آپ پلیز ہمیں ایک ہفتہ مزید دے دیں--- اسلم نے التجائیہ کہا تھا اس نے ایک کروڑ روپے یزدان کو دینے تھے

ہمارے کام میں بات کی بہت اہمیت ہوتی ہے اسلم--- اگر تم اپنی بات سے پھر گئے مطلب تم اصولوں والے بندے نہیں ہو--- گہری آواز میں اسلم کو دیکھتے اس نے اسے یاد کروایا تھا

اور اصول توڑنے کی سزا تم جانتے ہو۔۔ خان تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔۔۔اپنی جیب سے سگریٹ نکال کر سلگاتے اس نے اسے اس کی موت کے پروانے کی خبر سنائی تھی

سر پلیز خان کو مت بتائیے گا۔۔۔ وہ گڑگڑانے پر آچکا تھا کیونکہ خان بخشتا نہیں تھا اور معافی سے اسے سخت نفرت تھی

میں خان کو نہیں بتاؤں گا اور تمھیں ایک ہفتے کا مزید وقت دے دوں گا مگر میری ایک شرط ہے۔۔۔ یزدان خان کی بات نے وہاں بیٹھے ہر شخص کو سانس روکنے پر مجبور کر دیا تھا

آپ جو کہیں گے ہمیں منظور ہے سر۔۔۔ اسلم تیزی سے بولا تھا

مجھے یہ لڑکی چاہیے۔۔۔ وہ زرش کی طرف اشارہ کرتا اٹل لہجے میں بولا تھا اس کی بات پر زرش کی سسکیاں مزید بلند ہوگئیں تھیں جبکہ شاکر کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا تھا

بالکل نہیں بھائی میں اپنے ہونے والی بیوی کسی کو نہیں دوں گا۔۔۔ شاکر اسلم کی طرف دیکھتا چیخا تھا

تم نے اپنے بھائی کو تمیز بھی نہیں سکھائی اسلم۔۔۔۔ اس کے لہجے میں وارننگ تھی اسلم نے سخت گھوری سے شاکر کو نوازا تھا

شاکر اپنا منہ بند رکھو۔۔۔ اور سر جو مانگ رہے ہیں دے دو۔۔۔ اسلم نے شاکر سے کہا تھا

مانگ ؟؟ اسلم لفظوں کا چناؤ صحیح سے کرو یہاں گڑگڑا تم رہے تھے یہ تو میرا بڑھپن ہے کہ میں تمھاری زندگی کو بخش رہا ہوں۔۔۔۔ اس کے غصے سے بھری آواز سن کر اسلم کے ماتھے پر پریشانی سے پسینہ چمکا تھا

مجھ سے غلطی ہوگئی سر آپ اس لڑکی کو لے جائیں شاکر ہٹ جاؤ راستے سے ایسی بہت سی لڑکیاں تمھیں مل جائیں گی۔۔۔ اسلم کی بات پر شاکر ایک پل کو سوچ میں پڑ گیا تھا

اسلم بالکل صحیح کہہ رہا تھا وہ جانتا تھا مزمت کی صورت میں یزدان خان اس کو مارنے سے گریز بھی نہیں کرے گا وہ آرام سے اس کا ہاتھ چھوڑ کر سائیڈ پر ہو گیا تھا

اپنا ہاتھ آزاد پاکر زرش نے اپنے سن ہوتے دماغ کے ساتھ خود کو چادر میں ڈھانپ لیا تھا اس کا نازک وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا

ایک ہفتہ ہے تمہارے پاس اسلم اس کے بعد تم اور تمھارا بھائی اس دنیا میں ایک منٹ بھی سانس نہیں لے پاؤ گے۔۔۔ اسے دھمکاتے اپنی سگریٹ زمین پر پھنیکتا اٹھا تھا

سرخ و سفید رنگت کالے بال اور گرے آنکھوں والا اونچا لمبا یزدان خان کالے سوٹ پر سفید چادر لیے اپنی پوری وجاہت سے کھڑا ہوا تھا اور ان دونوں پر نگاہِ غلط ڈالے بغیر اپنے آدمیوں کے ساتھ باہر کی جانب بڑھا تھا

زرش کے پاس رکتے ہی اس نے زرش کو بازو سے تھاما تھا مگر اس کے تھامتے ہی وہ خوف سے نے ہوش ہو گئی تھی اپنا سر نفی میں ہلاتے یزدان خان نے زرش کو اپنے بازؤں میں اٹھایا تھا اور وہاں سے چلا گیا تھا

بھائی آپ نے اچھا نہیں کیا وہ میری محبت تھی۔۔۔ یزدان کے جانے کے بعد شاکر اسلم سے بولا تھا

تم پاگل ہو ایک لڑکی کی وجہ سے وہ تمھیں مار بھی سکتا تھا اور ہم کچھ نہیں کر پاتے ایسی ہزاروں لڑکیاں تمھارے پیروں میں لا کر گرادوں گا اب جاؤ جاکر آرام کرو۔۔۔ اسے ڈپٹ کر اسلم نے آرام کرنے بھیج دیا تھا اور خود بھی اپنے کمرے میں چلا گیا تھا

****

زمل خود کو چادر سے ڈھانپ کر نقاب کیے پولیس اسٹیشن میں داخل ہوئی تھی وہاں کا ماحول دیکھ کر اس نے اپنے خشک ہونٹ تر کیے تھے

مجھے ایک شکایت درج کروانی ہے ---وہ سیدھی وہاں بیٹھے پولیس آفسر کے پاس گئی تھی

افضل ان کی شکایت درج کرلو---- پولیس والا اسے دوسری طرف جانے کا اشارہ کرتا آرام سے آنکھیں موند کر کرسی سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا تھا

میری بہن کو شاکر نامی گنڈے نے اغوا کر لیا ہے اور---

رکو رکو بی بی یہاں تمھاری کوئی درخواست درج نہیں ہوگی جاؤ یہاں سے--- افضل شاکر کا نام سن کر گھبرا گیا تھا وہ یہاں کا لوکل گنڈا تھا اور اس کا تعلق خان سے تھا اور خان کے بندوں کے خلاف کوئی نہیں جا سکتا تھا جبکہ حقیقت میں شاکر کا دور دور تک خان سے کوئی تعلق نہیں تھا

کیا کہنا چاہتے ہیں آپ یہاں میری بہن چوبیس گھنٹوں سے غائب ہے اور تم لوگ میری رپورٹ درج نہیں کر رہے--- وہ چیخی تھی اس کے چیخنے پر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے پولیس آفسر علی افضل کے پاس آیا تھا

کیا ہوا ہے افضل ؟؟

سر یہ شاکر کے خلاف رپورٹ درج کروانا چاہتی ہے--- افضل دھیمی آواز میں ممنایا تھا

او بی بی جائیں یہاں سے آپ کی بہن یقینا خود اس کے ساتھ گئی ہوگی--- نکالو انھیں باہر اب اسے کوئی اندر داخل نہ ہونے دے---- علی کی آواز سن کر لیڈی پولیس نے چیخی چلاتی زمل کو بازو سے پکڑ کر پولیس اسٹیشن سے باہر نکال دیا تھا

تم لوگ پولیس کے نام پر دھبا ہو---وہ چیخی تھی بے بسی سے اسے رونا آرہا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونا شروع ہو گئے تھے

باجی مہربانی کرکے جائیں یہاں پر کوئی آپ کی مدد نہیں کرے گا--- ایک حوالدار اس کے پاس آیا تھا زمل نے نفرت سے اسے دیکھا تھا

تمھاری مدد صرف ایک ہی شخص کر سکتا ہے۔۔۔ حوالدار دھیمی آواز میں بولا تھا زمل کو امید کی کرن دکھائی دی تھی

خان۔۔۔ تمھاری مدد صرف خان ہی کر سکتا ہے لیکن اس سے ملنا اتنا آسان نہیں ہے بلکہ بہت مشکل ہے اس سے صرف ایک ذریعے سے ملا جا سکتا ہے۔۔۔ زمل نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تھا جبکہ حوالدار اسے سارا طریقہ بتانے لگا تھا

شکریہ آپ کا۔۔۔ زمل اس کا شکریہ ادا کرتی واپس گھر کو لوٹی تھی زرش کو بچانے کی اسے ایک کرن دکھائی دی تھی اگر خان نے اس کی مدد کر دی تو وہ یقینا زرش کو بچا لے گی۔۔۔۔

****

اس نے مندی مندی اپنی آنکھیں کھولی تھیں اور اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اس کے سر میں درد سے ہلکی ہلکی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں

اپنا سر پکڑتے اسے کل ہوئے سارے واقعات یاد آگئے تھے آنکھوں میں خوف لیے اس نے اپنے ارد گرد دیکھا تھا وہ اس وقت ایک نارمل سائز کے کمرے میں موجود تھی کمرے کی دیواروں کا رنگ سفید تھا جبکہ کمرے میں ایک بیڈ جس پر وہ خود بیٹھی ہوئی تھی اس کے علاوہ کچھ موجود نہ تھا وہ تیزی سے اُٹھتی کمرے کے دروازے کی طرف بھاگی تھی تاکہ یہاں سے جا سکے مگر بد قسمتی سے کمرے کا دروازہ لاک تھا وہ تھوڑی دیر تک دروازہ بجاتی رہی تھی مگر کسی کگ دروازہ نہ کھولنے پر وہ آخر ہار مانتی اُٹھی تھی اور روم میں بنے واشروم میں چلی گئی تھی

اپنا عکس شیشے میں دیکھ کر وہ خود ہی ایک پل کو ڈر گئی تھی اس کی آنکھوں سے کاجل بہہ کر اس کے چہرے پر پھیلا ہوا تھا جبکہ لپ اسٹک بھی اس کے ہونٹوں کے گرد پھیلی ہوئی تھی بال بھی اس کے سارے خراب ہوئے پڑے تھے گلے میں پہنا چھوٹا سا سیٹ بھی ٹیڑھا ہوا پڑا تھا

خود کو دیکھتے اس نے گندا سا منہ بنایا تھا اور اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے اس نے اپنا منہ دھویا تھا اور جیولری اتارتے ایک طرف پھینک دی تھی اور بالوں کو ہاتھوں سے سمیٹ کر اس

نے وضو کیا تھا وہ جانتی تھی کہ نماز کا وقت گزر گیا ہے مگر نماز کی اسے اتنی پختہ عادت تھی کہ اسے بے چینی ہونے لگی تھی

وہ وضو کرتی اپنی چادر سے حجاب کرتی بیڈ کی چادر فولڈ کیے زمین پر بچھاتی قضا نماز ادا کرنے لگی تھی نماز مکمل کرتے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے وہ سسک اٹھی تھی اس کے دل سے بے ساختہ اپنے ابا اور بجو کی حفاظت کے لیے دعا نکلی تھی

وہ کچھ دیر خاموش ہی دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے بیٹھی رہی تھی اور پھر اٹھ کر واپس بیڈ گئی تھی دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ ایک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی آیت الکرسی پڑھتے اس کے دل سے اپنی حفاظت کے لیے ہی دعا نکل رہی تھیں

ایک لڑکی کھانے کی ٹرے پکڑے روم میں داخل ہوئی تھی وہ لڑکی دیکھنے میں ہی پٹھان لگ رہی تھی وہ خاموشی سے کھانا رکھ کر واپس جا رہی تھی جب زرش نے اسے روکا تھا

بات سنو-- میں کہاں ہوں ؟؟ اور یہ لوگ کون ہیں ؟؟ زرش کے پوچھنے پر ملازمہ ڈرتے ڈرتے بس چند لفظ بولی تھی

آپ خان ولا میں ہیں-- وہ بولتے ہی باہر نکل گئی تھی زرش نے اسے دوبارہ بلایا تھا مگر وہ اسے اگنور کرکے چلی گئی تھی یا اللہ میری حفاظت کرنا--- اس لڑکی کے دروازہ دوبارہ بند کرنے پر وہ بے ساختہ اوپر کی طرف دیکھتے بولی تھی

کھانے کو دیکھتے ہی اس کی بھوک چمک اٹھی تھی وہ کھانے کی ٹرے اپنے سامنے رکھتی اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کر چکی تھی----

****

اسلام علیکم مجھے دی سنیک سروس چاہیے --زمل فون کرتے ہمت جمع کرتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولی تھی

کوڈ پلیز---دوسری جانب موجود آپریٹر کی آواز اسے سنائی دی تھی

کوبرا *1*2*3 @---

اس نے مطلوبہ کوڈ بتایا تھا ساتھ ہی لائن چینج ہوگئی تھی اب کی بار ایک لڑکی کر پروفیشنل آواز اسے سنائی دی تھی

جی میم ہم آپ کی کس طرح مدد کرسکتے ہیں؟؟ کائنڈلی اپنی سروسز کا بتائیں

م---مجھے کسی کا مڈر کروانا ہے--- وہ زبان لبوں پر پھیرتی بولی تھی اس کا ارادہ شاکر کو مروا کر اپنی بہن آزاد کروانے کا تھا

جی اس کے لیے آپ کو کامن سروسز مل جائیں گی کائنڈلی اپنی ڈٹیلز دیں--- آپریٹر مضبوط لہجے میں بولی تھی زمل نے اپنا حلق تر کرتے اسے اپنی ساری ڈٹیلز دی تھیں

اوکے میم دو ہفتوں کے اندر اندر آپ کا کام ہوجائے گا۔۔۔ ابھی آپریٹر بول ہی رہی تھی جب زمل اس کی بات کاٹ کر بولی تھی

مجھے وی آئی پی سروس چاہیے۔۔۔وی آئی پی سروس چوبیس گھنٹوں میں کام کرتی تھی اور وہ دو ہفتوں کے لیے انتظار نہیں کرسکتی تھی

سوری میم مگر آپ کو کامن سروس ہی دی جائے گی۔۔ دوسری طرف موجود لڑکی نے کہا تھا

آپ کو سنائی نہیں دیا مجھے وی آئی پی سروسز چاہیے۔۔۔ زمل نے اپنی بات پر زور دیا تھا

وی آئی پی کلائنٹس آپ کی اپروچ سے بہت دور ہیں میم ان سے میٹنگ کی قیمت بھی پانچ لاکھ ہے۔۔

میں اماؤنٹ دے دوں گی مجھے خان سے ملنا ہے۔۔ اس نے سب سے مہنگے اور بہترین سروس پرواڈر کا نام لیا تھا

سوری میم وہ صرف وی وی آئی پی لوگوں کو ہی سروس پروائڈ کرتے ہیں۔۔۔ آپریٹر نے جواب دیا تھا وہ اس آرگنائزیشن کا بادشاہ تھا اور بہت کم لوگوں کے لیے کام کرتا تھا اس کے پاس اپنے آدمیوں کی ایک بڑی فوج موجود تھی لیکن اس سے بھی اوپر اس کا باپ شیر خان تھا

مجھے صرف ان کی ہی سروس چاہیے آپ کو جتنی اماؤنٹ چاہیے مل جائے گی۔۔۔زمل بضد تھی کیونکہ حولدار کے مطابق اس کا کام صرف خان ہی کرسکتا تھا

اوکے میم آپ اپنی ساری ڈٹیلز دیں آپ کو ایک جگہ کا بتا دیا جائے گا جہاں آپ سر سے ملیں گی آپ کو ساتھ ہی سر سے ملنے کی رقم بھی ہمارے مطلوبہ بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروانی ہوگی اور وہاں سے آپ کو ایک ریڈ ربن ملے گا جو آپ اپنی کلائی پر باندھ کر رکھیں گی تاکہ آپ کی نشاندہی کی جاسکے۔۔۔

آپریٹر اسے سب کچھ بتا کر اس سے ساری ڈٹیلز لے کر اسے مطلوبہ بینک کا بتا کر فون ڈسکنکٹ کر چکی تھی تھوڑی دیر بعد اسے ایک میسج ریسیو ہوا تھا جس میں اس اکاؤنٹ کی ڈٹیلز تھیں چونکہ

مولوی صاحب نے گھر بیچ دیا تھا اس لیے کل تک اسے پیسے مل جانے تھے وہ کل پیسے ملنے پر خان سے ملنے کا پختہ ارادہ باندھ چکی تھی

یہ ایک بہت بڑی آرگنائزیشن تھی (" The Snake Service ") دی سنیک سروس جو کنٹریکٹ پر لوگوں کو ختم کرتی تھی اس کی بنیاد خان کے باپ شیر خان نے رکھی تھی اور یہ ایک کامیاب سروس تھی ان کے تعلقات پورے ملک میں پھیلے ہوئے تھے اور خان ایک ایسا نام تھا جو لوگوں میں اپنی دحشت پھیلانے کے لیے کافی تھا۔اس آرگنائزیشن سے بڑے بڑے لوگ جڑے ہوئے تھے جن میں سیاست کی بھی نامور شخصیات موجود تھیں یہی وجہ تھی کہ اس آرگنائزیشن کے خلاف کوئی بھی آواز نہیں اٹھاتا تھا

****

یزدان خان اصولوں کو توڑنے کا مطلب تم جانتے ہو ؟؟ خان کی سرد سپاٹ گھری آواز سن کر یزدان بھی گھبرا گیا تھا وہ اس کا دوست تھا مگر کام کے معاملے میں وہ کسی کو نہیں بخشتا تھا

خان سفید سوٹ پر کالی چادر کندھوں پر لیے براؤن گھنے بالوں جن کو نفاست سے سیٹ کیا گیا تھا بھرپور وجاہت کا شاہکار تھا سبز آنکھیں جن میں ہمہ وقت سرد تاثرات رہتے تھے جبکہ باریک ہونٹوں کو وہ ہمیشہ بھینچ کر رکھتا تھا وہ لوگ اس وقت لاؤنج میں کھڑے تھے جب خان نے اس سے استفسار کیا تھا

خان میں نے اس سے ڈیل کر کے اسے مزید مہلت دی ہے۔۔۔ یزدان سنجیدگی سے بولا تھا

ہمارے کام میں مہلت نہیں دی جاتی یزدان خان۔۔۔ اس کے لہجے کی سختی محسوس کر کے یزدان خان نے اپنے خشک ہوتے ہونٹ تر کیے تھے اگر یزدان خان کی دحشت لوگوں میں تھی تو خان کی اس سے بھی زیادہ وہ جانتا تھا خان اسے کبھی مارے گا نہیں مگر اصولوں کے مطابق سزا ضرور دے سکتا تھا

خان میں ایک ہفتے کے اندر ان سے پیسے وصول کر لوں گا۔۔ یزدان خان نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔۔

کیا تم نے ایک عورت کے بدلے انھیں مہلت دی ہے ؟؟ خان نے اسے غصے سے بھری نگاہوں سے دیکھا تھا

کیا اس بندے سے کچھ چھپا بھی رہ سکتا ہے--- یزدان نے دل میں سوچا تھا

خان---وہ-- یزدان کو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا بولے--

عورت ذات صرف مردوں کو کمزور کرتی ہے یزدان--- اسے جہاں سے لے کر آئے ہو وہاں چھوڑ آو اور رات تک مجھے اسلم کی موت کی خبر مل جانی چاہیے---- خان اسے بولتا ہوا مڑا تھا جب یزدان نے اسے روکا تھا

وہ وہی لڑکی ہے خان--- یزدان کی بات نے اس کے قدم روک دیے تھے

خان نے مڑتے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا

وہ وہی لڑکی ہے جسے دو سال پہلے میں نے بازار میں دیکھا تھا جس کا ذکر میں نے تم سے کیا تھا جسے ہر جگہ میں نے ڈھونڈا تھا جسے اپنے خوابوں میں دیکھا تھا اور جب کل اسے بنا حجاب کے شاکر کے پاس سسکتے دیکھا تھا تو میں خود کو روک نہ پایا تھا میرا دل کیا تھا کہ اپنی گن میں موجود ساری گولیاں شاکر کے سینے میں خالی کردو اس کا ہاتھ کاٹ دو جس سے اس نے میری محبت کو تھاما تھا اور خان وہ میری کمزوری بالکل نہیں بنے گی میں اسے اپنی طاقت بناؤں گا اور یہ یزدان کا خان سے وعدہ ہے ---

یزدان سنجیدگی سے خان کی آنکھوں میں دیکھتا بولا تھا خان اسے دیکھتا ہنکار بھرتا اپنا سر نفی میں ہلاتا چلا گیا تھا وہ جو کام کرتے تھے اس میں عورت چاہے جتنی مرضی مضبوط کیوں نہ ہو اسے مرد کی کمزوری ہی مانا جاتا تھا اور اب یہ لڑکی بھی خان کی نظر میں یزدان کی کمزوری بن چکی تھی اور خان کو ایسی کمزوریاں ختم کرنا اچھے سے آتا تھا

****

دو سال پہلے :

یزدان کو ایک ٹارگٹ ملا تھا جس کے سلسلے میں وہ لاہور آیا تھا یہاں کہ ایک لوکل بزار میں ایک تھوک کی دکان کا مالک جو منشیات کا چھپ چھپا کر کاروبار کرتا تھا اسے مارنے کی سپاری یزدان کو دی گئی تھی

وہ اسی سلسلے میں لاہور آیا تھا اسے مارنے سے ایک دن پہلے وہ اس بازار کا معائنہ کرنے گیا تھا وہ وی آئی پی سروس پرواءڈر تھا اور اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسے کیوں ایک معمولی دکان کے مالک کو مارنے بھیجا گیا تھا

یزدان نے ارد گرد سے اس دکان کے مالک کے بارے میں معلومات حاصل کی تو اسے معلوم ہوا تھاکہ وہ اپنی دکان میں آنے والے چھوٹے بچوں اور بچیوں کا ریپ کرتا تھا جسے سنتے ہی یزدان کی رگیں تن گئی تھیں

یہ کام اس نے بنا معاوضے کے کرنے کا سوچا تھا اور ساری صورتحال کا جائزہ لیتا وہ اپنا پلان بناتا واپس آچکا تھا اگلے دن وہ اپنی گن لیے اس بازار میں واپس گیا تھا تاکہ اسے مار سکے اس نے چہرے کو کالے نقاب سے ڈھکا ہوا تھا

وہ اس دکان کی طرف جا رہا تھا جب ایک ہنستی کھلکھلاتی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی یزدان کی بے ساختہ نگاہیں ایک لڑکی کی طرف گئی تھیں جو نقاب کیے اپنے ساتھ کھڑی لڑکی کے ساتھ ہنس رہی تھی

بجو۔۔۔ پھوپھو کے آنے سے پہلے مجھے یہ کانچ کی چوڑیاں لے دو ورنہ وہ آتے ہی کہیں گی شادی کے بعد یہ فیشن کیا کرو۔۔۔ زرش اپنی پھپھو ماجدہ کی نقل اتارتے ہوئے بولی تھی جو انھیں بناؤ سنگھار کرنے نہیں دیتی تھی وہ آج کل یہاں لاہور میں اپنی پھپھو کے گھر آئی ہوئی تھیں ان کی پھپھو آگے بازار سے اپنا دوپٹہ لینے گئیں تھی جبکہ وہ کچھ دیر کے لیے ایک جگہ روک کر اپنی پھپھو کا انتظار کر رہی تھیں۔۔۔ زمل نے اسے سرزنش کرکے اپنی ہنسی روکتے اسے چپ کروایا تھا

زرش کے سامنے دیکھنے پر اس کی نگاہیں یزدان سے ٹکرائی تھیں اس کی گہری کالی آنکھوں میں یزدان کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا نقاب کی وجہ سے صرف اس کی آنکھیں ہی دکھ رہی تھیں

بھائی کبھی کسی لڑکی کو نقاب میں نہیں دیکھا جو مجھے کھڑے تاڑ رہے ہو ؟؟ زرش غصے سے اس کے پاس آتی بولی تھی زمل نے تیزی سے زرش کا بازو پکڑا تھا

خود کو بھائی کہے جانے پر ایک پل کو اس کے پاس الفاظ ختم ہوگئے تھے اور وہ اس لڑکی کو اچھی خاصی گھوری سے نوازتا وہاں سے فورا غائب ہوا تھا

زرش کتنی بار تم سے کہا ہے ایسے مت کیا کرو ان لوگوں کو اگنور کر دیا کرو۔۔۔ زمل اسے سخت لہجے میں بولی تھی جبکہ پھپھو کے آنے پر وہ دونوں خاموش ہوتی واپس گھر چلی گئی تھیں

یزدان بھی اپنا کام مکمل کر کے واپس چلا گیا تھا مگر وہ کبھی ان نقاب میں چھپی کالی آنکھوں والی لڑکی کو ڈھونڈ نہ پایا تھا اس نے اسے لاہور میں کافی ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر وہ اسے کبھی نہیں ملی تھی آخر ملتی بھی کیسے وہ دونوں تو واپس کراچی چلی گئی تھیں

اس کو ڈھونڈنے کی ناکام کوشش کے بعد بھی یزدان اس کی کالی آنکھوں کو کبھی بھول نہ پایا تھا اور پھر کل جب زرش نے آنسوؤں سے بھری نگاہوں سے انھیں دیکھا تھا تو اس کا دل ایک پل کو رکتا تیزی سے دھڑک اٹھا تھا مگر اس نے کوئی تاثر ظاہر نہیں کیا تھا اگر وہ ان لوگوں کے سامنے کوئی بھی تاثر ظاہر کرتا تو یقینا ایک رات کے اندر اندر سب کو زرش یزدان خان کی کمزوری کے طور پر لگنے لگ جاتی تھی

مگر اب وہ صرف ایک ڈیل کا حصہ سمجھی جا رہی تھی جس سے کم سے کم وہ محفوظ تو تھی یزدان کا ماضی سیاہ تھا مگر اب وہ اپنے ماضی کو بھول کر زرش کے ساتھ ایک نئی زندگی کی شروعات کرنا چاہتا تھا

!!اے سکونِ قلب

...میرے شاہ_من

کاش کہ مجھے چند جادوئی لمحات

...میسر آئیں جہاں میں تمہیں

جی سکوں تم سے اپنی بے بہا محبّت

...کا برملا اعتراف کر سکوں

جہاں تم چاہ کہ بھی

!میری محبت سے مکر نا سکو

جہاں تمہیں میری آنکھوں میں

..._اپنا آپ دِکھے

مجھے سکون درکار ہے

ایسا سکون جس میں میرے ماتھے

پر تمہارے ہونٹوں کا لمس ہو

تاکہ میں ماضی کے دکھ بھول کہ

زندگی کو قریب سے محسوس کر سکوں۔۔

. . . .

مولوی علیم الدین نے جس شخص کو گھر بیچا تھا اس نے زمل کو تیس لاکھ گھر کے دے دیئے تھے اور ساتھ ہی اسے ایک ہفتے کے اندر گھر خالی کرنے کا بول دیا تھا

زمل نے سارے پیسے اپنے اکاؤنٹ میں جمع کروا دیے تھے جبکہ پانچ لاکھ روپے وہ اپنے ساتھ لے کر اس وقت مطلوبہ بینک میں آئی تھی جہاں اس نے رقم جمع کروائی تھی جس کے بدلے اسے ریڈ ربن اور ایک رسید دی گئی تھی

آج رات آٹھ بجے دی فریش کیفے میں خان تمھیں ملے گا اور یہ ریڈ ربن اپنی کلائی پر باندھ لینا ---- بینک میں موجود لڑکی نے اسے ہدایت دی تھی وہ لڑکی نقاب میں چھپی زمل کو حیرت سے دیکھ رہی تھی جو خان سے ملنا چاہتی تھی یہ نہیں تھا کہ کبھی اس سے کوئی لڑکی ملنے نہیں آئی تھی بات یہ تھی کہ کبھی پردے میں چھپی لڑکی اس سے ملنے کے لیے نہیں آئی تھی

کیا یہ خان میرا کام کردے گا ؟ -- زمل نے اس لڑکی سے پوچھا تھا جو اس کی بات پر ہنسی تھی

تم خان کو نہیں جانتی پھر اس سے کام کیوں کروا رہی ہو ؟ اس لڑکی نے حیرت سے پوچھا تھا کیونکہ زیادہ تر جو لوگ یہاں آتے ہیں انھیں خان کے بارے میں اور اس کے کام سے واقفیت ہوتی تھی

زمل نے اس کی بات پر لب کاٹے تھے وہ اسے اصل وجہ بتانا نہیں چاہتی تھی لڑکی بھی اس کے کچھ نہ بولنے پر سمجھ چکی تھی کہ وہ اسے نہیں بتائے گی

تمھیں جو بھی کام ہوا خان تمھارا کام کردے گا۔۔۔ اس لڑکی کے تسلی دینے پر زمل اپنا حجاب اور نقاب ٹھیک کرتی بینک سے نکل گئی تھی خان سے ملنے کا سوچ کر ہی اسے خوف محسوس ہو رہا تھا وہ زندگی میں شاید ہی کبھی کسی نامحرم سے یوں ملنے گئی تھی لیکن کبھی یہ حالات بھی نہ تھے

اگر ابا زندہ ہوتے تو مجھے کبھی یوں در بدر نہ ہونا پڑتا۔۔۔ اپنے باپ کو یاد کرتی اس کی آنکھیں نم پڑی تھیں اور زرش کی ٹینشن اسے الگ ہو رہی تھی دو دن ہوچکے تھے اور زرش کی اسے کوئی خبر نہیں تھی وہ بس اس وقت اس کی حفاظت کی دعا ہی کرسکتی تھی لیکن اسے یقین تھا کہ اس کا رب اس کی بہن کو محفوظ رکھے گا

****

خان آپ سے ملنے کے لیے ایک لڑکی نے رقم ڈپازٹ کروا دی ہے آج رات دی فریش کیفے میں۔۔۔ خان جو سنیک ہیڈ کوارٹر میں بنے اپنے آفس میں بیٹھا تھا اسے وہاں کے آپریٹر ارمغان نے آکر خبر دی تھی

اس لڑکی کی ساری ڈٹیلز کہاں ہے ؟؟ خان نے مصروف سے انداز میں ٹیبل پر رکھے اپنے لیپ ٹاپ پر کام کرتے پوچھا تھا اس کی انگلیاں تیزی سے کچھ ٹائپ کررہی تھیں

سر آپ کو ای میل کر دی گئیں ہیں۔۔ ارمغان نے نظریں جھکائے جواب دیا تھا خان نے ہنکار بھرا تھا ارمغان نے ایک نظر خان کو دیکھا تھا جو بے نیاز سا اپنا کام کر رہا تھا ارمغان کو اپنا جواب مل گیا تھا وہ خاموشی سے وہاں سے چلا گیا تھا

خان نے مطلوبہ ای میل کھولی تھیں جہاں زنل کی ساری ڈٹیلز موجود تھی وہ اپنی سکیورٹی کا خاص خیال رکھتا تھا کیونکہ اس کام میں اس کے ہزاروں دشمن تھے اور اسی طرح ایک بار اس پر ایسے ہی کلائنٹ سے میٹنگ پر اس پر ایک بار پہلے حملہ ہوچکا تھا جس کی وجہ سے وہ مزید چوکس رہتا تھا

اس نے فائل میں زمل کی انفارمیشن پڑھی تو ایک پل کو حیران رہ گیا تھا کہ ایک مولوی کی دین دار بیٹی کو اس سے کیا کام ہوگا۔۔۔؟ اس نے آخر پر زمل کی تصویر دیکھی تھی جو حجاب کے حالے میں چھپی ہوئی تھی اور اس کا آدھا چہرہ نقاب سے ڈھکا ہوا تھا اس کی صرف ہیزل براؤن آنکھیں ہی تصویر میں دکھائی دے رہی تھیں

اس کو یہ کلائنٹ انٹرسٹنگ لگ رہی تھی کیونکہ پہلے کبھی کوئی مڈل کلاس پردہ دار عورت اس سے ملنے نہیں آئی تھی زمل کی انفارمیشن پڑھنے کے بعد خان نے مطلوبہ فائل بند کرکے دوسری ای میل کھولی تھی جو انٹرنیشنل کلائنٹ کی تھی وہ زیادہ تر انٹرنیشنل ہی کام کرتا تھا مگر یہاں بھی وی آئی پی کلائنٹس کے کام وہ کرتا تھا

یہی اس کی زندگی تھی سنیک سروس کو سنبھالنا اور اپنا کام کرنا۔۔۔ اس کا نام خان اس سروس میں ٹاپ پر تھا لیکن اس ساری سروس کا مین کنٹرول شیر خان کے پاس ہی تھا جس سے خان کو شدید نفرت تھی

****

یزدان نے خان کے حکم کے مطابق رات کو کچھ آدمیوں کو بھیج کر اسلم کا قتل کروا دیا تھا لیکن زرش سے وہ ایک بار بھی اب تک نہیں ملا تھا

اس سے رو برو ملنے کا سوچ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی وہ اپنے کمرے میں فریش ہوتا زرش سے ملنے کے لیے اس کی طرف بڑھا تھا زرش کو تھرڈ فلور پر رکھا گیا تھا خان ولا خاصا بڑھا تھا جو ٹرپل سٹرویز پر مشتمل ایک وسیع رقبے پر پھیلا تھا اس گھر کی ایک ایک چیز اس کی قیمت کا منہ بولتا ثبوت تھی ایک بڑی تعداد ملازموں کی اس گھر کو چمکا کر رکھتی تھی

وفاداری "اس کام میں سب سے زیاد اہمیت رکھتی تھی اور خان کے پاس کرنے والے سب " اس کے وفادار لوگ تھے خان کے بعد وہ لوگ سب سے زیادہ عزت یزدان کی کرتے تھے جو خان کی طرح ہی سخت گیر تھا مگر اس کی طبیعت میں نرمی کا عنصر بھی تھا جو خان میں بالکل نہیں پایا جاتا تھا

یزدان گراونڈ فلور پر لگی لفٹ کے ذریعے تھرڈ فلور پر گیا تھا جہاں پہلے ہی کمرے میں زرش کو رکھا گیا تھا وہ مضبوط قدم اٹھاتا اس روم کی جانب بڑھا تھا اس نے آہستہ سے دروازہ ناک کیا تھا

زرش جو بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی دروازے پر ناک ہونے کی وجہ سے فورا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اس نے تیزی سے اپنی چادر سے خود کو اچھے سے کور کیا تھا دو دن سے اس کمرے میں بند رہ کر اسے کمرے کی سفید دیواروں سے وحشت سی ہونے لگی تھی

یزدان روم کا لاک کھول کر اندر داخل ہوا تو اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں زرش نے اسے دیکھتے ہی اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا یزدان نے دروازہ آدھ کھلا چھوڑ دیا تھا تاکہ زرش اس سے ڈرے نہ-- اس نے دو منٹ بعد دھیرے سے اپنی نظریں اٹھا کر زرش کو دیکھا تھا

اس کو چادر میں خود کو چھپائے دیکھ کر اس کے لبوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ ابھری تھی اس کی حیا اور پردہ ہی تھا جس نے یزدان کے دل کی دنیا میں ہلچل مچا دی تھی

کون ہیں آپ ؟؟ اور مجھے یہاں کیوں قید کیا ہوا ہے ؟؟ یزدان کے کچھ نہ بولنے پر وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولتی سخت لہجے میں پوچھ رہی تھی اس نے صرف ایک نظر یزدان پر ڈالی تھی پھر اپنی نگاہیں جھکا لی تھیں دیدے پھاڑ کر لڑکوں کو تاڑنا اس کو سخت ناپسند تھا چاہے پھر جنسِ مخالف کتنا ہی حسین و خوبصورت کیوں نہ ہو۔۔۔

میں آپ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔۔ یزدان خان نے صاف بات کی تھی اسے گھما پھرا کر باتیں کرنا پسند نہیں تھا یزدان کی بات پر غصے سے زرش کا چہرہ سرخ پڑا تھا

مجھے آپ سے یا کسی سے بھی کوئی نکاح نہیں کرنا۔۔۔ وہ دبا دبا سا چیخی تھی۔۔ مجھے ابھی اور اسی وقت یہاں سے جانے دیں۔۔۔زرش سے اسے ایسے ہی کسی جواب کی امید تھی وہ جانتا تھا وہ عام لڑکیوں سے مختلف ہے وہ خاص ہے لیکن اب وہ خاص لڑکی صرف اور صرف یزدان خان کی تھی ۔۔۔

نام کیا ہے آپ کا ؟؟ !زرش کی بات کو اگنور کرتے اس نے تحمل سے پوچھا تھا اسے ابھی تک زرش کے نام تک کا علم نہیں تھا کیسا شخص تھا دو دن سے وہ اس کی قید میں تھی دو سال سے وہ اس کی محبت میں پاگل تھا مگر ابھی تک اس کے نام کو جاننے سے محروم تھا

زرش نے غصے سے اپنی چادر پر گرفت مضبوط کی تھی اور غصے سے اس کو گھورا تھا مگر پھر وہ اپنے غصے پر قابو کرتی بولی تھی

بھائی آپ کو خدا کا واسطہ پلیز مجھے جانے دیں آپ کو ہزاروں لڑکیاں مل جائیں گی۔۔۔

اس کی منہ سے خود کے لیے ایک بار پھر بھائی لفظ سن کر یزدان کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا اس نے اب کی بار خود اسے غصے سے گھورا تھا

پہلی بات زما زڑگیہ)میرے دل (کہ میرے علاوہ دنیا کے سب لوگ آپ کے بھائی ہیں اور فلحال آپ کے لیے بھی میرے دل میں کوئی بہن چارا نہیں ہے اس لیے بہتر کہ میرے ساتھ نکاح کرلیں اس کے بعد آپ جہاں کہیں گی میں آپ کو لے جاؤں گا۔۔۔ یزدان کی بات پر اس

نے اپنے دانت پیسے تھے اسے زما زرگیہ کا مطلب سمجھ نہیں آیا تھا ورنہ وہ ضرور یزدان کو کھڑی کھڑی سنا دیتی۔

مجھے منظور ہے لیکن نکاح کے بعد میں فورا اپنے گھر جانا چاہتی ہوں--- زرش نے سوچ کر جواب دیا تھا اس روم میں رہ کر وہ یہاں سے کبھی نہیں نکل سکتی تھی

بالکل رات کو نکاح کے فورا بعد میں آپ کو آپ کے گھر والوں سے ملوانے لے جاؤں گا اب اپنا نام بتا دیں--- یزدان نے آخر میں ایک بار پھر سے اس سے نام پوچھا تھا اس کا نام اب معلوم کروانا اس کے لیے مشکل نہیں تھا مگر وہ سب کچھ زرش سے جاننا چاہتا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ اس سے بار بار نام پوچھ رہا تھا

زرش--- اس نے سرگوشی نما آواز میں اسے اپنا نام بتایا تھا

زرش یزدان خان "یزدان اس کا اپنے نام کے ساتھ جوڑ کر نام منہ میں بڑبڑاتا ہوا دلفریبی سے " مسکرایا تھا اور ایک نظر اس کی گہری کالی آنکھوں میں دیکھ کر وہاں سے چلا گیا تھا

****

خان کو یزدان کے اسلم کو ختم کرنے کی خبر مل چکی تھی جس سے وہ مطمئن ہو گیا تھا لیکن وہ زرش کو یزدان کی پہنچ سے کہیں دور بھیجنا چاہتا تھا جس کا انتظام آج اس نے اپنا کام مکمل کر کے آکر کرنا تھا

ابھی وہ بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس اپنی سبز سرد آنکھوں کے ساتھ اپنی بھرپور وجاہت سے اپنی گاڑی سے نکلا تھا اور کیفے میں داخل ہوا تھا جس کا مینجر اسے دیکھتے ہی فورا اس کے قریب گیا تھا یہ کیفے بھی ان کی ہی آرگنائزیشن کا حصہ تھی تاکہ محفوظ طریقے سے اپنے کلائنٹس سے وہ لوگ مل سکیں گزرے پانچ سال میں اس آرگنائزیشن نے اپنے گھرے پنجے یہاں گاڑھ لیے تھے ان کا یہاں نام بولا جاتا تھا

خان--- مینجر اس کے قریب آتا بولا تھا خان نے اس کو دیکھ کر ہلکا سا اپنے سر کو خم دیا تھا

مجھے اگر کسی چیز کی ضرورت ہوئی تو بتا دوں گا اب جاؤ یہاں سے۔۔۔ خان سرد سپاٹ آواز میں بولا تھا مینجر اپنا سر ہلاتا تیزی سے وہاں سے غائب ہوا تھا

خان اپنے مخصوص ٹیبل پر جاکر بیٹھا تھا جہاں سے کیفے سے باہر روڈ کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا مگر باہر سے لوگ اندر نہیں دیکھ پاتے تھے باہر ہلکی پھلکی بوندا باندی ہو رہی تھی جو دیکھتے ہی دیکھتے تیز بارش میں بدل گئی تھی

وہ اپنی ٹانگ پر ٹانگ رکھے کروفر سے بیٹھا باہر دیکھ رہا تھا کیفے میں عام لوگ بھی موجود تھے جس میں خان اپنی پرسنیلٹی کی وجہ سے سب میں نمایاں ہو رہا تھا کافی لڑکیاں مڑ مڑ کر اکیلے بیٹھے خان کو تک رہی تھی جس سے بے نیاز وہ اپنی گھڑی پر ٹائم دیکھ رہا تھا جو آٹھ بج کر پانچ منٹ کا بتا رہی تھی اس کو لوگوں کا انتظار کرنا پسند نہیں تھا تبھی وہ جانے کے لیے اٹھا تھا جب ایک لڑکی کو تیزی سے کیفے میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ ایک پل کو رکا تھا اور اس کی کلائی میں ریڈ ربن دیکھ کر وہ واپس بیٹھ گیا تھا

زمل بارش میں تقریبا پوری بھیگ چکی تھی اس کی چادر جس سے اس نے نقاب کیا تھا وہ بھی ساری بھیگی ہوئی تھی وہ ٹائم پر گھر سے نکلی تھی مگر بارش کی وجہ سے وہ لیٹ ہوگئی تھی

اس کے ہاتھ میں ربن دیکھتا ایک ویٹر اس کے پاس آیا تھا اور اسے اشارہ کرتا خان کے ٹیبل کی طرف لے جانے لگا تھا

خان ؟ "زمل نے بیٹھنے سے پہلے دھیمی آواز میں پوچھا تھا خان نے اپنی نظریں گلاس کے پار" روڈ پر گاڑھتے ہوئے اپنے سر کو خم دیا تھا

زمل اپنی چادر درست کرتی اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھی تھی اور اپنے لب کاٹتی وہ آہستہ آواز میں اس سے ملنے کا مقصد بتانے لگی تھی

مجھے یہاں کہ ایک لوکل گنڈے ش۔۔ شاکر کا ق۔۔۔ق۔۔ قتل کروانا ہے۔۔۔اس کے بولنے پر خان نے اسے دیکھا تھا اس کی نظریں خود پر محسوس کرتی زمل نروس ہو رہی تھی اور گود میں

دھرے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو چٹخانے لگی تھی خان کی نظریں اسے اپنے وجود کے پار ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں

وجہ ؟؟ خان نے سرد آواز میں سنجیدگی سے پوچھا تھا

و۔۔۔وہ میری بہن کو زبردستی اٹھا کر لے گیا ہے ا۔۔اس کی وجہ سے میرے ابا بھی مر گئے ہیں اور پولیس میری مدد نہیں کر رہی۔۔۔ وہ کانپتے لہجے میں دھیمی آواز میں بول رہی تھی خان نے زمل پر سے دوبارہ اپنی نظریں ہٹا لی تھیں

خان اسے مار کر میری بہن واپس لا دیں آپ جتنی رقم کہیں گے میں دے دوں گی۔۔ وہ آخر میں مضبوط لہجے میں بولی تھی خان کی آنکھیں زمل کی بات پر طنزیہ مسکرائی تھیں مگر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی رمق تک نہ تھی

دس کرڑوڑ۔۔۔ خان نے اپنا معاوضہ بتایا تھا جسے سن کر زمل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں

ج---جی ؟؟ زمل نے زبان سے اپنے ہونٹوں کو تر کرتے بے یقینی سے اس کو دیکھا تھا اتنے پیسے تو وہ ساری زندگی بھی جمع نہیں کرسکتی تھی

خان کو ایک منٹ لگا تھا یہ جاننے میں کہ یزدان جو لڑکی لایا ہے وہ زمل کی بہن ہے اب وہ آسانی سے اس لڑکی کو یزدان کی زندگی سے غائب کر سکتا تھا وہ ایک تیر سے دو نشان لینے لگا تھا

کل صبح تک تمھیں تمھاری بہن مل جائے گی مگر دو گھنٹے کے اندر اندر تمھیں یہ شہر چھوڑ کر جانا ہوگا اور دوبارہ یہاں واپس آنے کا سوچنا بھی مت-- اس کے بدلے میں میں تمھارا کام ایک لاکھ میں کردوں گا--- خان نے سنجیدگی سے کہا تھا

زمل نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے خان کو دیکھا تھا ہیزل براؤن آنکھوں میں ابھرتی خوشی کو خان نے گہری نظروں سے دیکھا تھا پھر اپنا سر جھٹک کر وہ اپنی نظروں کا رخ موڑ گیا تھا

تری آنکھیں

بڑی گہری

بہت ہی خُوبصورت ہیں

اجازت ہو تو

میں کُچھ دیر اِن میں

جھانک کر دیکھوں

کہ مُجھ کو چاند کی مانند

جھیلوں میں اترنا

لُطف دیتا ہے

تھینک یو۔۔۔ وہ خوشی سے بولی تھی وہ ویسے بھی لاہور اپنی پھپھو کے پاس جانے کا ہی سوچ رہی تھی اس لیے اس کا کل ہی لاہور جانے میں مشکل نہیں ہوگی۔۔

خان اسے ایک نظر دیکھتا اٹھ کر وہاں سے خاموشی سے چلا گیا تھا زمل جو اس سے پوچھنے والی تھی کہ وہ اس کو رقم کہاں دے مگر خان کے جانے پر وہ بھی خاموشی سے اٹھ گئی تھی

****

یزدان نے شام کو ہی سارے نکاح کے انتظامات کروا لیے تھے اس نے خان کو اپنے نکاح کی معلومات نہیں دی کیونکہ اسے علم تھا خان اس کا نکاح کبھی نہیں ہونے دیتا اس لیے سب سے چھپ کر اس نے سارا انتظام کیا تھا

زرش کو ایک سادہ ساجوڑا اور ساتھ اپنی ایک کالی چادر اس نے بھجوا دی تھی زرش بھی ناک منہ چڑھا کر اپنے کپڑے بدل کر تیار بیٹھ گئی تھی اسے زمل اور اپنے ابا کی شدید یاد آرہی تھی

اس کے پاس گل نامی ملازمہ بیٹھی تھی جب یزدان کے ساتھ کچھ لوگ روم میں آئے تھے نکاح کے ایجاب و مراحل کے وقت زرش نے ہچکچاتے ہوئے قبول ہے کہا تھا

زرش ولد علیم الدین آپ کا نکاح یزدان خان ولد عمر خان سے بمعہ حق مہر ایک کروڑ روپیہ کیا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے ؟

زرش نے ایک گہری سانس لی تھی اس کی غیر اختیاری نگاہ یزدان خان پر گئی تھی جو منتظر نگاہوں سے اس پر ہی نظریں ٹکائے بیٹھا تھا

قبول ہے

قبول ہے

قبول ہے

اس نے نظریں جھکائے جواب دیا تھا اسی طرح یزدان خان سے بھی پوچھا گیا تھا جس نے جھٹ سے جواب دیتے زرش کو اپنا محرم بنا ڈالا تھا

نکاح کے بعد وہ سب سے گلے مل رہا تھا اس کے چہرے پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا

مبارک ہو بھابھی۔۔ پاس بیٹھی گل نے دھیمی آواز میں کہا تھا اور مسکرا کر اسے دیکھتی وہ بھی باہر چلی گئی تھی

اب کمرہ خالی ہوچکا تھا یزدان بھی باہر گیا ہوا تھا زرش ساکت سی بیڈ پر بیٹھی تھی زندگی نے کیسا پلٹا لیا تھا وہ جو کبھی اپنے گھر خوش باش رہ رہی تھی اب کہاں پہنچ چکی تھی اسے خود علم نہ تھا

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب یزدان روم میں داخل ہوا تھا

زما زڑگیہ)میرے دل (--- یزدان نے اسے گھمبیر لہجے میں پکارا تھا زرش جھٹکے سے اپنی سوچوں سے باہر آئی تھی بے اختیار اس کی نگاہیں یزدان سے ملی تھیں

گہرے آنکھوں میں ایک چمک صاف دکھائی دے رہی تھی وہ گہری نگاہوں سے استحقاق بھری نگاہوں سے زرش کو دیکھ رہا تھا

اب مجھے میرے گھر لے کر جائیں۔۔ وہ اس کی نگاہوں سے نروس ہوتی دھیمے لہجے میں بولی تھی۔۔

میں ابھی آپ کو لے کر چلتا ہو پہلے اپنا چہرہ تو دکھائیں زما زڑگیہ) میرے دل (۔۔۔وہ اس کی جانب اپنے قدم اٹھاتا گھرے لہجے میں بولا تھا اس کی بات پر وہ سمٹ سی گئی تھی اسے زما زڑگیہ کا مطلب سمجھ نہیں آرہا تھا مگر جیسے یزدان بول رہا تھا یہ لفظ اس کی دل کی دھڑکنوں کو منتشر کر رہا تھا

و۔۔۔وہ آپ پہلے مجھے میرے گھر لے کر جائیں۔۔۔ وہ گھبرائی گھبرائی سی بولی تھی

یزدان اس کے قریب بیڈ کے پاس جاکر رکا تھا خاموشی سے اس نے اپنا ہاتھ زرش کے آگے بڑھایا تھا وہ لب کاٹتی اس کے ہاتھ کو ایک نظر دیکھتی دھیرے سے اپنا کانپتا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ چکی تھی یزدان نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اسے کھڑا کیا تھا

زرش نظریں جھکائے اب اس کے سامنے کھڑی تھی ساری بہادری اس کی جھاگ کی طرح بیٹھ چکی تھی یزدان نے اس کی تھوڑی کے نیچے دو انگلیاں رکھتے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا جس سے اس کی نگاہیں یزدان خان سے ملی تھیں

زرش یزدان خان اگر آپ کی اجازت ہو تو آپ کا چہرہ دیکھنے کا منتظر ہوں۔۔ وہ دھیمے مگر گھرے لہجے میں بول رہا تھا زرش کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا

اس نے لب کاٹتے اپنے چہرے سے نقاب ہٹایا تھا اور اپنی نگاہیں جھکا لی تھیں یزدان اس کے چہرے کو دیکھتے ساکت سا کھڑا تھا بے اختیار اس نے زرش کے چہرے پر جھکتے اس کی بے داغ چمکتی پیشانی پر اپنے تشنئہ لب رکھے تھے ایک سکون سا یزدان کو اپنے اندر اترتا ہوا محسوس ہوا تھا

یزدان کا لمس محسوس کرتی وہ جی جان سے کانپ گئی تھی وہ اس سے پیچھے ہٹا تھا اور اپنی جیب سے اس نے ایک لاکٹ نکالا تھا جس پر چھوٹے لفظوں میں زما زڑگیہ لکھا ہوا تھا

اس نے آنکھیں بند کیے کھڑی زرش کے کندھے سے چادر ہٹائی تھی اور لاکٹ اس کے گلے میں پہنایا تھا اس کا نازک وجود یزدان کی انگلیوں کا لمس محسوس کرتی ہولے ہولے لرز رہی تھی

اس کے گلے میں لاکٹ پہنا کر وہ پیچھے ہٹا تھا جب اس کا اچانک فون رنگ ہوا تھا فون پر خان کی کال دیکھ کر وہ تیزی سے زرش سے بولا تھا

زما زڑگیہ آپ پانچ منٹ انتظار کریں میں یہ کال سن کر آیا۔۔ وہ اسے ایکسکیوز کرتا روم سے باہر چلا گیا تھا

یزدان تمھارے لیے ایک ضروری کام ہے تمھیں ابھی کہ ابھی پشاور کے لیے نکلنا ہے وہاں ایک کلائنٹ سے ملاقات کر کے تم نے اپنا کام ایک دن میں کرنا ہے۔۔۔ خان کی سرد آواز سن کر یزدان نے پہلی بار جانے سے اعتراض کیا تھا

خان میرے علاوہ کسی اور کو بھیج دو۔۔ یزدان کا جواب سن کر وہ پل میں آگ بگولہ ہوا تھا

تم میری بات ماننے سے انکار کر رہے ہو ؟؟ اس نے سخت لہجے میں پوچھا تھا اس کی آواز میں غصہ محسوس کر کے یزدان بے لب بھینچے تھے

ٹھیک ہے خان میں ابھی نکل رہا ہوں لیکن زرش کی حفاظت تمھاری زمہ داری ہوگی۔۔ اس نے خان سے کہا تھا

خان ولا میں اسے کوئی پریشانی نہیں ہوگی تم فورا اپنے کام کے لیے نکلو۔۔۔ خان نے بات کر کے کال کاٹ دی تھی یزدان لب بھینچ کر دوبارہ روم میں گیا تھا جہاں وہ اپنے گھر جانے کے انتظار میں بیٹھی تھی

زما زڑگیہ مجھے ایک ضروری کام سے ابھی پشاور کے لیے جانا پڑ رہا ہے میں دو دن بعد آکر آپ کو آپ کے گھر والوں سے ملوانے لے جاؤں گا۔۔۔ یزدان کی بات پر زرش کو شدید غصہ آیا تھا

آپ اپنی بات سے پھر رہے ہیں۔۔ وہ غصے سے بولی تھی

بالکل نہیں زما زرگیہ میں واپس آتے ہی آپ کو لے جاؤں گا۔۔۔ اس کے پاس آتے یزدان سنجیدگی سے بولا تھا اور زرش کے اعتراض کرنے سے پہلے وہ اس کی روشن پیشانی پر آخری بار اپنا لمس چھوڑ کر جا چکا تھا

کبھی لفظ بھول جاؤں کبھی بات بھول جاؤں
میں تجھے اس قدر چاہوں اپنی ذات بھول جاؤں
کبھی جو چل دوں اٹھ کے پاس تیرے سے
دعا ہے میری خود کو تیرے پاس بھول جاؤں

****

خان رات کے تیسرے پہر واپس گھر لوٹا تھا کام میں اس قدر مصروف رہنے کی اسے ہمیشہ سے ہی عادت تھی کچھ گھنٹے سونے کے بعد وہ سات بجے کے قریب اٹھا تھا اور فریش ہوکر شلوار قمیض پہنے روم سے باہر نکلا تھا

گل۔۔۔یزدان جس لڑکی کو لایا ہے اسے لے کر آؤ۔۔۔ خان نے ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھتے گل سے کہا تھا جو جھٹ سے خان کی بات سن کر زرش کو لینے چلی گئی تھی

یزدان کے جانے کے بعد زرش کو لگ رہا تھا کہ اس نے دھوکہ دے کر اس سے نکاح کیا ہے کیونکہ وہ اپنی بات سے پھر گیا تھا مگر اب اسے کون بتاتا کہ وہ اپنی زبان کا کتنا پکا ہے اگر خان اسے کام نہ دیتا تو وہ یقینا اسے گھر لے جاتا۔۔ ساری رات اس نے یزدان کو من ہی من میں کو ساتھا

صبح فجر کی نماز کے بعد بھی نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی وہ بیڈ پر لیٹی چھت کو گھور رہی تھی جب گل کمرے میں آئی تھی

بھابھی آپ کو خان لالا نے بلایا ہے۔۔۔ گل کی بات پر اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا کہ اب یہ خان کون تھا؟؟

خان لالا یزدان لالا کے دوست ہیں۔۔۔ گل نے اسے بتایا تھا

انھیں مجھ سے کیا کام ہے گل ؟؟ اس نے گھبرا کر پوچھا تھا اس کے من میں کئی وسوسے آ رہے تھے

بھابھی آپ گھبرائیں نہیں وہ آپ کو کچھ نہیں کہیں گے۔۔۔ گل کی بات پر اسے ڈھارس ملی تھی اس نے اپنے آپ کو اچھے سے ڈھانپا تھا اور گل کے ساتھ چل دی تھی

وہ وہاں موجود چیزوں کو حیرت سے دیکھ رہی تھی جو بے حد خوبصورت اور نفیس لگ رہی تھیں گل جب اسے لے کر لفٹ میں داخل ہوئی تو وہ شدید حیرت زدہ تھی کہ اس گھر میں لفٹ بھی موجود ہے۔۔

گراونڈ فلور پر پہنچ کر گل اسے لے کر ڈائننگ ہال میں آئی تھی جہاں خان ناشتہ کرنے میں مصروف تھا

تمھیں میرا ملازم تمھارے گھر چھوڑ آئے گا یہاں کی کوئی بھی بات اگر تم نے کسی کو بتائی تو تمھارے لیے اچھا نہیں ہوگا۔۔۔ اس کی طرف دیکھے بنا وہ سخت لہجے میں بولا تھا زرش اپنے گھر جانے کا سن کر بے حد خوش ہو گئی تھی گل نے خان کی بات پر کچھ بولنا چاہا تھا مگر عہ چپ کر گئی تھی

گل قاسم کو کہو اس کو اس کے گھر بحفاظت چھوڑ آئے۔۔۔ گل خان کی بات سن کر اسے باہر لے گئی تھی اور قاسم)ڈرائیور (کو خان کا حکم سنایا تھا

زرش خوشی خوشی گل سے مل کر کار میں بیٹھ گئی تھی قاسم زرش سے اس کے گھر کا اڈریس پوچھ کر اسے وہاں لے گیا تھا

گھر کے سامنے گاڑی روکتے ہی زرش قاسم کا شکریہ ادا کرکے باہر نکلی تھی اور بے صبری سے اس نے گھر کا دروازہ بجایا تھا

زمل جو صبح سے ہی اس کی منتظر بیٹھی تھی اس نے جھٹ سے دروازہ کھولا تھا زرش کو دیکھتے ہی اس نے خوشی سے اسے زور سے خود میں بھینچا تھا

وہ زرش کو اپنے حصار میں لے کر صحن میں آئی تھی زرش اسے اپنے ساتھ ہونے والے واقعات بتانے لگی تھی لیکن وہ یزدان سے ہوئے اپنے نکاح کو بخوبی چھپا گئی تھی

بجو ابا نہیں دکھائی دے رہے ؟؟ مسجد گئے ہیں ؟؟ اپنی باتیں بتانے کے بعد اس نے خالی گھر کو دیکھتے زمل سے پوچھا

زرش۔۔۔ اس نے زرش کو بے ساختہ خود میں بھینچا تھا ابا ہمیں چھوڑ کر جا چکے ہیں۔۔۔ زمل کی بات ر وہ صدمے میں ہی چلی گئی تھی

زرش۔۔۔ اتنی خاموش کیوں ہوگئی ؟ رو لو ایک بار۔۔ زمل نے اسے ہلاتے ہوئے کہا تھا اس کی بات پر وہ دھاڑیں مار کر رو پڑی تھی اس کو روتے دیکھ کر زمل کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھیں

کچھ دیر اس کو رو لینے کے بعد زمل نے اس کا چہرہ تھام کر اس کے آنسو صاف کیے تھے

زرش ہمارا یہاں رہنا اب محفوظ نہیں ہے ابا نے یہ گھر بیچ دیا تھا ہم ابھی کہ ابھی لاہور کے لیے نکل رہے ہیں میں نے سارا سامان پیک کر دیا ہے تم جلدی سے فریش ہو جاؤ ہمیں یہاں سے جانا ہے--- زمل کی بات پر اس نے اپنے آنسو روکے تھے اور فریش ہونے چلی گئ تھی فریش ہوکر اس نے کپڑے چینج کرکے عبایا پہن لیا تھا وہ یزدان کے گھر سے لائی ہوئی چادر پہلے وہاں ہی پھینک کر جانے کا سوچ رہی تھی پھر پتا نہیں اس کے ذہن میں کیا آیا کہ اس نے وہ چادر اپنے بیگ میں ڈال لی تھی---

شاکر اپنے بھائی کی موت کے بعد غصے میں پاگل ہوا پھر رہا تھا اسے شدید غصہ آرہا تھا یزدان اس کی محبت زرش کو بھی لے گیا اور اس کے بھائی کو بھی مار دیا

وہ اپنے کمرے میں بیٹھا تھا جب شیدا عرف رشید اس کا آدمی تیزی سے اس کے پاس آیا تھا

وہ شاکر بھائی میں نے زرش بھابھی کو ابھی اپنے گھر کے اندر جاتے دیکھا ہے--- رشید کی بات پر وہ جھٹکے سے اٹھا تھا

گاڑی نکالو آخر میری بلو رانی کو اس کمینے یزدان نے چھوڑ ہی دیا اب وہ صرف میری ہوگی--- وہ بولتا ہوا باہر بڑھ گیا تھا

زمل نے اپنے ہمسائے سے بول کر جانے کے لیے رکشہ منگوایا تھا وہ لوگ اپنا سامان رکھ رہے تھے جب ایک گاڑی ان کے گھر کے آگے آکر رکی تھی اس میں سے شاکر کو باہر نکلتے دیکھ کر زمل اور زرش دونوں کا رنگ اڑ گیا تھا

بلو رانی اب کہاں بھاگنے کی جلدی ہے ؟؟ وہ خباثت سے ہنستا ہوا پوچھ رہا تھا

گھٹیا انسان دفعہ ہوجاؤ یہاں سے میری بہن کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھا تو تمہاری یہ مینڈک جیسی آنکھیں نکال لوں گی--- زمل آگ بگولہ ہوتی پھنکاری تھی

چٹاخ۔۔۔ شاکر کو اس کی باتیں غصہ دلا گئی تھیں تبھی اس نے آگے بڑھ کر ایک زور دار تھپڑ زمل کے مارا تھا تھپڑ اتنی شدت کا تھا کہ وہ زور سے زمین پر گری تھی اس کا نقاب بھی ڈھیلا پڑتا کھل گیا تھا

بجو۔۔۔ زرش چیخی تھی وہ زمل کے پاس زمین پر بیٹھنے لگی تھی جب شاکر نے اسے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا اور اسے گاڑی میں ڈالا تھا زرش چیخ چلا رہی تھی محلے والے کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے کوئی بھی آگے نہیں بڑھ رہا تھا

زمل کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا تھا اسے اپنے چہرے میں شدید درد محسوس ہوا تھا اپنا نقاب تیزی سے درست کرتے اس نے زرش کو دیکھا تھا جسے شاکر اپنی گاڑی میں ڈال کر لے گیا تھا

آنسو لڑیوں کی صورت اس کے چہرے کو بھگونے لگے تھے اس کے ذہن میں مدد کے لیے سب سے پہلا خیال خان کا آیا تھا وہ تیزی سے اپنے گھر کے اندر گئی تھی اور خان سے بات کرنے کے لیے اس نے فون ملایا تھا

مجھے خان سے بات کرنی ہے۔۔۔ اس نے سنیک سروس کے ہیڈ کوارٹر فون کیا تھا

وی آر سوری میم بٹ خان کسی سے فون پر بات نہیں کرتا۔۔۔آپریٹر نے پروفیشنل انداز میں کہا تھا

آپ ایک بار انھیں میرا نام بتائیں وہ مجھ سے بات کرلیں گے۔۔۔ وہ کانپتے لہجے میں بولی تھی مگر آپریٹر نے انکار کرتے فون بند کر دیا تھا

وہ تین بار فون کر چکی تھی مگر دوسری طرف انکار ہی مل رہا تھا بالآخر چوتھی بار آپریٹر نے تنگ آکر اس کا نام خان کے پاس بھیجا تھا

خان اپنے آفس میں تھا جب اس کے آفس میں موجود فون رنگ ہوا

سر کوئی زمل نامی لڑکی آپ سے بات کرنا چاہتی ہے صبح سے چار بار ان کا فون آگیا ہے میں نے انکار بھی کیا ہے مگر وہ مسلسل آپ سے بات کرنے کی ضد کر رہی ہیں۔۔۔ زمل کا نام سن کے اس کے ماتھے پر تیوری چڑھی تھی

میرے فون پر کال ٹرانسفر کرو۔۔ اس نے سرد لہجے میں کہا تھا اور ساتھ ہی کال اس کے فون پر ٹرانسفر کر دی گئی تھی

جی اب کیا کام ہے آپ کو ؟؟ اس نے سخت لہجے می استفسار کیا تھا

خان۔۔ خان و۔۔۔وہ شاکر میری بہن کو دوبارہ لے گیا ہے آ۔۔۔آپ نے کہا تھا آپ اسے مار دیں گے۔۔۔ وہ کانپتے لہجے میں اس پر چیخی تھی جو خان کو سخت ناگوار گزرا تھا وہ اسے کھری کھری سنانے لگا تھا جب زمل کی اگلی بات نے اس کا خون جلایا تھا

خان اس نے مجھے تھپڑ بھی مارا ہے و۔۔وہ پتا نہیں میری بہن کے ساتھ کیا کرے گا۔۔۔ غصے کی ایک لہر تھی جو خان کے اندر دوڑی تھی

تم ٹینشن مت لو ایک گھنٹے کے اندر اندر تمھیں تمھاری بہن مل جائے گی۔۔۔ بولتے ہی خان نے کھٹاک سے فون بند کیا تھا اگر اسے کسی چیز سے سخت نفرت تھی تو وہ عورت ذات پر ہاتھ اٹھانے والے لوگوں سے تھی

اپنے اسسٹنٹ پلس آپریٹر ارمغان سے اس نے فورا شاکر کی لوکیشن معلوم کروانے کا کہا تھا اس نے اپنے کپڑے چینج کیے تھے وہ اب بلیک شرٹ اور پینٹ میں ملبوس تھا ساتھ ہی اس نے اپنی جیکٹ نکال کر پہنی تھی اس نے اپنے آفس میں موجود الماری سے گن نکال کر اپنی جیکٹ میں رکھی تھی

اور شاکر کی لوکیشن معلوم کر کے وہاں کے لیے نکل گیا تھا

****

شاکر زرش کو لے کر اپنے گھر آیا تھا اور روتی بلکتی زرش کو اس نے لاؤنج میں پھینک کر اس کے بال سختی سے دبوچتے غصے سے پوچھنے لگا تھا زرش کی چادر اس کے سر سے اتر کر کندھے پر آچکی تھی

کیا اس نے تمھیں چھوا تھا ؟؟-- شاکر اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کا گال سہلاتا ہوا پوچھ رہا تھا زرش کو اس کے لمس سے کراہت محسوس ہو رہی تھی خود کو بے پردہ پا کر اس کے آنسو اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے

میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے بلو رانی ؟؟ اس کے بالوں پر گرفت مضبوط کرتے اس نے پوچھا تھا یزدان کا نرم گرم لمس اپنی پیشانی پر یاد کرتے اس نے بے ساختہ اپنی گردن ہاں میں ہلائی تھی

چٹاخ--- غصے سے شاکر نے اس کے نرم مومی گال پر تھپڑ جڑا تھا تکلیف سے آنسو مزید تیزی سے اس کی آنکھوں سے بہنے لگے تھے

کہاں چھوا تھا اس نے ؟؟-- اس کا چہرہ بالوں سے اوپر کرتے شاکر نے سرخ آنکھوں سے پوچھا تھا زرش تکلیف سے سسک رہی تھی

تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں جواب دو--- اس کا چہرہ زور سے دبوچ کر شاکر نے پوچھا تھا

زرش نے دھندھلائی آنکھوں سے اپنی پیشانی کی طرف اشارہ کیا تھا شاکر اس کا ماتھا زور زور سے رگڑنے لگا تھا جس سے زرش کو درد ہونے لگا تھا

شیدے-- اس کو میرے کمرے میں چھوڑ کر آو اور مولوی کو بلاؤ--- میری بلورانی کو اب میں کہیں نہیں جانے دوں گا---اس کی بات پر خوف سے زرش لرزنے لگی تھی وہ تو یزدان کے نکاح میں تھی وہ اس پاگل ہوس زدہ شخص سے کیسے نکاح کر سکتی تھی ؟؟

رشید اسے بازو سے پکڑ کر کھینچتا ہوا شاکر کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا اس نے باہر سے دروازہ لاک کر دیا تھا زرش نے خود کو سنبھالتے ہوئے تیزی سے اٹھتے دروازے کو اندر سے بھی لاک لگا دیا تھا اور ساتھ ہی وہ روتی ہوئی واشروم میں چلی گئی تھی واشروم کے دروازے کو بھی اچھے سے لاک

لگاتے وہ ایک طرف بیٹھ گئی تھی اس کا نازک وجود کانپ رہا تھا وہ روتی ہوئی زمل کو یاد کر رہی تھی

اتنی مشکل سے وہ واپس زمل کے پاس پہنچی تھی مگر دوبارہ شاکر کے پاس پہنچ چکی تھی اسے شاکر سے سوگنا زیادہ بہتر یزدان کے پاس رہنا لگا تھا کم سے کم وہ اسے مارتا تو نہ تھا لیکن وہ بھی جھوٹا تھا۔۔۔ زرش نے من ہی من میں سوچا تھا اور اپنے گرد بازو ڈال کر وہ شدت سے رونے لگی تھی

****

خان اپنی گاڑی سے نکلتا شاکر کے گھر داخل ہوا تھا اسے شاکر کے آدمیوں نے روکنے کی کوشش کی تھی مگر اس کو دیکھتے ہی ان میں سے ایک آدمی خان کو پہچان گیا تھا

خان "اس کے بولنے پر سارے آدمی خوف سے کانپتے ایک سائیڈ پر ہوگئے تھے وہ مضبوط" قدموں سے گھر کے اندر داخل ہوا تھا

شاکر جو لاؤنج میں بیٹھا مولوی کا انتظار کر رہا تھا کسی انجان شخص کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر ناگواریت چھائی تھی

اوئے کون ہے تو اور یہاں کہاں گھسا چلا آ رہا ہے ؟؟ شاکر خان کو دیکھتا بولا تھا اسلم اور اس کے کچھ ساتھیوں کے علاوہ خان کو کسی نے نہیں دیکھا تھا تبھی وہ خان کو پہچان نہیں پایا تھا۔۔۔

شاکر بھائی یہ خان ہے۔۔ شاکر کے آدمی نے اسے خان کی جگہ جواب دیا تھا خان کو دیکھتے ہی اس کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے وہ فورا اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا

خ۔۔۔خان آپ کو کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیتے آپ نے آنے کی زحمت کیوں کی ؟؟ اس کی بات کو اگنور کرتا سرد تاثرات چہرے پر سجائے خان کروفر سے صوفے پر بیٹھا تھا ٹانگ پر ٹانگ جماتے اس نے سرد آنکھوں سے شاکر کو دیکھا تھا

میں نے سنا ہے کہ تم نے کسی لڑکی کو زبردستی اٹھایا ہے شاکر ؟؟ خان کے سوال کرنے پر وہ گڑبڑا گیا تھا

نہیں خان میں نے کسی کو نہیں اٹھایا۔۔۔ وہ گڑبڑاتا ہوا بولا تھا

مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے شاکر۔۔۔ خان کی سرد آواز سن کر اس نے اپنی پیشانی پر ابھرتا پسینہ نے ساختہ صاف کیا تھا

شاکر بھائی میں مولوی کو لے آیا ہوں۔۔۔ ابھی شاکر کوئی بہانہ بناتا کہ گھر میں داخل ہوتے شیدے کے اونچی آواز میں بولنے سے اس نے ڈرتے ہوئے خان کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر پتھریلے تاثرات تھے

شیدے نے صوفے پر بیٹھے انجان شخص کو اور شاکر کو ڈرتے دیکھ حیرت سے اپنے پاس کھڑے آدمی کی طرف دیکھا جس نے اسے جھٹ سے خان کا بتایا تھا وہ بھی ڈرتا ہوا اپنی جگہ پر جم گیا تھا

یہاں آکر بیٹھو شاکر۔۔ خان نے اسے اپنے قدموں کے پاس زمین پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا خفت اور شرمندگی سے شاکر کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا وہ جو اپنے آدمیوں کو ایسے ذلیل کرتا خوش ہوتا تھا اب خود ذلت کے احساس سے بمشکل اپنا غصہ روک کر وہ خان کے قدموں میں بیٹھا تھا

خان نے اسے طنزیہ نگاہوں سے دیکھا تھا اس کے سارے آدمی اس کی حالت پر اپنی ہنسی روک رہے تھے وہ جو ان کی حالت پر لطف اندوز ہوتا تھا آج اس کے آدمی اس کی حالت پر لطف اندوز ہو رہے تھے

کیا تم نے کسی لڑکی کو اٹھایا ہے شاکر ؟؟ خان نے دوبارہ پوچھا اب کی بار شاکر نے آہستہ سے اپنا سر ہلایا تھا

چٹاخ۔۔ خان کے بھاری ہاتھ کا تھپڑ کھا کر اس کا سر چکرا گیا تھا

میں نے کہا تھا نہ کہ مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے شاکر۔۔۔ خان سرد لہجے میں بولا تھا

جاؤ اس لڑکی کو لے کر آؤ۔۔ خان کی آواز سن کر رشید تیزی سے کمرے کی طرف گیا تھا مگر جیسے ہی اس نے دروازہ کھولنا چاہا وہ اندر سے لاک تھا وہ گھبرا کر دروازے کا لاک توڑ کر اندر داخل ہوا تھا لیکن خالی کمرے کو دیکھ کر وہ تیزی سے واشروم کی طرف گیا تھا اور اس کو اندر سے لاک دیکھ کر اسے پتا چل گیا تھا کہ زرش یہاں ہی ہے رشید نے شاکر کے دراز سے لاک کی چابی نکال کر دروازہ کھولا تھا جہاں سائیڈ پر بیٹھی زرش خوف سے کانپ رہی تھی

رشید نے اسے پکڑ کر کھڑا کیا تھا اور گھسیٹتا ہوا باہر لے گیا تھا اور اسے کھڑے چھوڑ کر سائیڈ پر ہٹ گیا تھا وہ خوف و گھبراہٹ سے بری طرح کانپ رہی تھی اس کی رونے سے بندھی ہچکیاں سب کو سنائی دے رہی تھی

ادھر آؤ۔۔۔ خان نے ایک نظر زرش پر ڈالنے کے بعد رشید سے کہا تھا جو ڈرتا ڈرتا اس کے قریب آیا تھا خان نے ایک زور دار تھپڑ اسے بھی کھینچ کر مارا تھا

تم بات سنو۔۔ خان نے کونے میں کھڑا ایک آدمی سے کہا تھا جو کانپتا ہوا آگے بڑھا تھا

ج--جی خان--؟؟اس نے پوچھا تھا

اس کو وہ اوپر والی سڑھیوں سے لے کر پوری راہداری سے گھسیٹ کر واپس میرے پاس لاؤ اور ہاں یہاں سے بھی گھسیٹتے ہوئے لے کر جاؤ-- خان کی بات پر رشید عرف شیدا گھبرا کر بھاگنے لگا تھا جب اپنی جیکٹ سے گن نکالتے خان نے اس کی ٹانگ کا نشانہ لیا تھا وہ لڑکھڑا کر نیچے گرا تھا

زرش نے بھاری سخت آواز سن کر خوف سے صوفے پر بیٹھی شخصیت کو دیکھا تھا اور خان کو دیکھتے ہی اس کی جان میں جان آئی تھی

رشید کو زمین پر تڑپتے دیکھ کر زرش کو سکون ملا تھا پھر جب رشید کو گھسیٹنا شروع کیا تھا تو تکلیف سے اس کی چیخیں سن کر زرش کو زرا برابر بھی فرق نہیں پڑ رہا تھا اس نے بھی تو اسے ایسے ہی گھسیٹا تھا ناجانے کتنی ہی رگڑیں اسے لگی تھیں--

کیا تمھیں اس نے مارا تھا ؟؟-- خان نے زرش سے پوچھا تھا جس نے فورا اپنا سر ہلایا تھا ایک اور زودار تھپڑ خان نے شاکر کے مارا تھا

ادھر آؤ-- اور اسے جتنا مارنا ہے مار لو ان جیسے کیڑوں سے تمھیں ڈرنے کی ضرورت نہیں-- وہ سپاٹ لہجے میں بولا تھا

زرش کانپتی ہوئی آگے بڑھی تھی اس نے کئی تھپڑ غصے سے شاکر کے مارے تھے اپنے باپ کی موت کو یاد کرتے اس نے زمین پر بیٹھے شاکر کو اچھی خاصی ٹانگیں ماریں تھیں

جب شاکر نے بیچ میں اسے روکنا چاہا تھا تو خان نے اپنے ہاتھ میں موجود گن زور سے اس کے سر پر ماری تھی

تم مارتی جاؤ-- زرش کو رکتے دیکھ کر خان بولا تھا اور پھر لاتعداد ٹانگیں مکے اور تھپڑ زرش نے شاکر کے مارے تھے جب وہ مار کر سائیڈ پر ہوئی تھی تو خان اپنی جگہ سے اٹھا تھا اور اس کے بالوں

کو سختی سے مٹھیوں میں جکڑتے خان نے جھٹکے سے اس کا چہرہ اوپر کیا تھا جو سرخ ہوا پڑا تھا اس کے ہونٹ بھی پھٹ چکے تھے

تم نے یزدان خان کی محبت کو چھوا تھا اگر میری جگہ وہ ہوتا تو شاید تمھاری کھال ادھیڑ دیتا مگر اس کی جگہ میں ہوں اس لیے اس سے بھی بدتر سزا میں دوں گا۔۔

جاؤ ایک باؤل میں گرم پانی لے کر آؤ۔۔۔ خان کے حکم پر ایک شخص تیزی سے پانی گرم کر کے لایا تھا شاکر نڈھال سا اس کی گرفت میں پھڑپھڑا رہا تھا

اس کے ہاتھوں پر یہ پانی گراؤ۔۔ خان کے حکم پر فورا شاکر کے ہاتھوں پر گرم پانی گرایا گیا تھا جس سے تکلیف سے اس کی چیخیں صاف سنائی دینے لگی تھیں اس کی ہاتھوں کی جلد بھی شدید سرخ پر گئی تھی

اور تم اپنی بیلٹ نکال کر تیس بار اس کی کمر پر مارو۔۔۔ دوبارہ صوفے پر بیٹھتے دور کھڑے ایک آدمی سے خان نے کہا تھا وہ جھٹ سے اپنی بیلٹ نکالتا شاکر کے پاس آیا تھا اور اس کی کمر ادھیڑنے لگا تھا

دوبارہ پانی گرم کر کے لاؤ اور اس کی کمر کے زخموں پر ڈالوں۔۔۔ اس کی زخمی کمر کو دیکھ کر وہ سپاٹ سے لہجے میں بولا تھا شاکر درد سے تڑپ رہا تھا زرش سے اب یہ سب کچھ دیکھا نہیں جا رہا تھا تبھی وہ رخ موڑ کر کھڑی ہوگئ تھی اسے بس شاکر کی چیخیں سنائی دے رہی تھی

اس کو اچھی طرح ٹارچر کرنے کے بعد خان نے اس کے سر میں گولی اتارتے اس کا کام تمام کیا تھا اور ساتھ ہی اس نے رشید کو بھی مار دیا تھا وہاں کھڑا ہر شخص خان کا یہ روپ دیکھ کر باقاعدہ کپکپا رہے تھے

وہ زرش کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے باہر چلا گیا تھا زرش بھی کانپتی ٹانگوں سے تیزی سے اس کے ساتھ چلی گئ تھی

****

زمل پریشانی سے صحن میں چکر کاٹتی زرش کا انتظار کر رہی تھی وہ مختلف دعائیں پڑھتی زرش کی حفاظت کی دعائیں کر رہی تھی ایک گھنٹہ گزر چکا تھا مگر ابھی تک زرش گھر نہیں پہنچی تھی جس سے اسے مزید پریشانی ہو رہی تھی رو رو کر اس کی آنکھیں سرخ پڑ چکی تھی

ابھی کچھ دیر ہی ہوئی تھی جب دروازہ بجتا سن کر وہ اپنی چادر لیتی تیزی سے دروازہ کھولنے گئی تھی زرش کو دیکھتے ہی اس نے زور سے خود میں بھینچا تھا اس کی بے اختیار نگاہیں خان سے ملی تھیں جو اسے ہی دیکھ رہا تھا

خان کو اس کی سرخ آنکھیں ایک پل کو مسمرائز کر گئی تھیں اس کی مسکراتی آنکھوں سے پتا چل رہا تھا کہ وہ مسکرا رہی تھی

اس نے زرش کو اندر جاکر فریش ہونے کا کہا تھا اور خود خان کی طرف متوجہ ہوئی تھی

ایک گھنٹے کے اندر یہاں سے چلی جانا اس کے بعد تمھاری بہن کی حفاظت میرے ذمے نہیں ہے اگر تم چاہو تو تم دونوں کو بس یا ٹرین اسٹیشن چھوڑ سکتا ہوں۔۔۔ خان سرد سپاٹ لہجے میں بولا تھا

آپ کا بہت بہت شکریہ آپ نے ہم لوگوں کی اتنی مدد کی۔۔ اور ہم ایک گھنٹے کے اندر اندر یہاں سے چلے جائیں گے۔۔ اور آپ کے ایک لاکھ آپ کو دینے ہیں یا بینک میں ڈپازٹ کروانے ہیں ؟؟ زمل نے دھیمی آواز میں پوچھا تھا

اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ وہ اسے جواب دیتا واپس مڑ گیا تھا اور اپنی گاڑی میں بیٹھتا وہاں سے چلا گیا تھا زمل کی نظروں نے دور تک اسے جاتے دیکھا تھا مگر پھر اپنا سر جھٹک کر وہ تیزی سے اندر گئی تھی اور آدھے گھنٹے بعد وہ ٹرین اسٹیشن موجود تھے وہ لوگ لاہور جا رہے تھے اپنی پھپھو ماجدہ کے پاس۔۔۔

زرش کا اپنے جیسا سوجا گال دیکھ کر زمل کو شدید غصے آیا تھا لیکن زرش نے جب اسے شاکر کا حشر بتایا تو وہ بے انتہا خوش ہوئی تھی ایسے برے لوگوں کا برا ہی انجام ہوتا ہے۔۔۔ وہ زرش کی ساری بات سن کر بولی تھی

ساڑھے اٹھارہ گھنٹے کے سفر کے بعد زرش اور زمل لاہور پہنچی تھیں وہاں سے ان کی پھپھو ماجدہ کے گھر تک کا سفر آدھے گھنٹے میں وہ طے کر کے پہنچ چکے تھے

زمل نے ان کے گیٹ پر بل دی تھی جب ماجدہ بیگم نے دروازہ کھولا تھا زمل اور زرش کو دیکھ کر وہ کچھ خاص خوش دکھائی نہ دے رہی تھیں

اسلام علیکم پھپھو !دونوں نے جھٹ سے سلام کیا تھا ماجدہ بیگم ان کے سلام کا جواب دیتی انھیں اندر لے آئی تھی ان کا گھر پانچ کمروں پر مشتمل تھا جن میں سے ایک کمرہ ان کے بیٹے رمیز کا اور ایک کمرہ ماجدہ بیگم کا تھا ان کے شوہر تین سال پہلے انتقال کرگئے تھے اس لیے گھر میں صرف دو لوگ ہی رہتے تھے رمیز سرکاری ٹیچر تھا جو سکول میں پڑھاتا تھا وہ اپنے کام پر گیا تھا تبھی اس وقت صرف ماجدہ بیگم گھر پر موجود تھیں

تم دونوں فریش ہوجاؤ تب تک تم لوگوں کے کھانے کے لیے میں کچھ بنا دیتی ہوں--- ماجدہ بیگم کے بولنے پر زمل جھٹ سے جوابا بولا تھی

پھپھو آپ رہنے دیں میں منہ ہاتھ دھو کر بنا لیتی ہوں---تھکاوٹ سے اس کا انگ انگ دکھ رہا تھا مگر وہ ماجدہ بیگم پر زحمت نہیں بننا چاہتی تھی

نہیں میں بنا دیتی ہوں تم جاکر فریش ہوجاؤ--- ماجدہ بیگم نے سخت لہجے میں کہا تھا زمل ان کی بات پر عمل کرتی فریش ہونے چلی گئی تھی

کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں پھپھو کے پاس ان کے کمرے میں بیٹھی اپنے اوپر گزری آپ بیتی سنا رہیں تھیں ان کی باتیں سن کر پھپھو نے ناگواریت سے زرش کو دیکھا تھا

تمھاری اس بہن کے لچھن ہی ٹھیک نہ ہوں گے تبھی تو وہ گنڈا اس کے پیچھے پڑا ہوگا۔۔۔ پھپھو کی بات زمل کو سخت ناگوار گزری تھی زرش منہ نیچے کرکے اپنے آنسو روکنے لگی تھی پھپھو کی بات اسے کسی طمانچے کی طرح لگی تھیں

پھپھو آپ جیسا کہہ رہی ہیں ویسا کچھ نہیں ہے۔۔۔ زمل نے فورا اعتراض کیا تھا

ارے ایسی بیٹیاں خدا کسی کو نہ دے جو ایک ہی دن میں اپنے باپ کو نگل گئی اور ساتھ ہی طلاق یافتہ کا دھبہ لگوا کر پتا نہیں کتنے غیر مردوں کے ساتھ دو دن گزار کر آئی ہوگی۔۔۔اور اب کوئی بھی تم جیسی طلاق یافتہ عورت سے شادی نہیں کرے گا لوگ طرح طرح کے سوال اٹھائیں گے۔۔۔

پھپھو کی زہریلی باتیں سن کر زمل جہاں حیران ہوئی تھی وہاں ہی وہ خود کو کچھ بھی تلخ بولنے سے بمشکل روکتی بولی تھی

پھپھو ابا کی موت میں زرش کا کوئی ہاتھ نہیں ہے اس لیے اسے کچھ مت کہیں اور رہی بات طلاق یافتہ کی یا غیر مردوں کے پاس رہنے کی تو ایک بات میں بتا دوں آپ کو مجھے میری بہن کی پاکیزگی پر کسی طرح کا شک نہیں ہے۔۔ اگر آپ نہیں چاہتی ہم یہاں رہیں تو آپ بتا دیں میں اپنے اور زرش کے رہنے کا انتظام کہیں اور کروا لیتی ہوں۔۔۔۔ وہ آخر میں خود کو روکنے کے باوجود تلخ ہو گئی تھی اس نے روتی ہوئی زرش کو اپنے ساتھ لگایا تھا اور اس کی کمر سہلانے لگی تھی

کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے چپ چاپ یہاں رہو۔۔۔ پھپھو سخت لہجے میں بولی تھیں زمل ان کا جواب سنتی زرش کو اپنے ساتھ دوسرے روم میں لے گئی تھی

پھپھو جہاں پہلے زمل کو اپنے بیٹے کی دلہن بنانا چاہتی تھیں اب وہاں ہی انھیں زمل کا کردار میں بھی کھوٹ دکھائی دینے لگا تھا

بجو کیا واقعی ابا میری وجہ سے۔۔۔ وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر رو پڑی تھی

زرش ان کی موت کا وقت مقرر تھا یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ابا کا سایہ ہم پر نہیں رہا مگر ان کی موت میں تمھارا کوئی عمل دخل نہیں ہے اور پھپھو کی فضول باتوں کو سر پر سوار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ اس کا سر چومتے زمل نے اسے سمجھایا تھا

دن یونہی بے کیف گزرنا شروع ہوگئے تھے زمل گھر کا سارا کام کرنے لگی تھی زرش کا ایڈمیشن دوبارہ کالج میں کروادیا گیا تھا جس سے اس نے اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کردی تھی ماجدہ بیگم نے زرش کو کالج میں داخل کروانے پر کافی اعتراض کیے تھے مگر زمل نے ان کی کسی بات کو خاطر میں نہ لاتے رمیز سے بول کر زرش کا ایڈمیشن کروادیا تھا

پھپھو نے اپنے بیٹے کا دھیان دن بدن زمل کی طرف ہوتے دیکھ کر اس کے لیے رشتہ ڈھونڈنا شروع کر دیا تھا

امی آپ نے کہا تھا کہ آپ میری شادی زمل سے کریں گی اب ایسا کیا ہوگیا کہ آپ باہر میرا رشتہ ڈھونڈنے لگی ہیں ؟؟ رمیز نے حیرت سے ماجدہ بیگم سے سوال کیا تھا

تمھیں اب میں کیا بتاؤ رمیز ان دونوں کے کردار میں جھول ہے اور میں ایسی لڑکی کو اپنی بہو نہیں بنانا چاہتی جس کے کردار کی پاکیزگی کا بھی ہمیں معلوم نہ ہو۔۔۔پھپھو اسے زمل کی بتائی گئی ساری باتیں گوش گزار کر کے آخر میں بولی تھیں

ٹھیک کہا ہے امی میں ایسی لڑکی سے بالکل بھی شادی نہیں کر سکتا آپ میرے لیے باہر سے ہی کوئی رشتہ ڈھونڈ لیں۔۔۔ رمیز نے ہامی بھرتے کہا تھا

وہی رمیز جو زمل اور زرش سے خوشگوار لہجے میں بات کرتا تھا اب وہی اپنی ماں کی باتیں بتانے کے بعد انھیں منہ تک نہ لگاتا تھا اگر زرش یا زمل اس کو کسی کام سے بلا بھی لیتی تھیں تو وہ تلخ ہوجاتا تھا

رمیز کے رویے کو دیکھتے زمل نے جو بھی چیز لینی ہوتی تھی وہ خود اکیلی یا زرش کے ساتھ جاکر لے آتی تھی۔۔۔

ایک مہینے کے اندر اندر پھپھو نے رمیز کی شادی کر دی تھی رمیز کی بیوی آرزو نے آتے ہی زمل پر حکم چلانا شروع کر دیے تھے

زرش کو زمل کبھی کوئی کام نہ کرنے دیتی اور وہ کالج جاتی تھی اس وجہ سے اسے علم نہ تھا کہ زمل کتنا کام کرتی تھی۔۔۔

زمل کا دن بدن آرزو نے جینا حرام کر دیا تھا زرش اسے پھر جواب دیتی تھی مگر زمل خاموشی سے ان کے کام کردیتی تھی یہی وجہ تھی کہ آرزو زرش کے ہوتے زمل کو کوئی کام نہ کہتی تھی

پھپھو بھی آرزو کو کچھ نہ کہتی تھیں دن بھر وہ دونوں بیٹھ کر باتیں کرتی اور گدھوں کی طرح زمل سے کام کرواتی تھیں

ان کو ماجدہ کے پاس رہتے ہوئے پانچ مہینے ہوگئے تھے اور پچھلے تین مہینوں سے زمل کی زندگی پھپھو اور آرزو نے اجیرن کر دی تھی وہ اب زرش کو یہاں سے لے کر کہیں اور شفٹ ہونا چاہتی تھی اور اپنی پڑھائی بھی دوبارہ شروع کرنا چاہتی تھی مگر پھپھو اسے ایسا کرنے نہیں دے رہی تھی

****

یزدان خان اپنا کام مکمل کرتا دو دن بعد پشاور سے لوٹ چکا تھا وہ زرش سے ملنے کو بے تاب تھا وہ جانتا تھا کہ زرش ناراض ہوگی اور وہ اسے منانا چاہتا تھا اسی لیے وہ اس کے لیے راستے سے پھول لے کر آیا تھا

وہ خوشی خوشی گھر میں داخل ہوتا تھرڈ فلور کی جانب بڑھ گیا تھا وہ جیسے ہی مطلوبہ کمرے میں پہنچا تو اسے خالی پاکر وہ تیزی سے واپس نیچے گیا تھا

گل۔۔۔ گل۔۔۔ اس نے چیختے ہوئے سخت لہجے میں گل کو بلایا تھا

جی یزدان لالا۔۔۔ ؟؟ گل نے گھبراتے گھبراتے پوچھا تھا

زرش کہاں ہے گل ؟؟وہ اپنے کمرے میں کیوں نہیں ہے ؟؟ اس نے سرد لہجے میں پوچھا تھا

خان لالا نے اسے دو دن پہلے واپس گھر بھجوا دیا تھا۔۔۔گل کی بات سن کر اسے شدید غصہ آیا تھا

کون چھوڑنے گیا تھا ؟؟ اس نے گل سے استفسار کیا تھا

قاسم لالا۔۔۔ گل کا جواب سن کر وہ باہر گیا تھا اور قاسم سے پوچھ کر وہ زرش کے گھر گیا تھا مگر وہاں لگے تالے کو دیکھ کر اس نے پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ارد گرد موجود لوگوں سے پوچھا تھا

آپ کو پتا ہے یہ لوگ کہاں گئے ؟؟ اس نے زرش کے گھر کے ساتھ موجود گھر کو ناک کرتے باہر نکلنے والے آدمی سے پوچھا تھا

آپ کون جناب ؟؟ اس شخص نے الٹا اس سے پوچھا تھا

میں زرش کے کالج سے آیا ہوں مجھے ان سے ایک ضروری کام تھا۔۔۔یزدان نے بہانہ گڑھا تھا جس سے وہ شخص خاصا مطمئن تو نہ ہوا تھا مگر پھر بھی اس نے اسے جواب دے دیا تھا

وہ لوگ دو دن پہلے یہ گھر چھوڑ کر جا چکے ہیں اور یہ گھر بھی بک چکا ہے۔۔

وہ لوگ کہاں گئے ہیں ؟؟ یزدان نے بے چینی سے پوچھا تھا اتنی مشکل سے تو دو سال پہلے وہ اسے ملی تھی اب پھر وہ اسے کھو چکا تھا

پتا نہیں ان لوگوں نے بتایا نہیں وہ کہاں جا رہے ہیں۔۔۔ اس شخص کا جواب سن کر یزدان اس کا شکریہ ادا کرتا غصے سے اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا جب اسے یاد آیا تھا کہ اس نے زرش کے نیکلس میں ایک ٹریکر فیکس کروایا تھا لیکن وہ ابھی ایکٹیو نہیں کروایا تھا

اس نے فورا اپنا موبائل کھول کر اس ٹریکر کو ایک ایپلیکیشن کے ذریعے اون کیا تھا جس سے زرش کی لوکیشن اسے لاہور کی پتا چل رہی تھی وہ اس کے پاس جانے سے پہلے خان سے ایک بار بات کرنا چاہتا تھا تبھی وہ سنیک ہیڈکوارٹر گیا تھا

جہاں پہنچتے ہی وہ غصے میں بھرا اس کے آفس میں گیا تھا خان لاہور میں موجور سنیک ہیڈ کوارٹر کے مینجر سے میٹنگ کر رہا تھا جب یزدان غصے سے اس کے آفس میں داخل ہوا تھا خان نے اس پر ایک ناگوار نظر ڈال کر اپنی میٹنگ پورے اطمینان سے مکمل تھی یزدان بھی اس دوران لب بھینچ کر کھڑا رہا تھا

خان تم نے زرش کو بھیج کر اچھا نہیں کیا۔۔ تمھیں میں نے بتایا تھا کہ وہ میری محبت ہے۔۔۔ کتنے وقت بعد وہ مجھے دوبارہ ملی تھی مگر تمھاری وجہ سے میں اسے دوبارہ کھو چکا ہوں۔۔۔ یزدان اس کے میٹنگ ختم کرتے ہی سرد لہجے میں بولا تھا خان اسے سپاٹ چہرے کے ساتھ گھور رہا تھا

یزدان خان۔۔۔ تم اس وقت کس کے آگے بات کر رہے ہو اور کیسے کر رہے ہو اس کا خیال رکھو۔۔۔ اور رہی بات اس لڑکی کی تو اسے میں نے اس کے اصل گھر بھیج دیا تھا جہاں اسے ہونا چاہیے تھا۔۔ خان سپاٹ لہجے میں بولا تھا

خان---میں اس سے نکاح کر چکا تھا---یزدان کی بات پر خان نے حیرانگی سے اسے دیکھا یہ کب ہوا تھا ؟؟ اسے کیوں ابھی تک کسی نے نہیں بتایا تھا ؟ اگر اسے یزدان کا زرش کے ساتھ نکاح کا علم ہوتا تو شاید وہ زرش کو یہاں سے نہ بھجواتا----

وہ میری بیوی ہے خان اور اب مجھے یہ ہی علم نہیں وہ کہاں ہے --یزدان نے دکھ بھرے لہجے میں کہا تھا اس نے ٹریکر کا خان کو نہ بتانے کا فیصلہ کیا تھا

اس کو اداس دیکھ کر خان کو بھی ایک پل کو اپنے فیصلے پر پچھتاوا ہوا تھا مگر وہ صرف ایک پل تک ہی تھا

وہ لڑکی تمھاری بیوی بنتی یا نہ بنتی وہ تمھاری کمزوری ضرور بن چکی ہے یزدان اور اس کا تم سے دور رہنا تمھارے لیے ہی فائدہ مند ہے اس کو تلاش مت کرو اگر قسمت میں ہوا تو وہ تمھیں دوبارہ مل جائے گی--- خان نے سرد لہجے میں کہا تھا یزدان نے لب بھینچ کر اپنے سر کو خم دیا تھا خان کی بات کے مطابق اس نے کچھ دیر تک زرش سے دور رہنے کا ہی فیصلہ کیا تھا

وہ خان کے ساتھ بری طرح مصروف ہو چکا تھا دو مہینوں کے لیے وہ ایران گیا تھا جہاں ایک بہت ہی اہم شخص کو مارنے کی یزدان کو رقم ملی تھی دو مہینے کے کام میں اسے تین مہینے لگ گئے تھے ایران سے واپس آتے ہی وہ خان کے ساتھ افغانستان کام کے سلسلے میں چلا گیا تھا خان کو زرش کے جانے کے بعد یزدان کا چپ رہنا کھٹک رہا تھا مگر وہ ابھی صرف خاموش ہی تھا

دو مہینوں بعد وہ لوگ واپس پاکستان آئے تھے وہ دونوں اس وقت لاہور میں موجود تھا یہاں کے ہیڈ کوارٹر میں ان کی ایک اہم میٹنگ تھی اور خان کو یہاں کے ایک مشہور بزنس مین کو مارنے کا کام ملا تھا

وہ معصوم لوگوں کو نہیں مارتا تھا اور جس بزنس مین کو مارنا تھا اسے مارنے کے پیسے بھی اس کی بیوی نے ہی دیے تھے وہ شخص اپنی بیوی کو مارتا تھا اور اب اپنی پندرہ سالا بیٹی کا رشتہ لالچ میں چالیس سالہ مرد سے کرنے والا تھا تب اس کی بیوی نے خان سے رابطہ کیا تھا اور خان نے اس کا کام کرنے پر رضا مندی دی تھی

. . . .

زرش گاؤن پہنے نقاب کیے کالج سے باہر نکلتی مضبوط قدم اٹھاتی تیزی سے گھر کی طرف جا رہی تھی جب پیچھے سے کسی نے اچانک اس کے قریب آتے اس کی کلائی پکڑی تھی

خوف سے اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ پیچھے مڑنے لگی تھی جب مقابل کی سرگوشی سن کر اپنی جگہ ساکت رہ گئی تھی

زمازگیہ (میرے دل)۔یزدان کی دھیمے مگر گھمبیر لہجے میں کی گئی سرگوشی نے اس کی دھڑکن بڑھا دی تھی آہستہ سے پیچھے مڑتے اس کی نگاہیں چمکتی گرے آنکھوں سے ٹکرائی تھیں

ہمیں بات کرنی ہے ہمارے ساتھ آئیں۔۔یزدان کے لہجے میں انکار کی گنجائش نہ تھی مگر مقابل بھی زرش تھی جو خاموش تو رہ نہیں سکتی تھی

مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔۔وہ یزدان کو جواب دیتی دوبارہ چلنے لگی تھی

اگر ابھی اسی وقت آپ میرے ساتھ نہ چلیں تو رات کو آپ مجھے اپنے گھر کے باہر پائیں گی۔۔۔یزدان کی بات سن کر اس کے قدم ساکت ہوئے تھے

صرف دس منٹ ہے آپ کے پاس جو بات کرنی ہے جلدی کریں۔۔۔ وہ بے چین سی بولی تھی اگر اسے گھر جانے میں تھوڑی بھی دیر ہوجاتی تو زمل اس کے لیے پریشان ہو جاتی تھی

ایسے بات نہیں ہوسکتی میں کل کالج سے پک کرنے آؤں گا اوراب کی بار مجھ سے بھاگنے کی کوشش مت کرنا زما زگیہ ورنہ آپ کو ڈھونڈنے میں مجھے زیادہ پریشانی نہیں ہوگی۔۔۔ اس کو بے چین دیکھ کر یزدان نے اس سے کل بات کرنے کا سوچا تھا

زرش نے اسے پریشان نگاہوں سے دیکھا تھا پہلے ہی ان کی زندگی پھوپھو نے مشکل کی ہوئی تھی اب یزدان مزید اس کی زندگی اجیرن کرنا چاہتا تھا۔۔ وہ تلخی سے سوچتی بنا یزدان کو کوئی جواب دیتی وہاں سے چلی گئی تھی

یزدان بھی اس کے پیچھے قدم اٹھاتا اس کے گھر تک گیا تھا اس کی موجودگی اپنے پیچھے محسوس کرکے زرش سختی سے اپنے لب بھینچ گئی تھی زرش کو گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر وہ خاموشی سے واپس لوٹ گیا تھا

خان سے بہانہ بنا کر وہ یہاں زرش سے دو گھڑی بات کرنے آیا تھا مگر وہ بھی اسے صبح سے اس سے بات کرنے کا موقع نہ ملنے پر اب کی بار اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا

****

اسلام علیکم بجو !کمرے میں داخل ہوتے اس نے جائے نماز سمیٹتی زمل سے کہا تھا جو اسے دیکھ کر مسکرائی تھی

کیسا رہا آج کا دن ؟ --- روزانہ کا کیا گیا سوال زمل نے اس سے کیا تھا

بورنگ بس ٹیسٹ ہی ہوتے رہے سارے دن۔۔۔ وہ اپنا گاؤن اتار کر رکھتی منہ چڑھا کر بولی تھی زمل نے اسے دیکھ کر سر نفی میں ہلایا تھا وہ جب سے یہاں آئی تھی تب سے زرش کا پڑھائی سے دل بھی اٹھ گیا تھا

اب ایسے ہی لیٹ مت جانا اٹھو اٹھ کر فریش ہوجاؤ میں تمھارے لیے کھانا لائی۔۔۔ زمل اپنا حجاب کھولتی دوپٹہ گلے میں ڈالتی زرش سے بولی تھی

بجو کھانے میں کیا بنایا ہے ؟ اس نے سستی سے اٹھتے پوچھا تھا

دال چاول بنائے ہیں۔زمل نے اسے جواب دیا تھا

اففف شکر ہے ورنہ روز روز روٹی کھا کر میری بس ہوگئی تھی۔زرش منہ بنا کر بولی تھی زمل اس کی بات پر اداس ہوگئی تھی وہ جانتی تھی زرش کو چاول کتنے پسند ہیں مگر پھوپھو ، رمیز اور آرزو چاولوں کی نسبت روٹی زیادہ کھاتے تھے۔۔

اب جاؤ جلدی سے فریش ہوجاؤ میں کھانا لے کر آئی۔زمل اسے بولتی کمرے سے نکلی تھی جب وہ اپنے دھیان سے نکلتی کسی سے ٹکرائی تھی

خود کو سنبھالتے اس کی نگاہیں رمیز کے چہرے پر پڑی تھیں جو اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا زمل نے اس کو دیکھ کر فورا دوسری طرف مڑ کر جلدی سے اپنا دوپٹہ پھیلا کر سر پر لیا تھا

رمیز بھائی آپ کو کوئی کام تھا ؟ اس نے سخت لہجے میں پوچھا تھا

ہاں کھانا لگا دو مجھے آرزو امی کے ساتھ بازار گئی ہے۔اس کے چہرے پر نظریں گاڑھے وہ بول رہا تھا زمل کو آج پہلی دفعہ اس کی نگاہوں میں کھوٹ نظر آیا تھا

جی میں ابھی لگا دیتی ہوں۔وہ بول کر جانے لگی تھی جب رمیز کی بات سن کر وہ گھبرا گئی تھی

میرے کمرے میں لے آنا۔ رمیز اس کے سراپے کو دیکھتا ہلکا سا مسکرا کر بولا تھا

اگر آپ کو کھانا کھانا ہے تو خود جا کر کیچن سے لے لیں بجو آپ کی نوکرانی نہیں۔کمرے سے باہر نکلتی زرش رمیز کی بات سن کر جواباً بولی تھی زمل زرش کے آنے پر پرسکون ہوگئی تھی ورنہ اسے رمیز سے خوف آنے لگا تھا

رمیز نے اس چھٹانک بھر کی لڑکی کو غصے سے دیکھا تھا

اپنی زبان کو لگام دو زرش بھولو مت بڑا ہوں تم سے۔ رمیز نے اسے جھاڑا تھا

بھائی آپ جائیں میں آپ کو کھانا دے دوں گی۔بات بگڑتی دیکھ کر زمل فورا بولی تھی

ہمم۔۔پانچ منٹ میں گرم کھانا مجھے روم میں مل جائے۔رمیز سختی سے بولتا وہاں سے چلا گیا تھا

آپی رمیز بھائی بدل گئے ہیں۔رمیز کی پشت کو دیکھتی زرش اداسی سے بولی تھی

مشکل وقت ہمارے لیے تو آزمائش ہوتا ہی ہے مگر یہ ہمارے ارد گرد موجود لوگوں کا بھی امتحان ہوتا ہے سچا ساتھی وہی ہوتا ہے جو کھٹن راہوں میں کانٹوں کو دیکھ کر بھی آپ کا ساتھ دے۔۔بولتے ہوئے زمل کے ذہن میں جھماکے سے خان کی پرچھائی لہرائی تھی

صحیح کہا آپ نے بجو رمیز بھائی اور پھپھو کبھی ہمارے خیر خواہ تھے ہی نہیں ورنہ ابا کے جانے کے بعد پھپھو ہمارے ساتھ ایسا رویہ نہ رکھتی۔۔زرش بولتی ہوئی زمل کے ساتھ کیچن میں گئی تھی پہلے رمیز کا کھانا گرم کرکے زمل نے زرش کے ہاتھوں بھجوا دیا تھا پھر زرش اور اپنا کھانا ڈالتی وہ کمرے میں لے آئی تھی

دونوں ہلکی پھلکی باتیں کرتی کھانا کھانے لگی تھیں۔

****

کل رات ان کی میٹنگ سنیک ہیڈ کوارٹر میں تھی اسی سلسلے میں خان بیٹھا کچھ فائلز سمیٹ رہا تھا پانچ ماہ سے مسلسل کام کے بعد اب یہ آخری میٹنگ اور اپنے ٹارگٹ کو ختم کرنے کے بعد وہ دو مہینوں کے لیے صرف آفس ورک ہی سنبھالے گا

وہ لوگ لاہور میں موجود دی سنیک سروس کے انڈر آنے والے فائیو سٹار ہوٹل میں رہ رہے تھے یہ ٹاپ فلور پر موجود پینٹ ہاؤس تھا جو صرف خان اور یزدان کے لیے تھا یزدان خان کے کام سے گیا ہوا تھا اس لیے اس ٹائم خان اکیلا یہاں موجود تھا

فائلز سمیٹ کر اپنی جگہ رکھتا وہ بیڈ پر لیٹا تھا تاکہ کچھ دیر اپنی نیند پوری کرلے بیڈ پر لیٹتے ہی کچھ ہی دیر میں نیند کی وادیوں میں کھو گیا تھا

رات کے اندھیرے میں پینٹ ہاؤس کے نچلے فلور کے ایک روم میں موجود شخص کالا لباس پہنے کالے ہی رنگ کے ماسک سے خود کو چھپائے ایک لمبی سی تار کو ہک ڈال رہا تھا اس تار نما مضبوط رسی کو بیڈ سے باندھ کر واشروم کے لاک سے نکال کر اسے مضبوط بناتا وہ اس کے ایک کونے کو خود سے باندھتا بالکونی کی طرف گیا تھا

بالکونی میں جاکر اس کی گرل پر آہستہ آہستہ کھڑے ہوتے اس نے فاصلہ ناپا تھا اوپر والی بالکونی کا نچلے فلور سے کافی فرق تھا اس شخص نے دیوار پر موجود آؤٹ ڈور اے سی کو دیکھ کر مسکرایا تھا

اس پر احتیاط سے چھلانگ لگاتا وہ کافی فاصلہ طے کر گیا تھا اب کی بار اس نے کود کر اوپر والی بالکونی کی گرل کو نیچے سے تھاما تھا اپنے دونوں ہاتھوں سے گرل تھامتا وہ بالکونی میں کودا تھا

پورے پینٹ ہاؤس میں اندھیرا چھایا ہوا تھا اس شخص نے اپنی جینز سے ایک چھوٹی سی لائٹ نکالی تھی اور اس سے مطلوبہ راستہ دیکھتا وہ اس طرف جانے لگا تھا ایک ہاتھ میں گن پکڑے وہ چوکنا تھا

خان کے کمرے کے پاس پہنچتا اس نے اپنے دائیں بائیں احتیاط سے نظر ڈالتے روم کا دروازہ بنا آواز پیدا کیے آہستہ آہستہ کھولا تھا

وہ روم میں داخل ہوا تھا جب اس کی نگاہ بیڈ پر کمفرٹر اوڑھ کر لیٹے خان پر پڑی تھی بنا کچھ سوچے سمجھے اس نے اپنی گن سے ایک کے بعد کئی گولیاں چلائی تھیں مگر کمفرٹر کے نیچے سے خون کی بجائے تکیے کے پنکھ نکلتے دیکھ کر اس نے قریب آتے جھٹکے سے کمفرٹر اٹھایا تھا جہاں پر بیڈ پر خان کے وجود کا نام و نشان نہ تھا

اپنے پیچھے کسی کی موجودگی محسوس کر کے وہ مڑا تھا جب خان کو اپنے روبرو دیکھتے اس کے پسینے چھوٹ گئے تھے

اس نے تیزی سے اپنا گن خان کی طرف کرتے نشانہ لینا چاہا تھا جب خان نے اس کی ٹانگ پر گولی چلائی تھی جس سے وہ لڑکھڑا کر نیچے گرا تھا

کس نے تمھیں بھیجا ہے ؟ اس کے دائیں ہاتھ پر گولی چلاتے خان نے سرد لہجے میں پوچھا تھا

ک۔۔۔کلر۔۔ کلر نے بھیجا تھا۔۔۔وہ شخص چیخ کر بولا تھا

عبیر۔۔ عبیر ملک۔۔۔ کلر کا نام دہراتا وہ اس شخص کے قریب پنجوں کے بل بیٹھا تھا

کس نے بھیجا ہے تمھیں ؟ اب کی بار خان کے لہجے میں سفاکیت تھی وہ گن کو اس کے سر پر رکھے بولا تھا

شیر خان۔۔ شیر خان نے بھیجا تھا۔ اپنی موت قریب دیکھتے اس نے اصل شخص کا نام بتایا تھا

ٹھاہ۔۔اصل شخص کا نام سن کر خان نے اس کے سر میں گولی اتاری تھی

شیر خان۔۔ شیر خان۔۔۔ بلڈی ہل۔۔ اپنے نام نہاد باپ کا نام دہراتے وہ استہزایہ مسکرایا تھا شیر خان کا نام بولتے اس کے حلق میں کڑواہٹ گھل گئی تھی

تمھیں ختم کرنے سے پہلے میں مر نہیں سکتا شیر خان۔ اونچی آواز میں بولتا جیسے وہ شیر خان سے ڈائریکٹ ہم کلام ہوا تھا

ایک نظر اس شخص کو دیکھتے خان نے سکیورٹی کو کال کر کے اس کی باڈی کو ٹھکانے لگوانے کا آرڈر دیتے سب کو نیچے والے فلور پر ایک پندرہ منٹ میں میٹنگ کے لیے بلایا تھا

اس پر حملہ ہونا ایک بہت بڑا معاملہ تھا جو وہ اتنی آسانی سے نہیں چھوڑ سکتا تھا ہوٹل میں ان کے آدمیوں کے علاوہ کسی کو بھی گن لانا الاؤ نہیں ہے اور جب خان کا یہاں سٹے ہوتا تھا تو نچلے دو فلور خالی رہا کرتے تھے وہ فرنٹ ڈور سے آ نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے کودنے اور قدموں کی آواز پر فورا ہی خان اٹھ گیا تھا۔

****

زمل میرے کمرے میں آکر میری بات سنو۔۔پھپھو کی صحن سے آتی آواز سنتی زمل جو زرش کے ساتھ لیٹی باتیں کر رہی تھی فورا سیدھی ہوگئی تھی۔

زرش اب تم سو جاؤ کافی لیٹ ہو گیا ہے صبح کالج بھی جانا ہے۔زمل گیارہ بجے کا ٹائم دیکھتی زرش کا ماتھا عقیدت سے چوم کر بولی تھی۔

زرش نے مسکرا کر اپنی بہن کو دیکھا جس نے کبھی اسے ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی تھی۔

زمل اپنے کمرے سے نکلتی پھپھو کے کمرے میں چلے گئی تھی۔اسے رمیز اور آرزو کے کمرے سے اونچی آوازیں آ رہی تھیں مگر وہ اگنور کر گئی تھی اسے دوسروں کے معاملے میں گھسنا پسند نہ تھا۔

جی پھپھو آپ نے بلایا تھا ؟ وہ بیڈ پر بیٹھی ماجدہ بیگم کے پاس کھڑی ہو گئی تھیں۔

ہاں میرے پاس بیٹھو بیٹا۔پھپھو کے شیریں لہجے نے زمل کو پریشان کر دیا تھا۔

جی پھپھو ؟

تم تو میری سب سے پیاری اور فرمانبرادر بیٹی ہو۔۔اس کے منہ پر نرمی سے ہاتھ پھیرتی پھپھو ماجدہ نے کہا تھا۔

اب تمھارے ابا تو نہیں رہے اور تم دونوں میری زمہ داری ہو اس لیے میں نے ایک فیصلہ کیا ہے زمل۔۔زمل کو اپنے اردگرد خطرے کی گھنٹیاں سنائی دینے لگی تھیں۔

بیٹا میں تمھاری رمیز سے شادی کروانا چاہتی ہوں۔پھپھو کی باتوں پر اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔وہ کیسے ایک شادی شدہ مرد سے شادی کر سکتی تھی۔کیا پھپھو یہ چاہتی تھی کہ ساری زندگی اسے نوکرانی بنا کر کام لیں ؟

لیکن پھپھو رمیز بھائی کی شادی ہوچکی ہے۔زمل خود کو سنبھالتی بولی تھی۔

بھانج ہے وہ بگھوڑی۔۔اور مجھے وارث چاہیے جو وہ ساری زندگی نہیں دے سکتی۔لیکن میں رمیز کی شادی تم سے کرواؤں گی میری یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔پھپھوں کی خودغرضی سن کر زمل حیران رہ گئی تھی۔

کیا وہ اتنی مطلب پرست ہیں کہ اسے زبردستی اپنا فیصلہ تھوپ کر رمیز سے شادی کروانا چاہتی تھی۔

خدا کا خوف کریں پھپھو میری بہن بچے پیدا کرنے والی مشین نہیں ہے اور نہ ہی آپ کے اس شادی شدہ بیٹی کی ساری زندگی غلام بن کر رہے گی۔ اگر اتنے ہی پوتے پوتیوں جا آپ کو شوق ہے تو اڈاپٹ کروا لیں۔زرش جو پانی پھسنے کے لیے کیچن جا رہی تھی متجسس سی ہوتی پھپھو کے کمرے کے باہر کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی وہ تو بھڑک ہی اٹھی تھی۔

اپنی زبان کو لگام دو زرش۔۔شادی تو زمل کی رمیز سے ہی ہوگی۔پھپھو بھی جواب چیخ اٹھیں تھی۔

ایک منٹ چپ رہو زرش۔۔زرش کو زمل نے ہاتھ اٹھا کر چپ کروایا تھا۔

پھپھو آپ کا ہم پر احسان ہے آپ نے ہمیں مشکل وقت میں پناہ دی مگر اس احسان کا بدلہ میں آپ کے بیٹے سے شادی کر کے نہیں چکا سکتی آپ کو اگر رمیز بھائی کی شادی کروانی ہے تو باہر سے رشتہ ڈھونڈ لیں لیکن میں نہیں کروں گی۔

زمل علیم الدین مت بھولو کس کو جواب دے رہی ہو۔ مجھے امید نہیں تھی تم دونوں اتنی زبان دراز ہوگی تمھارے ابا نے زبان دی تھی زمل کی شادی رمیز سے ہوگی اگر تم اپنے ابا کی زرا بھی عزت کرتی تھی تو مان جانا۔۔

پھپھو نے انھیں اموشنل کرنا چاہا تھا جس کا زرش پر تو کچھ خاصا اثر نہ ہوا مگر زمل سر جھکا گئی تھی۔اپنے ابا کی عزت اور زبان کا خیال کرتے اس نے سر کو خم دیتے رضامندی ظاہر کی تھی۔

زرش نے احتجاج منہ کھولنا چاہا تھا جب زمل اسے کھینچتی ہوئی کمرے سے لے گئی تھی۔

بجو یہ آپ کیا کر رہی ہیں ؟ وہ جان بوجھ کر آپ کو پھنسا رہی ہیں۔زرش چیخ کر بولی تھی

زرش یہ میری زندگی کا فیصلہ ہے اس میں تمھارا کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے تم اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔۔

زمل نے سختی سے کہا تھا۔زرش لب بھینچ گئی تھی۔اس کے بعد وہ دونوں ہی اپنی اپنی سوچوں میں گم ہوکر لیٹ گئی تھیں مگر نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

****

یزدان رات کو دیر سے واپس آیا تھا جب اسے خان پر حملے کا پتا چلا ان کو پتا چلا تھا عبدالمنان نامی ہیکر نے سسٹم سے چھیڑ چھاڑ کی تھی جس کی وجہ سے خان کی سیکیورٹی کو بھی علم نہ ہو پایا تھا۔

خان صبح ہوتے ہی اس شخص کی باڈی شیر خان کو پارسل کروا چکا تھا۔وہ بے شک اس کا باپ تھا مگر صرف نام کا ہی۔

ہیڈ کوارٹر کے اکاونٹس میں آج کل کچھ گڑبڑ ہو رہی تھی کافی پیسے اکاؤنٹس میں جانے کی بجائے غائب ہو رہے تھے۔اس کام کے پیچھے چھپے شخص کو ڈھونڈنے کا کام خان نے یزدام کے زمے لگا دیا تھا۔

جبکہ خان خود اپنی کلائنٹ سے ملنے چلا گیا تھا۔جس نے اسے مارنے کی جگہ اور وقت کا بتایا تھا تاکہ وہ اس مطابق خود کو مظلوم ثابت کرسکے۔اس نے خان کو کچھ پیپرز بھی دینے تھے جس پر اسے اپنے شوہر کے مرنے سے پہلے سائن چاہیے تھے۔خان بھی اس کی ساری بات سن کر دوبارہ اس سے ملنے چلا گیا تھا۔ورنہ دو بار کسی سے ملاقات کرنا اسے پسند نہ تھا۔

یزدان صبح صبح کام کرنے کے لیے سنیک ہیڈکوارٹر چلا گیا تھا۔اس نے پہلے ساری ٹرانسیکشنز چیک کی تھی۔اکاؤنٹنٹ کا کام پانچ لوگ سنبھالتے تھے۔وہ کسی پر الزام لگاکر مجرم کو خبردار نہیں کرنا چاہتے تھے سارا کام خاموشی سے کیا جا رہا تھا۔

****

پھپھو نے صبح صبح ہی زمل اور رمیز کا نکاح جمعہ کو کرنے کی خبر سنا دی تھی۔زمل تو سپاٹ تاثرات سے سر ہلا گئی تھی مگر زرش زمل سے ناراض ہوتی بنا ناشتہ کیے گھر سے نکل گئی

تھی۔آرزو بھی اس نکاح سے خاصی نا خوش تھی۔صرف رمیز اور پھپھو ہی اس شادی پر خوش نظر آ رہے تھے۔

زرش جلی بھنی کلاس میں بیٹھی تھی صبح سے موڈ خرابی کی وجہ سے آج ہونے والا سرپرائز ٹیسٹ بھی اس کا اچھا نہیں ہوا تھا۔

زرش علیم الدین آپ کو پرنسپل بلا رہی ہیں۔اپنے نام کی پکار پر وہ حیرت زدہ ہوتی اٹھی تھی۔

اب پتا نہیں پرنسپل کیا کہیں گے آج کا میرا دن ہی خراب ہے۔ہائے اللہ مجھے تو بھوک بھی لگ گئی ہے۔وہ اپنے پیٹ سے آتی آوازوں کو سنتے شرمندہ سی ادھر ادھر دیکھتے تیزی سے پرنسپل کے آفس بھاگی تھی۔

ہلکا سا ناک کرتے وہ اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئی تھی۔

اسلام علیکم میڈم جی۔اس نے جاتے ہی سلام ٹھوکا۔پرنسپل کے سامنے بیٹھی ہستی اس کی آواز سنتی مسکرا اٹھی تھی۔

وعلیکم اسلام زرش آپ کے ہسبینڈ آپ کو لینے آئے ہیں آپ کو ہالف لیو دے دی گئی ہے آپ اپنا بیگ لے آئیں۔میڈم کے بولتے ہی مسکراتا ہو یزدان اس کی طرف مڑا تھا۔

زرش نے منہ بگاڑا تھا وہ کچھ بولنا چاہتی تھی مگر میڈم کے سامنے چپ ہوتی پاؤں پٹختی اپنا بیگ لینے چلی گئی تھی۔

مجھے بھوک لگی ہے۔۔گاڑی میں بیٹھی آدھے گھنٹے سے سفر کرتی وہ بھوک برداشت نہ ہونے پر بلبلاتی ہوئی شرمندہ سی بولی۔

بس دس منٹ ہم پہنچنے والے ہیں۔اس کے بھوک سے نڈھال ہوتے چہرے پر نظر ڈالتا یزدان نرم لہجے میں بول رہا تھا۔

افف مجھ سے بھوک برداشت نہیں ہو رہی آپ یہاں گاڑی روکیں اور مجھے کھانے کو لے کر دیں۔وہ حجاب کے حالے میں چہرہ چھپائے منہ پھولا کر بیٹھی یزدان کو کیوٹ سی بچی لگ رہی تھی۔

ہم یہاں رک نہ سکتے۔وہ بے بسی سے بولا تھا یہاں رکنا مطلب لوگوں کی نظروں میں آنا اور یزدان جانتا تھا ایک بار اس کے دشمنوں کو زرش کے بارے میں پتا چل گیا تو اس کی جان خطرے میں پڑ سکتی تھی۔

مجھے کہیں نہیں جانا واپس لے کر چلیں۔۔وہ غصے سے بولی تھی۔

زمازگیہ بس پانچ منٹ۔۔وہ اس کے غصے سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کر اپنی مسکراہٹ دبا کر بولا تھا۔زرش اسے گھورتے ہوئے رخ موڑ کر بیٹھ گئی تھی۔

یزدان اسے ایک گھر میں لے کر آیا تھا۔وہ گھر چھوٹا تھا لیکن ہر چیز نفاست سے سجائی گئی تھی۔زرش اس کے ساتھ چلتی گھر میں داخل ہوئی تھی جب لعزیز کھانوں کی خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔

کیا گھر میں کوئی نہیں ہے ؟ گھر میں کسی کو موجود نہ پاکر زرشنے پوچھا۔

نہیں ملازم تھے وہ اپنے گھر جا چکے ہیں آپ آئیں پہلے کھانا کھاتے ہیں پھر بات کریں گے۔یزدان کے بولنے پر وہ فورا اس کے پیچھے کیچن میں بھاگی تھی۔

وہ دونوں خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے جب یزدان کو دیکھتے زرش کی آنکھیں چمکی اس نے غور سے یزدان کو دیکھتے سوچنا شروع کیا تھا۔

میرا چہرہ زیادہ پیارا لگ رہا ہے زمازرگیہ ؟ اس کی نظریں اپنے چہرے پر جمی محسوس کرتے یزدان نے شرارت سے پوچھا۔

ہاں۔۔وہ اسے مسکراہٹ پاس کرتی بولی تھی یزدان کو اس کی مسکراہٹ سے کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا تھا۔

****

گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہوچکی تھی۔ویسے تو رمیز اور زمل کا نکاح سادگی سے ہونا تھا مگر پھپھو ماجدہ نے زمل کو رمیز کی فرمائش پر نیا جوڑا بھی دلوا دیا تھا۔

کل زمل کا نکاح تھا اس لیے پھپھو اس سے کوئی کام نہیں کروا رہی تھی۔زرش نے ویسے ہی بول چال زملسے بند کر رکھا تھا۔

تمھیں شرم نہیں آئی میرے شوہر کو پھنساتے ہوئے ۔زمل چھت پر بیٹھی تھی جب آرزو اس کے سر پر آتی بدلحاظی سے گویا ہوئی۔

اوہ بی بی میری بہن کو بولنے کی بجائے اپنے شوہر سے پوچھو اسے کیوں اتنی آگ لگی ہے میری بہن سے شادی کرنے کی۔زرش جو آرزو کے پیچھے اس سے بات کرنے آئی تھی اس کی باتیں سنتی وہ ناگواریت سے چیخی۔

زرش کیسے الفاظ استعمال کر رہی تم۔۔زرش کے منہ پھاڑ کر بولنے پر زمل نے اسے سرزنش کیا۔

اب کیوں روک رہی ہو سو گز لمبی اس کی زبان ہے اس جیسی بدکردار لڑکی کو زندہ جلا دینا چاہیے۔آرزو کی بات پر زمل نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔

آرزو اچھا ہوگا تم ہمیں قصور وار ٹھہرانے کی بجائے اپنے شوہر سے جا کر بات کرو۔ارد گرد موجود گھر کی چھتوں پر ان کی اونچی آواز سے جمع ہوتے لوگوں کو دیکھتے زمل اپنا چہرہ ڈھکتی سرعت سے بولے زرش کا ہاتھ تھام کر اسے نیچے لے گئی تھی۔

زرش تمھیں قسم لگے میری اب کسی کے آگے زبان مت چلانا۔اس کے سامنے ہاتھ جوڑتی زمل التجائیہ بولی تھی۔

لیکن بجو۔۔

زرش جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی کرنا۔۔۔وہ اپنی قسمت قبول کر چکی تھی اب زرش کی باتیں اسے مزید تکلیف میں مبتلا کر رہی تھیں۔

اچھا بجو آپ سے میں نے ایک بات کرنی ہے۔۔زرش نروس سی لگ رہی تھی۔

ہاں بولو۔اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھتے زمل نے پوچھا۔

بجو میں نے آپ سے ایک بہت بڑی بات چھپائی ہے۔۔وہ خشک ہوتے ہونٹوں کو تر کرتی ممنائی۔

کیسی بات ؟

بجو جب۔۔جب میں کیڈنیپ ہوئی تھی نہ۔۔تب یزدان خان نے مجھ سے نکاح کیا تھا۔

ک۔۔کس نے ؟زمل نے اٹکتے ہوئے پوچھا۔

یزدان سے وہ خان کا دوست ہے۔۔زرش نظریں جھکائے بول رہی تھی۔

اتنے مہینوں بعد یہ بتانے کا مقصد ؟ مجھے شدید افسوس ہوا زرش کہ تم مجھ پر اتنا بھروسہ نہیں کر پائی مجھے یہ بات بتا پاؤ۔۔۔یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے یہ تمھاری ساری زندگی کا سوال ہے۔۔زمل دکھ سے بولی

اب کہاں ہے وہ بات ہوتی ہے اس سے تمھاری۔۔زمل نے پوچھا تھا زرش نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

اب مجھ سے کوئی جھوٹ مت بولنا زرش اور اب اس شخص کو بھی ڈھونڈنا پڑے گا۔۔وہ زرش کو لے کر کافی پریشان ہوگئی تھی۔

بجو آپ فکر مت کریں۔۔

کیسے فکر نہ کروں تمھارا مجھے ہی سوچنا پڑے گا۔۔اب چپ چاپ سو جاؤ مجھے تم سے بات نہیں کرنی۔اہ خفگی سے بولتی لیٹ گئی تھی۔

زرش معصوم منہ بنا کر اس کے اوپر گری تھی۔

بجو آپ جانتی ہیں نہ مجھ سے ناراض نہ ہوں پہلے بھی دو دن سے آپ مجھ سے بول نہیں رہیں۔ وہ زمل کے گال سے گال ملاتی لاڈ سے بولی تھی۔

اچھا بابا نہیں ہوں ناراض چلو اب سوجاؤ۔۔زرش اسے زور سے گلے لگاتی سو گئی تھی مگر صبح کا سوچتے زمل نہیں

****

صبح ہوتے ہی ہر طرف گہما گہمی کا ساماں تھا پھپھو نے سارے محلے کو مدعو کر ڈالا تھا محلے دار بھی ایسے کے گھر میں ہوتی زرا سی بات پر بَی کان لگاۓ بیٹھے آرزو کی طرف سے کسی ہنگامے سے لطف اندوز ہونا چاہتے تھے۔

گولڈن سکن رنگ کا پاؤں تک فراک پہنے سر پر سکن کلر کا حجاب کیے ساتھ سرخ رنگ کی چنری اوڑھے زمل کو مکمل تیار کر دیا گیا تھا۔

زرش ایک بار بھی اسے دیکھنے نہیں آئی تھی۔محلے کی ہی ایک لڑکی نے زمل کا میک اپ کرنا چاہا تھا مگر زمل نے صاف انکار کر دیا تھا مگر اس لڑکی کے اسرار پر اس نے لائٹ پنک سی لپ اسٹک لگا لی تھی۔

وہ لڑکی اسے کمرے میں اکیلا چھوڑ کر جا چکی تھی۔زمل کو کوئی خوشی محسوس نہیں رہی تھی اگر بات علیم الدین صاحب پر نہ جاتی تو وہ کبھی نہ مانتی۔

اپنی سوچوں میں وہ اس قدر گم تھی کہ کمرے کے اندر کسی کے آنے پر بھی وہ اپنے خیالوں میں ہی غلطاں رہی تھی۔

زمل ؟ گہری بھاری آواز اپنے قریب سے سن کر وہ اچھل پڑی تھی چنری منہ سے اترتی سر سے سرک گئی تھی۔

خان ؟ اس نے حیران سے خان کو دیکھا تھا۔

خان نے اس کے چہرے پر نظر ڈالتے رخ پھیڑ لیا تھا۔زمل اس کے اس طرح مڑنے پر حیران ہوئی پھر اپنے منہ پر چنری نہ پاتے وہ بھی رخ پھیر گئی تھی۔

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں ؟ اگر کسی نے آپ کو یہاں دیکھ لیا تو میرے لیے بہت بڑا مسئلہ ہو جائے گا۔وہ پریشانی سے بول رہی تھی۔

آپ پلیز جائیں یہاں سے۔وہ خان کے کچھ نہ بولنے پر دوبارہ بول اٹھی تھی۔

میں تمھیں لینے آیا ہوں۔۔ کچھ منٹوں بعد اس کی گھمبیر آواز کمرے کی خاموشی میں گونجی تھی۔

کیا۔۔وہ ابھی بولی ہی تھی جب اچانک کمرے کا دروازہ کھولتے آرزو نے چیخنا شروع کیا تھا۔

امی دیکھ لیں اپنی بھیتیجی نکاح کے دن کسی غیر کو کمرے میں بلائے بیٹھی ہے۔۔آرزو کی آواز پر صحن میں بیٹھے سب لوگ زمل کے کمرے کے باہر جمع ہونے لگے تھے۔

زمل کا رنگ فق ہو گیا تھا سب کی نظریں خود پر محسوس کرتے۔زرش جلدی سے سب کو پیچھے کرتی زمل۔ کے پاس آئی تھی۔

بجو آپ ٹھیک ہیں ؟ اس نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

ارے کمبخت میں سمجھتی تھی یہ اچھی لڑکی ہوگی مجھے کیا پتا تھا اس کو بھی اپنی بہن کے رنگ چڑھے ہوئے ہیں۔۔خان کو دیکھتی پھپھو سب کے سامنے بے عزتی محسوس کرتی چیخ کر بوک پڑی تھیں۔

پھپھو جیسا آپ سوچ رہی ہیَ ویسا نہیں ہے پلیز میرا یقین کریں۔۔زمل اپنی عزت کا جنازہ نکلتے دیکھ گڑگڑانے پر آگئی تھی۔

مجھ سے شادی نہیں کرنی تھی تو صاف صاف بتا دیتی اپنے آشنا کے ساتھ بھاگنے کی کوشش کرنا ضروری تھا۔۔رمیز غصے سے بھرا خان کو دیکھ کر زمل کو طنزیہ بولا تھا۔

بڑی پاکیزہ بنتی ہے چہرہ ایسے چھپا کر رکھتی تھی جیسے پتا نہیں کتنی پاکباز ہو۔

آج کل کی لڑکیوں کا بھروسہ نہیں ہے۔

زمل منہ پر ہاتھ رکھے لوگوں کی باتوں پر رو رہی تھی۔

باپ کا سایہ نہیں ہے سر پر تبھی اتنی آزادی سے اپنے آشنا کو بلایا تھا۔

ان جیسی لڑکیوں کو غیرت کے نام پر جلا دینا چاہیے تھے۔

چپ ایک دم چپ اگر اب کسی نے کچھ کہا تو اسے غیرت کے نام پر میں جلا دوں گا۔۔ان سب کی آوازیں سن کر جھنجھلاتا خان غصے سے بولتا سب کو خاموش کروا گیا تھا۔

ماجدہ بہن اپنی بھتیجی کا اس ہی لڑکے سے نکاح پڑھا کر نکالو گھر سے ہم ان جیسی لڑکیوں کو اپنے محلے میں نہیں رکھ سکتے۔ایک بزرگ آدمی کے بولنے پر سب نے ہامی بڑھتے خان اور زمل کو دیکھا تھا۔

میں کوئی نکاح نہیں کروں گا راستہ دو مجھے۔ عجیب پاگل لوگ ہیں۔خان ان کو دیکھتا تیز لہجے میں بولا تھا۔

ہم پر تمھارا یہ روب نہیں چلے گا۔۔مولوی صاحب آئے بیٹھے ہیں ان کا نکاح پڑھوا دو بہن ماجدہ۔۔وہی بزرگ آدمی دوبارہ بولا۔

خان کا دل کر رہا تھا اپنی گن نکال کر اس آدمی کا دماغ اڑا دے جس میں خناس بڑھا پڑا تھا۔

یہ زور زبردستی مجھ پر نہیں چلے گی۔۔وہ غصے سے دھاڑا تھا۔

تمھاری وجہ سے ہمارے سر میں خاک پڑی ہے اب ہم اس کو اپنے گھر میں نہیں رکھیں گے چپ چاپ نکاح کرلو ورنہ پولیس کو بلوا لیں گے۔۔ماجدہ بیگم نفرت سے زمل اور زرش کو دیکھتی پھنکاری تھیں۔

میں کسی سے نہیں ڈراتا بلوا لو جسے بلوانا ہے۔۔خان کبھی کسی کے قابو میں آنے والا نہیں تھا۔

خان آپ کو خدا کا واسطہ میری بہن سے نکاح کر لیں۔۔زرش روتی ہوئی زمل کو گلے لگائے نم آواز میں بھیگی آنکھوں سے خان کو دیکھ کر بول رہی تھی۔

اس کے لہجے کی بے بسی خان کو بہت کچھ یاد دلا گئی تھی۔

پلار آپ کو خدا کا واسطہ اس کو مت ماریں۔۔روتے بلکتے آٹھ سال کے خان نے شیر خان سے التجا کی تھی۔

میں نکاح کروں گا۔وہ زمل کے لرزتے سراپے کو دیکھتا نظریں پھیر گیا تھا۔

زمل ولد علیم الدین آپ کا نکاح ایک لاکھ روپے سکہ راجہ الوقت زرخان ولد شیر خان سے کیا جاتا ہے کیا آپ کو قبول ہے ؟

قبول ہے۔۔قبول ہے۔۔قبول ہے۔۔زمل نے جواب دیتے اپنی سسکی روکی تھی۔

بلیک قمیض شلوار میں کندھے پر چادر اوڑھے پشاوری چپل پہنے خان نے بھی مجبورا نکاح قبول کیا تھا۔

یہ سوچ کر ہی کہ اس کا وجود خان کی زندگی میں ان چاہا ہے زمل کا دل دھاڑیں مار مار کر رونے کو کیا۔

اپنی اس بہن کو بھی ساتھ لے کر جاؤ۔۔شکر ہے تم دونوں سے جان چھوٹی اللہ ایسی اولاد کسی کو نہ دے۔شکر ہے میرا بھائی یہ دن دیکھنے سے پہلے مر گیا۔

پھپھو ہم خود شکر کرتے ہیں ابا آپ کا یہ ناگنوں والا چہرہ نہیں دیکھ پائے شکر ہے اب ہم اس گھر میں نہیں رہیں گے۔آپ کو آپ کا یہ گھر مبارک مگر یاد رکھیے گا۔دوسروں کو دکھ دینے والے خود بھی کبھی خوش نہیں رہتے۔ زرش جو سارے معاملے کے درمیان خاموش تھی۔پھپھو کی بات سنتی غصے سے بولی تھی۔

بی بی تم جیسی بدکرداروں کو میں خود اپنے گھر نہیں رکھنا چاہتی نکلو میرے گھر سے۔۔پھپھو کے بولنے پر زمل نے زرش کا ہاتھ دبایا تھا۔

پھپھو آپ نے ہمیں شکل وقت میں یہاں پناہ دی آپ کا شکریہ۔زمل بھاری آواز میں بول رہی تھی۔

پھپھو زمل کو دیکھتی نخوت سے چہرہ موڑ گئی تھی۔خان کے بولنے پر زرش کمرے سے اپنا اور زمل کا ضروری سامان لے آئی تھی۔

خان۔۔زرش کار کی بیک سیٹ پر زمل کے ساتھ بیٹھی تھی زمل تو اس کے کندھے پر سر رکھے سو گئی تھی۔

یزدان کیوں نہیں آئے۔۔اس نے دھیمے لہجے میں حیرانی سے پوچھا۔

اسے ایک ضروری کام تھا۔خان نے لب بھینچ کر جواب دیا۔

زرش جواباً سر ہلاتی خاموش ہوگئی تھی۔اس نے یزدان سے رمیز کو کیڈنیپ کرنے کا کہا تھا تاکہ نکاح نہ ہو اسی لیے جب خان کو زمل کے روم میں دیکھا تو وہ کافی پریشان اور حیران رہ گئی تھی۔

****

: کچھ دن پہلے

کیا آپ میرا ایک کام کر دیں گے۔کھانے پر ہاتھ صاف کرنے کے بعد وہ امید سے یزدان کو دیکھ رہی تھی۔

کیسا کام ؟ یزدان اسے اشتیاق سے دیکھ رہا تھا۔

میری پھپھو میری بجو کی اپنے بیٹے سے دوسری شادی کروانا چاہتی ہیں۔لیکن مجھے وہ پسند نہیں ویسے بھی وہ بجو کو مجبور کر کے ان کی شادی کروا رہی ہیں۔آپ نے بس یہ کرنا ہے کہ رمیز بھائی مطلب دلہے کو کیڈنیپ کرنا ہے۔۔وہ ساری بات بتاتی اب یزدان کا چہرہ تک رہی تھی۔

اس کے بدلے میں مجھے کیا ملے گا۔وہ لب دبا کر زرش کو دیکھا رہا تھا۔

آپ جو کہیں گے وہ میں کروں گی مگر پلیز آپ میری ہیلپ کردیں۔وہ معصوم منہ بناتی اپنی کالی آنکھیں جھپکاتی بول رہی تھی۔

ٹھیک ہے اب یہ بتاؤ کس دن کیڈنیپ کرنا ہے تمھارے بھائی کو۔۔وہ دانت کچکچاتا بولا تھا۔

جمعہ کو مجھے بڑی امید ہے آپ سے۔ٹائم سے کام کر دیجیے گا۔وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

اب ہماری یہ ڈیل یاد رکھنا۔۔ زرش کو نظروں کے حصار میں لیتا وہ مسکایا تھا۔زرش نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

کچھ دیر وہ یزدان کے ساتھ پلاننگ کرتی رہی تھی پھر یزدان اسے واپس چھوڑ آیا تھا۔

****

وہ لوگ راستے میں ہی تھے جب ان ر فائرنگ سٹارٹ ہوئی تھی۔گولی کی تیز آواز پر زمل کی آنکھ فورا کھل گئی تھی۔اس نے پریشانی سے خان اور زمل کو دیکھا تھا۔

نیچے جھکو۔۔خان کی آواز پر زمل نے زرش کو کندھے سے تھامتے نیچے جھکایا تھا۔

ڈیش بورڈ سے اپنی گن نکالتے اس نے بیک مرر میں دیکھا تھا ان کے پیچھے ایک کالی گاڑی تھی۔گاڑی بلٹ پروف تھی اس لیے گاڑی کو کچھ ہو نہیں سکتا تھا۔لیکن وہ لوگ ٹائر پر نشانہ لے رہے تھے۔

گاڑی کی سپیڈ تیز کرتے اس نے ایک نظر زمل اور زرش پر ڈالی تھی۔جو ایک دوسرے کو مضبوطی سے حصار میں لیے بیٹھی تھیں۔

ماضی کی ایک درد ناک یاد اس کے دماغ میں جھماکے سے آئی تھی۔اس کی سٹیرنگ ویل پر گرفت ڈھیلی پڑی تھی۔زرش اور زمل کے چیخنے پر ہوش کی دنیا میں آتے اس نے ایکسلریٹر پر پاؤں رکھتے سپیڈ مزید بڑھا دی تھی۔

میں جب گاڑی روکوں گا تم دونوں باہر نکل کر سفید رنگ کی گاڑی میں بیٹھ جانا۔زرش تم قاسم کو پہنچانتی ہو نہ وہ ہی گاڑی میں ہوگا۔۔خان کی بات سنتے وہ دونوں مزید ڈر گئے تھے۔

قاسم کو وہ پہلے ہی موبائل سے میسج کر چکا تھا۔قاسم کو رات کو ہی اس نے یہاں بلایا تھا۔وہ اپنی پچھلی گاڑی کو مشکل سے چکما دے کر نکلا تھا۔

اترو ابھی۔۔اس کے بولنے پر وہ دونوں جلدی سے گاڑی سے نکلتے سفید گاڑی میں بیٹھ گئی تھیں۔

اسلام علیکم قاسم لالا۔۔زرش گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔

وعلیکم اسلام بھابھی۔۔اس نے جواب دیا تھا۔

زمل کی پریشان نظروں نے خان کی گاڑی کو دور جاتے دیکھا تھا۔

یزدان کہاں مصروف ہیں ؟ زرش کا شاید زیادہ بولنے کا دل کر رہا تھا۔

وہ زخمی ہیں بھابھی رات کو ان کو دو جگہ گولی لگی ہے۔قاسم نے اسے سچ بتایا تھا۔زمل دعائیں پڑھتی سیٹ سے سر ٹکائے بیٹھی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

کیا ؟ لیکن خان نے بتایا وہ کسی کام سے گئے ہیں ؟ اب کیسے ہیں وہ ؟ زرش نے تھوڑا پریشانی سے پوچھا۔

یہ تو روز کا معمول ہے ان کو کچھ نہیں ہوتا۔قاسم نے تسلی بھی کچھ عجیب سے انداز میں دی تھی۔

یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ؟ زرش کو ان کے کام کا کچھ علم نہ تھا۔

میں اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا بھابھی۔قاسم کی بات پر وہ لب بھینچ گئی تھی۔جبکہ زمل کو ان کے کام کا خاصا علم تھا اسی وجہ سے وہ خان کے لیے فکر مند تھی۔

****

بہاولپور کی یونیورسٹی میں ایک لڑکی چادر میں منہ چھپائے نظریں اردگرد سہمی نظروں سے دیکھتی چل رہی تھی آنکھوں میں ایک انجانہ خوف لیے وہ چادر کو مضبوطی سے مٹھیوں میں بھینچی ہوئی تھیں۔

چہرے کا آدھا حصہ چادر میں چھپائے وہ تیز تیز قدم اٹھاتے چل رہی تھی۔لمبی چادر ہونے کی وجہ سے وہ اپنی ہی چادر میں پھنستی زمین پر گر پڑی تھی۔

اردگرد کھڑے سٹوڈنٹس اسے نیچے گرے دیکھ کر ہنس پڑے تھے۔وہ بنا کوئی آواز نکالے دوبارہ کھڑی ہو گئی تھی۔چادر کو کھسکا کر اس نے ماتھے تک کر لیا تھا اپنا بیگ دوبارہ کندھے پر اٹھائے وہ چلنے لگی تھی جب ایک لڑکی نے اس کا راستہ روکا۔

آپ کوچوٹ تو نہیں لگی ؟ اس نے شاید اسے گرتے دیکھ لیا تھا۔

وہ شرمندہ سی ہوتی خاموشی سے سر نفی میں ہلا گئی تھی۔اسے ایک نظر دیکھتی وہ دوبارہ چلنے لگی تھی

میرا نام ماہم ہے آپ کا نام کیا ہے ؟ ماہم نامی لڑکی نے اس کے ساتھ چلتے چلتے پوچھا۔

زرتاشہ۔۔وہ سرگوشی میں بولی تھی۔

واؤ یہ بہت خوبصورت نام ہے۔۔وہ بات کو طول دے رہی تھی۔

تم کہاں جا رہی ہو ؟ ماہم نے مسکاتے پوچھا۔

ک۔کلاس میں۔زرتاشہ نے بنا اس کی طرف دیکھت جواب دیا تھا۔

یار تم بولتی نہیں ہو؟ ماہم کے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔اس کی حرکت پر ماہم کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔

اس نے چادر مزید چہرے پر کھسکتے نفی میں سر ہلایا تھا۔اپنے ڈیپارٹمنٹ میں پہنچ کر وہ تیزی سے ماہم کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ گئی تھی۔

****

یہ یزدان لالا کا کمرہ ہے۔قاسم ان دونوں کو پینٹ ہاؤس میں لے کر آیا تھا۔وہ دائیں طرف بنے کمرے کی طرف اشارہ کرتا بولا تھا۔

قاسم بھائی خان کا کمرہ کونسا ہے یہ بھی بتا دیں ؟ زرش زمل کو چپ کھڑے دیکھ کر پوچھنے لگی تھی۔

خان لالا کا ؟ اس نے حیرت سے پوچھا۔

جی یہ ان کی بیوی ہیں ان کے کمرے میں ہی جائیں گی۔زرش نے آنکھیں چھوٹی کر کے قاسم کو گھورا۔

بیوی ؟ اس بار قاسم کی آنکھوں میں حد سے زیادہ بے یقینی تھی۔

آپ کو کیا لگتا ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں ؟ وہ کمر پر ہاتھ رکھتی لڑاکا طیارہ بن گئی تھی۔

ن۔نہیں آئیں خانم میں آپ کو خان لالا کا روم دیکھتا ہوں۔قاسم زرش کے بولنے پر فورا سیدھا ہوا تھا۔

آپ مجھے گیسٹ روم دکھا دیں۔زمل شائستگی سے بولی تھی۔

لیکن بجو۔۔

زرش تم جاؤ۔۔زمل نے اسے ٹوکا تھا۔

وہ منہ بناتی خاموش ہوکر یزدان کے روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ابھی اسے یہ ڈر بھی تھا جب زمل کو پتا چلے گا اس کی وجہ سے زمل کو اتنی بے عزتی کا سامنا کرنا ہڑا ہے پھر کیا ہوگا۔

یہ سارا پلین یزدان کی وجہ سے خراب ہوا ہے۔۔وہ من میں سوچتی تیزی سے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

کمرے میں گہرا اندھیرا تھا۔جب اچانک اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے یزدان نے اس کے سر پر گن رکھی تھی۔خوف سے زرش کی حالت پتلی ہوگئی تھی۔

منہ سے مختلف آوازیں نکالتی وہ یزدان کا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اپنی گرفت میں نرم و نازک وجود کو محسوس کرتے یزدان نے اپنا ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹایا تھا۔

پ۔۔پلیز گن ہٹائیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔زرش کی کانپتی آواز سنتے یزدان نے فوراً گن ہٹاتے لائٹ اون کی تھی۔

آئی ایم سوری۔۔اپنی کن پٹی کو سہلاتا وہ زرش کو سرخ آنکھوں سے تک رہا تھا۔اس کے بازو اور سینے پر پٹی بندھی ہوئی تھی جس میں سے ہلکا ہلکا خون رس رہا تھا۔

اس کا برہنہ سینہ دیکھتے زرش نے جھٹ سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

یہ کیسے ہوا ؟ زرش کا اشارہ اس کے زخموں کی طرف تھا۔

تم کس کے ساتھ آئی ہو ؟ اس نے زرش کا سوال نظر انداز کر دیا تھا۔

قاسم بھائی کے ساتھ۔۔اس نے بنا مڑے جواب دیا۔

تم یہاں رکو بعد میں بات کرتے ہیں۔وہ بھاری لہجے میں بولتا اپنی شرٹ اٹھا کر پہنتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

قاسم بات سنو !قاسم جو باہر جا رہا تھا یزدان کی آواز سنتے فورا رک گیا تھا۔

جی لالا ؟

خان کہاں ہے ؟ شرٹ کے بازو فولڈ کرتے اس نے پوچھا۔

لالا انھوں نے مجھے بس خانم اور زرش بھابھی کو یہاں لانے کا بتایا تھا۔قاسم نے فرمانبرداری سے جواب دیا۔

خانم ؟ یزدان نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

وہ زرش بھابھی کی بہن سے نکاح کر لیا ہے خان نے۔اس کا جواب سن کر یزدان کو شدید حیرت ہوئی تھی پھر وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

خانم کہاں ہے ؟ یزدان نے پوچھا۔

وہ خانم کہہ رہی تھی انھیں گیسٹ روم دکھا دوں مگر میں انھیں خان لالا کے کمرے میں چھوڑ آیا ہوں۔قاسم کی ہوشیاری پر اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

خان کی کچھ خبر کہاں ہے ؟

نہیں لالا بس اتنا پتا ہے خان لالا کی گاڑی پر شاید کسی نے حملہ کیا تھا۔قاسم نے جواب دیا۔

تم جاسکتے ہو لیکن جیسے ہی کوئی خبر ملے مجھے بتا دینا۔۔اور ہاں گل کو کہو شام کے لیے اچھا سا کھانا بنا دے۔قاسم کو بولتا وہ اپنے کمرے کی بجائے سامنے والے کمرے میں گیا تھا۔

باتھ روم میں سے فرسٹ ایڈ کٹ نکالتے اس نے دوبارہ اپنی بینڈیج کی تھی۔ٹانکے ابھی کچے تھے جو زیادہ حرکت کرنے کی وجہ سے خون رسنے کا باعث بن رہے تھے۔

خون صاف کرتے اس نے دوبارہ بینڈیج کی۔

یزدان۔۔اس کے کمرے میں واپس آتے ہی زرش کھڑی ہوگئ تھی۔

ہاں بولو زما ژگیہ۔۔وہ مسکراتا ہوا اس کے قریب آیا تھا۔

آپ پلیز بجو کو نہ بتائیے گا میں نے رمیز کس کیڈنیپ کرنے کا کہا تھا اور خان کو بھی کہیے گا کچھ نہ بتائیں۔۔وہ نقاب اتارتی اب صرف حجاب میں تھی۔چہرے پر پریشانی کے سائے لہرا رہے تھے۔

خان کو لالا کہا کرو زرش۔۔یزدان کے سنجیدگی سے بولنے پر زرش نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔

جی خان لالا کو کہیے گا بجو کو نہ بتائے ورنہ وہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گی۔۔

آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔۔وہ زرش کو چھیڑتا تکلیف محسوس کرتا بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔

اب مجھے بتائیں آپ زخمی کیسے ہوئے ؟ وہ بھی بیڈ کے کنارے پر ٹک کر یزدان سے خاصے فاصلے پر بیٹھ گئی تھی۔

اس کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے زرش ابھی آپ ریسٹ کریں۔۔اس نے بات ہی ختم کر دی تھی۔زرش منہ پھولاتی دوسری طرف آکر لیٹ گئی تھی۔

****

زمل اپنا دوپٹہ اتار کر حجاب کھول کر ریلکس ہوتی اپنی جیولری اتارتی فریش ہوکر کچھ دیر آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئی تھی۔اپنے آگے کی زندگی کا سوچتے اس کے پریشانی سے سر میں درد شروع ہو گیا تھا۔

کروٹیں بدلتی وہ سونے کی کوشش کرتی اب اکتا چکی تھی۔اچانک روم کا دروازہ کھولنے پر وہ ڈر کر اٹھ بیٹھی تھی۔کمرے کی لائٹ اون ہوتے ہی خان کے چہرے پر نظر پڑتے اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔

لیکن اس کے مکمل وجود پر نظر پڑتے زمل کا خون خشک ہوا تھا۔

سر سے لے کر پاؤں تک وہ خون میں بھیگا ہوا تھا۔اس کو دیکھتے ہی زمل کو وحشت ہوئی تھی۔خان سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتا واشروم میں چلا گیا تھا۔

زمین پر خان کے خون سے بھرے قدموں کے نشان دیکھتے زمل کے چہرے پر خوف صاف دکھائی دے رہا تھا۔

یا اللہ یہ کس قسم شخص کے ساتھ میری شادی ہو گئی ہے ؟ وہ من ہی من میں سوچتی رونے والی ہوگئی تھی۔

واشروم سے فریش ہوکر نکلتا خان کمرے میں خوشبوئیں بکھیر رہا تھا۔سفید سوٹ پہنے گیلے بالوں کو ہاتھوں سے جھٹکتا وہ اب نظریں زمل پر ٹکائے ہوئے تھا۔

یہاں کیا کر رہی ہو ؟ خان نے سرد لہجے میں پوچھا۔

و۔۔وہ۔۔ میں آپ کی بیوی ہوں۔۔اس نے جیسے خان سے زیادہ خود کو بتایا تھا۔

میں نے یہ نہیں پوچھا۔۔اٹھو کسی دوسرے روم میں جاؤ۔۔خان کے سخت لہجے پر وہ کانپ گئی تھی۔

کونسا روم ؟ اس نے سوال کیا۔

میرے روم کے ساتھ والے میں چلی جاؤ۔۔وہ بے زار لگ رہا تھا۔

دائیں والے یا بائیں والے۔۔وہ نجانے کیوں خان کو زچ کرنے پر امادہ تھی۔

تم یہی رہو میں ہی چلا جاتا ہوں۔۔وہ جھنجھلا کر دروازے کی طرف بڑھا تھا جب اس کی کمر پر سفید کرتے کو سرخ دیکھتے اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

رکیں !آپ زخمی ہیں ؟ خون نکل رہا ہے آپ کا ۔۔وہ بیڈ سے نیچے اتر کر اس کے پاس آگئی تھی۔تھوڑی دیر والا خوف اب کہیں دور بھاگ گیا تھا۔

اپنے کام سے کام رکھو۔وہ سرد لہجے میں بولتا کمرے سے نکل گیا تھا۔زمل عصر کی اذان سنتی خان کو جاتے دیکھ کر وضو کرنے چلے گئی تھی۔

****

زرتاشہ کو یونیورسٹی جاتے ایک مہینہ ہو گیا تھا اس دوران ماہم زبردستی اس کی دوست بن گئی تھی۔وہ بہت کم بولتی تھی زیادہ باتیں ماہم ہی کرتی تھی وہ خوش قسمتی سے اس کی کلاس فیلو ہی نکلی تھی۔

زرتاشہ یونیورسٹی کے گیٹ پر کھڑی کافی دیر سے اپنے ڈرائیور کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔جس کا دور دور تک نام و نشان بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

زرتاشہ تم اب تک گئی نہیں ؟ ماہم اس کے پیچھے سے آتی حیرت سے بولی تھی۔وہ تقریبا آدھے گھنٹے سے جانے کے لیے نکلی ہوئی تھی۔

زرتاشہ نے خاموشی سے سر نفی میں ہلاتے چادر کو کھینچ کر اپنا سر اچھے سے ڈھکا تھا۔

میں نے بتایا تھا نہ میرا بھائی زمان امریکہ سے دو ہفتے پہلے واپس آیا ہے وہ مجھے آج خود لینے آ رہا ہے تم بھی آجاؤ ہم تمھیں بحفاظت چھوڑ دیں گے۔ماہم کی بات پر اس نے لب بھینچتے پھر نفی میں سر ہلایا تھا۔

تم نہیں جاؤ گی ؟

میں کوئی انکار نہیں سنوں گی تم میرے ساتھ جا رہی ہو۔۔ماہم کے بولنے پر اس نے زور و شور سے سر نفی میں ہلاتے دوم قدم پیچھے لیے تھے۔

وہ دیکھو بھائی آگئے ہیں آجاؤ۔۔وہ زبردستی اسے اپنے ساتھ گھسیٹنے لگی تھی۔رونے والا چہرہ بناتی زرتاشہ خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔

ہیلو بھائی۔۔یہ میری دوست زرتاشہ ہے آج اس کا ڈرائیور نہیں آیا ہم اسے چھوڑ دیں گے۔۔ ماہم نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے زمان سے کہا تھا۔

آنکھوں سے گلاسس ہٹاتے اس نے ایک ناگوار نظر چادر میں لپٹی زرتاشہ پر ڈالی تھی۔

مجھے کہیں نہیں جانا۔۔زمان کی نظریں محسوس کرتی خوف سے پیلی پڑتی زرتاشہ زبردستی اپنا ہاتھ چھڑواتی یونیورسٹی کے گیٹ کی طرف بھاگی تھی۔

ماہم اسے پیچھے سے آوازیں دیتی رہی تھی مگر وہ خاموشی سے بھاگ گئی تھی۔

ڈرپوک "زمان ہلکا سا بڑبڑایا۔"

رہنے دو اسے آؤ بیٹھو دیر ہو رہی ہے مجھے۔۔زمان کے سرد آواز میں بولنے پر وہ فورا گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

ایک گھنٹے بعد ڈرائیور کے آنے پر زرتاشہ بھی واپس گھر لوٹ گئی تھی۔مگر انجانہ خوف اس کی آنکھوں میں صاف دکھائی دے رہا تھا۔

****

شام کا وقت تھا جب گل زمل کے لیے کمرے میں کھانا لے کر آئی تھی۔

خانم زرش بھابھی نے کہا ہے آپ کو کھانا کھلا کر ہی میں کہیں جاؤں۔۔گل کی بات پر وہ ہلکا سا مسکرائی۔

گل کیا تم بتا سکتی ہو خان کہاں ہے مجھے ان سے ضروری بات کرنی ہے۔۔زمل کی بات پر گل نے اسے جھٹ سے بتایا تھا۔

خانم وہ دائیں طرف بنے گیسٹ روم میں ہیں۔گل کے بتانے پر وہ کھانا کھانے لگی تھی۔

شکریہ گل اب جاتے ہوئے خان کا کمرہ مجھے دکھا دو۔ہاتھ دھوتی زمل چہرے کو ڈھانپ چکی تھی۔

گل نے مسکراتے ہوئے اسے خان کا کمرہ دکھا دیا تھا سب کے اتنی عزت دینے پر وہ مسکرائی تھی۔

ناک کرتے وہ روم میں داخل ہوئی تھی جہاں بیڈ پر اوندھے منہ لیٹا خان شاید سو رہا تھا مگر ناک کی آواز سے فورا اٹھ چکا تھا۔

مجھے ایک ضروری بات پوچھنی تھی آپ سے۔۔وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی

خان نے نیند سے بھری سرخ آنکھوں سے اسے گھورا تھا۔خان کی سبز آنکھوں میں لال ڈورے زمل کو مسمرائز کر گئے تھے۔

کیا بات پوچھنی ہے ؟ خان کے سپاٹ لہجے میں پوچھنے پر اس نے نظریں خان کے چہرے سے فورا پھیر لی تھیں۔

خان آپ میرے گھر کیوں آئے تھے ؟

میں اس کا جوابدہ نہیں ہوں اب جاؤ۔وہ اکھڑے لہجے میں بولا۔

آپ مجھے جوابدہ ہیں آپ کی وجہ سے لوگوں نے مجھے پتا نہیں کن کن گھٹیا الفاظوں سے پکارا ہے--وہ چیخ کر بولی تھی۔

مجھے کوئی کام تھا غلطی سے تمھارے روم میں آگیا تھا۔وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

جھوٹ بول رہے ہیں آپ نے مجھے کہا تھا آپ مجھے لینے آئے ہیں--وہ خان کی بات دہراتی بولی۔

غلطی سے منہ سے نکل گیا ہوگا اب جاؤ یہاں سے مجھے کچھ دیر سونے دو--خان کے تیز لہجے پر وہ ڈرتی تیزی سے کمرے سے نکل گئی تھی

****

خان نے لگلے دن ہی زمل اور زرش کو قاسم کے ساتھ کراچی خان ولا بھجوا دیا تھا۔

وہ سارا سارا دن خان ولا میں کمرے میں بیٹھی باتیں کرتی رہتی تھی یا سوتی رہتی تھی۔کوئی ملازم انھیں کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیتا تھا۔

یزدان ایک ہفتے بعد واپس کراچی آگیا تھا اس کا پلان زرش کے ساتھ کچھ دن گھومنے پھرنے کا تھا۔ لحاظا وہ پہلے ہی زرش کو خبر دار کرچکا تھا۔زرش نے پہلے صاف انکار کردیا تھا مگر زمل نے اسے سمجھا بجھا کر یزدان کے ساتھ جانے پر آمادہ کر لیا تھا۔

وہ ایک بار ہی یزدان سے ملی تھی مگراس کا اخلاق زمل کو متاثر کر گیا تھا سب سے بڑی بات یزدان کی آنکھوں میں زرش کے لیے محبت دیکھتی وہ اس سے تھوڑی بے فکر ہو گئی تھی۔

اس دن لے بعد زمل کی دوبارہ خان سے بات نہیں ہوئی تھی۔زرش کے جانے کے بعد وہ بولائی بولائی پھر رہی تھی۔گل اس کے پاس ایک گھنٹہ بیٹھ کر باتیں۔کر لیتی تھی مگر اس کے علاوہ زمل کے پاس کرنے کو کچھ نہ ہوتا تھا۔

ہفتے کا دن تھا زمل کی اس دن کچھ طبیعت ٹھیک نہ تھی اس لیے ناشتہ کرتے ہی میڈسن لے کر وہ سو گئی تھی۔

آہہ--لاؤنج سے آتی دردناک چیخوں اور سسکیوں کو سنتی زمل حیرانی اور پریشانی سے اٹھی تھی۔

وہ گل کی چیخیں تھیں۔تیزی سے چادر سے خود کو ڈھانپ کر وہ کمرے سے باہر نکلی تھی۔

جب باہر کا منظر دیکھتے اس نے نے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔

ایک پچاس پچپن سال کا آدمی بیلٹ سے گل کو پیٹ رہا تھا۔

یہ کیا ہو رہا ہے یہاں چھوڑیں اسے--زمل اونچی آواز میں بولی تھی۔

گل کو بیلٹ سے مارتے شیر خان کا ہاتھ رکا تھا۔

خانم کمرے میں جائیں۔۔مردہ سی آواز میں پریشانی سے زمل کو دیکھتی گل تکلیف دہ لہجے میں بولی تھی۔

خانم ؟ تم وہ بگھوڑی ہو جس سے خان نے شادی کی ہے۔۔خوبصورت بہت ہو تم۔۔ مگر افسوس اب میں تمھیں خان کے قابل رہنے نہیں دوں گا۔۔وہ اس کے سراپے پر نظر ڈالتا قہقہہ لگا اٹھا تھا۔

زمل کو بے ساختہ اس سے خوف محسوس ہوا تھا۔شیر خان کے اشارے پر اس کے پیچھے کھڑے دو آدمی زمل کی طرف بڑھے تھے۔

زمل گل کے اشارے پر الٹے قدم اٹھاتی بھاگتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف جانے لگی تھی۔جب پیچھے سے شیر خان کے آدمی نے چادر سے پکڑ کر زمل کو کھینچا تھا۔

زمل اس اچانک حملے پر زمین بوس ہوئی تھی۔

مارو اس کو دوبارہ بھاگنے کے قابل نہ رہے۔۔اپنے ہاتھ میں موجود بیلٹ اپنے آدمیوں کی طرف پھینکتا شیر خان سفاکیت سے بولا۔

زمل چادر پکڑے بیٹھے بیٹھے پیچھے کھسکنے لگی تھی۔اچانک کمر پر بیلٹ بجنے سے وہ تکلیف سے چیخ اٹھی تھی۔

پورے گھر میں زمل کی چیخیں سنائی دے رہی تھی مگر اسے بچانے والا کوئی نہ تھا گل بے بسی سے زمل کو تکلیف میں دیکھتے رونے لگی تھی۔

اس نے ہمیں ہمارے آدمی کو مار کر بھیجا ہم اس سے اس کی بیوی کی موت سے بدلہ لیں گے۔شیر خان طنزیہ بولا تھا۔

اس گھر کو آگ لگا دو۔۔زمل کے نیم مردہ وجود کو دیکھتے شیر خان مسکراتے ہوئے بولتا ایک ٹھوکر گل کے منہ پر مارتا باہر نکل گیا تھا۔

****

سر عبد المنان مل گیا ہے ملتان میں چھپا بیٹھا ہے۔۔ارمغان نے خان کو بتایا۔عبدالمنان نے خان کا سسٹم ہیک کیا تھا جس کی وجہ سے پینٹ ہاؤس میں خان پر حملہ ہوا تھا۔

پھر دیر کس بات کی ہم ایک گھنٹے تک ملتان کے لیے نکل رہے ہیں۔ہمارے آدمیوں کو کہو ابھی اسے نہ پکڑیں میں خود اسے پکڑوں گا۔۔خان کے ساتھ دشمنی مول لینے کا اسے سبق میں خود سکھاؤں گا۔۔خان ارمغان سے بولا۔

آج کل کام کی مصروفیات نہ ہونے کے باعث لاہور میں ہی سٹے کر رہا تھا بس پیپر ورک ہی تھا جو زیادہ تر ارمغان اور باقی لوگ کر رہے تھے۔

وہ بس واپس گھر نی جانے کا بہانہ ڈھونڈ رہا تھا۔زمل کے ساتھ نکاح کو وہ بس ایک بوجھ سمجھ رہا تھا۔

یزدان کو وہ واپس بھجوا چکا تھا۔اب اس کا پلان ملتان جانے کا تھا۔

ہیڈ کوارٹر سے نکلتے وہ سیدھا پینٹ ہاؤس گیا تھا۔ایک کالا بیگ نکالتے اس میں اپنی ایک شرٹ اور ٹراؤزر ڈالتے اس نے بیڈ کے نیچے بنے دراز کھول کر ان میں سے دو گنز اور ان کی بلٹس نکال کر بیگ میں رکھی تھیں۔مختلف قسم کے چاقو نکالتے اس نے بیڈ پر رکھے تھے۔

کپڑے چینج کرتا وہ بلیک شرٹ اور پینٹ پہن چکا تھا۔شرٹ کے اوپر سے جیکٹ پہنتے اس نے جیکٹ میں چاقو چھپائے تھے۔پھر جھکتے اس نے سپیشل جوتے پہنے تھے جس کے نیچے چاقو خفیہ انداز میں لگائے ہوئے تھے۔

کچھ ہی دیر میں اپنی چیزیں ڈالتا وہ ارمغان کے ساتھ ملتان کے لیے نکل چکا تھا۔

رات تک وہ لوگ ملتان پہنچ چکے تھے۔ارمغان کے ساتھ پلان بناتے ان لوگوں نے رات کو ہی حملہ کرنے کا سوچا تھا۔ایک گھنٹے میں ریفریش ہوتے وہ مطلوبہ جگہ پہنچ چکے تھے۔

وہ ایک سنسان سی آبادی میں بنا گھر تھا جہاں شاید ہی کوئی آتا تھا۔وہاں ہی ایک کمرے میں عبدالمنان نے اپنا سارا سیٹ اپ کیا تھا۔

عبدالمنان باہر سے قدموں کی آواز سنتے ہوشیار ہوا تھا تیزی سے اپنے کمپیوٹر پر انگلیاں چلاتے اس نے سنیک آرگنائزیشن کے خلاف جمع ساری انفارمیشن آرمی کو سینڈ کرنا شروع کی تھی۔

پروسیس شروع ہوتے ہی وہ تیزی سے باقی چیزیں سمیٹتا بیگ میں ڈالنے لگا تھا۔

کہاں بھاگنے کی تیاری ہے منان صاحب۔۔دروازہ توڑتے خان نے اندر داخل ہوتے سرد مسکراہٹ سے پوچھا۔

اسے دیکھ کر عبدالمنان کے پسینے چھوٹے خوف سے سفید پڑتے اس نے ارد گرد بھاگنے کی کوئی جگہ ڈھونڈنی چاہی مگر کمرہ پورا بند تھا۔

یہاں سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔۔خان عبدالمنان کو دیکھتا سرد لہجے میں بولا۔

تم مجھے مار دوں لیکن تم لوگوں کا سارا ڈیٹا میں آرمی کو سینڈ کر چکا ہوں۔۔ارمغان خان کے اشارے پر فورا کمپیوٹر کے پاس گیا تھا جہاں پر 56 %پروسیس کمپلیٹ ہوچکا تھا۔

سر ابھی ڈیٹا سینڈ ہو رہا ہے۔۔ارمغان کی بات پر خان نے سرد نظروں سے عبدالمنان کو دیکھا۔

اسے فورا رکو منان۔۔خان سخت لہجے میں بولا۔

میں اسے کچھ نہیں کر رہا۔۔عبدالمنان بے خوف انداز میں بولا۔

تمھارا بیٹا بہت پیارا ہے عبدالمنان۔۔میرے آدمیوں کو اسے مارتے ہوئے ہوئے دکھ ہوگا۔عبدالمان خان کی دھمکی پر فورا ڈھیلا پڑا۔

پلیز خان میرے بیٹے کو کچھ مت کرنا میں ابھی یہ روک رہا ہوں۔۔وہ تیزی سے بولتا کمپیوٹر پر بیٹھتا تیزی سے انگلیاں کی بورڈ پر چلاتا ایک منٹ میں ہی وہ پروسیس روک چکا تھا۔

اسے پکڑو اور لیپ ٹاپ بھی لے لو اس کا اور اس بند کمپیوٹر کی ہارڈ ڈیسک بھی نکالو ارمغان --اپنے پیچھے کھڑے دو آدمیوں کو اشارے کرتے خان ارمغان سے بولا جس نے فورا کمپیوٹر کی ہارڈ ڈسک نکالتے عبدالمنان کا لیپ ٹاپ والا بیگ بھی اٹھا لیا تھا۔

خان کے خلاف جاکر تم نے بہت برا کیا منان--عبدالمنان کے قریب جاتے اس نے گردن سے پکڑتے سپاٹ انداز میں کہا۔

شیر خان نے میرا بیٹا کیڈنیپ کیا تھا۔ عبدالمنان بس اتنا ہی بولا تھا جب خان نے اپنے آدمیوں کو اسے لے جانے کا اشارہ کیا۔

اس میں موجود سارا ڈیٹا کل تک مجھے مل جانا چاہیے ارمغان اور یہ لیپ ٹاپ ابھی ایسے ہی میرے کمرے میں پہنچا دو--

خان ارمغان کو بولتا ہوا گاڑی میں بیٹھا ارمغان گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔جبکہ ارمغان ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔

وہ لوگ یہاں بنے اپنے ایک چھوٹے سے گھر میں قیام کر رہے تھے۔ جو باہر سے عام بند پڑا گھر لگتا تھا مگر اس کے بیسمنٹ میں فل ٹیک سسٹم انسٹال تھا۔۔

رات کافی ہوگئی تھی۔وہ لوگ آرام کرنے کے لیے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔

****

یزدان دیکھیں باہر برف باری ہو رہی ہے۔۔زرش باہر ہوتی برف باری کو دیکھتی خوشی سے اچھلی وہ لوگ مری آئے ہوئے تھے جہاں پر یزدان کو ایک دو کام بھی تھے۔۔

یزدان جو کافی پیتا اس کے پیچھے ہی کھڑا تھا اسے خوش دیکھ کر مسکرایا۔وہ اس کے ساتھ گھلنے ملنے لگی تھی۔کرتا شلوار پہنے ساتھ یزدان کی جیکٹ پہنے گرم شال کندھوں پر پھیلائے سر پر کیپ پہنے وہ یزدان کو کیوٹ لگ رہی تھی۔یزدان خود پینٹ شرٹ اور جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔

مجھے باہر جانا ہے یزدان --وہ ضدی لہجے میں بولی۔

آپ بیمار پڑ جائیں گی زما زڑگیہ--یزدان نے اس کے کافی کا کپ قریب پڑے میز پر رکھتے زرش کے بال چہرے سے ہٹاتے اسے نرمی سے کہا۔

لیکن مجھے جانا ہے میں پہلی بار برف باری دیکھ رہی ہوں اور ایسا ہو ہی نہیں سکتا میں اسے انجوائے نہ کروں--زرش کے ضد کرنے پر یزدان ہار مانتا اسے باہر لایا تھا۔

زرش برف باری ہوتی دیکھتی اس میں گول گول گھومنے لگی تھی۔یزدان پاس کھڑا سینے پر بازو باندھے خاموشی سے زرش کو گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔

اچانک زرش نے جھکتے ہوئے برف کا گولا بناتے یزدان کے سینے پر مارا تھا۔

یہ حملہ آپ کو کافی مہنگا پڑے گا۔۔یزدان نے نیچے جھکتے برف کا بڑا سا گولا چیخ کر بھاگتی ہوئی زرش کے سر پر مارا تھا۔

وہ چیختے ہوئے برف پر گری پھر تیزی سے اٹھتے اس نے برف کا بڑا سا گولا بناتے یزدان کو مارا جو اس نے نیچے جھکتے ہوئے مس کر دیا تھا۔

یہ ناانصافی ہے۔۔ وہ ایک اور برف کا گولا سر پر بجنے سے بلبلائی۔

وہ یزدان کو ہنستے ہوئے دیکھ کر برف ویسے ہی اٹھا کر اس کی طرف بچوں کی طرح پھینکنے لگی۔۔یزدان اس کی حرکت پر ہنستا ہوا اسے چڑا رہا تھا۔

زرش اٹھ کر تیزی سے ہاتھ میں برف کا گولا پکڑ کر بھاگتی ہوئی یزدان کے پاس آنے لگی۔۔

یزدان کے قریب آتے ہی زرش کا پاؤں برف می پھنس کر لڑکھڑایا وہ پھسل کر سیدھا یزدان پر گری جو سیدھا پیچھے موجود برف پر گرا تھا۔

زرش ہاتھ میں موجود برف یزدان کے چہرے پر پھینکتے ہنسنے لگی تھی۔یزدان برف منہ سے ہٹاتا اس کے ساتھ ہنسنے لگا تھا۔

اپنی اور یزدان کی پوزیشن کا خیال کرتی زرش شرم سے فورا برف پر لیٹ گئی تھی۔

دونوں کے اوپر آسمان سے سیدھی برف گر رہی تھی۔رات کی خاموشی میں ان دونوں کی تیز دھڑکنیں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔

زما زرگیہ فورا اٹھیں اندر چلیں۔۔سردی کی شدت بڑھتی محسوس کرکے یزدان نے زرش کو اٹھایا تھا۔ دونوں کے کپڑے برف پر لیٹنے کی وجہ سے گیلے ہو گئے تھے۔

زرش کو کانپتے دیکھ کر یزدان اسے فورا کاٹیج میں لے گیا تھا جہاں ہیٹنگ سسٹم اون تھا۔

زرش کے کپڑے چینج کرنے کے بعد یزدان نے بھی فورا کپڑے بدلے تھے۔زرش کیچن میں موجود فریج سے نکال کر کھانا گرم کرنے لگی تھی۔اس کے چہرے پر ایک خوبصورت مسکراہٹ رقصاں تھیں۔۔

یزدان کیچن میں موجود ٹیبل کے گرد پڑی دو کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ کر اپنا موبائل نکالتا اس پر میسجز چیک کرتا بار بار زرش کو دیکھ رہا تھا۔

یزدان میرا دل گھبرا رہا ہے۔۔ایسا لگ رہا ہے کچھ بہت برا ہونے والا ہے۔۔زرش پریشانی سے کھانا ٹیبل پر لگاتی بولی۔۔

کچھ برا نہیں ہونے والا آپ کو ویسے ہی برے خیال آرہے ہوں گے۔۔

آپ مجھے "تم "کہا کریں زیادہ اچھا لگے گا۔۔وہ یزدان کی بات پر ہلکا سا مسکراتی بولی۔

کیوں میرا "آپ "کہنا پسند نہیں ؟ یزدان نے ایک ائبرو اچکاتے پوچھا۔

نہیں۔۔مجھے پسند نہیں ہے ایسے لگتا ہے آپ تکلف کر رہے ہیں یا کوئی غیر بلا رہا ہے مجھے۔۔زرش کے منہ بگاڑ کر بولنے پر وہ مسکرایا

زما زڑگیہ آئیندہ کے بعد تمھیں بے تکلفی سے پکارا کروں گا۔۔وہ چاولوں کا چمچ منہ میں ڈالتا بولا زرش اس کے اتنی جلدی مان جانے پر مسکرائی۔۔

میری بجو سے بات کروا دیں یزدان مجھے سکون مل جائے گا۔۔دل ان کو لے کر بے چین سا ہو رہا ہے۔۔کھانا کھانے کے بعد دونوں ہی آرام کرنے کے لیے لیٹنے لگے تھے جب زرش بولی۔

یزدان نے اس کے بولنے پر گھر کے نمبر پر کال ملاتے گل کے کال اٹھانے پر اسے خانم کی بات زرش سے کروانے کا کہا۔۔

اسلام علیکم بجو !کیا ہوا ہے آپ کو طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی آپ کی؟ زرش یزدان سے فون لیتی زمل سے سلام لیتی اس کی بیٹھی ہوئی آواز سن کر بولی۔۔

میں اللہ کا شکر ہے ٹھیک ہوں زرش بس ویسے ہی کچھ طبیعت ڈاؤن ہے تم بتاؤ کیا کر رہی تھی ؟ یزدان کے ساتھ انجوائے کر رہی ہو ؟ زرش زمل کے سوالوں پر مسکرائی۔۔

جی بجو یہاں مجھے بہت مزا آرہا ہے اور آپ پلیز کوئی میڈسن لے لیں۔۔زرش کی فکر پر زمل مسکرائی تھی۔

اچھا لے لوں گی۔۔تم میری فکر کرنا چھوڑ دو اپنے شوہر کی فکر کرو۔۔زمل ہلکا سا مسکراتی اسے تنگ کرنے کے لیے بولی۔۔

بجو وہ خود اپنا خیال رکھ سکتے ہیں۔۔وہ لب دبا کر مسکراہٹ روکتی یزدان کو دیکھنے لگی جو مسکراتے ہوئے اس کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں موند گیا تھا۔

زرش نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی تھی۔یزدان سکون سے آنکھیں موند گیا تھا۔

ہاہاہا۔۔ مجھے تم سے نہیں یزدان سے کہنا چاہیے تھا وہ تمھارا خیال رکھے۔۔زمل ہنستے ہوئے بولی تھی۔یزدان نے بھی شاید زمل کی بات سن لی تھی جو مسکرانے لگا تھا۔زرش نے بے ساختہ منہ پھولایا۔۔

تم آرام سے انجوائے کرو چندا میری فکر کرنا چھوڑ دو یہاں میری دیکھ بھال کے لیے کافی لوگ موجود ہیں۔۔زمل اسے سمجھانے لگی تھی۔

مزید کچھ دیر بات کر کے وہ کال بند کر گئی تھی۔زرش نے فون بند کرتے یزدان کو دیکھا جو اس کے پیٹ کے ارد گرد بازو ڈالے مزے سے سو رہا تھا۔

اس کی گرم سانسیں خود پر محسوس کرتے زرش کے گال تپنے لگا تھا یہ تو شکر تھا وہ سو رہا تھا ورنہ ضرور زرش کی ٹانگ کھینچتا۔۔

****

سر ہارڈ ڈسک میں سنیک آرگنائزیشن کا سارا ڈیٹا موجود ہے۔۔ارمغان نے ڈسک چیک کرتے حیرانی سے خان کو بتایا۔

کوئی اندر کا آدمی ہمارے خلاف کام کر رہا ہے۔۔اتنی مہنگی سکیورٹی ہائر کرنے کا کیا فائدہ جب وہ آرگنائزیشن کا ڈیٹا سکیور نہیں کرسکتے۔۔ارمغان اپنی نگرانی میں تم سب ک ء انویسٹیگیشن کرو گے اور یہ ڈسک مجھے دے دو۔۔خان نے ہنکار بھرتے سرد لہجے میں بولتے اس سے ڈسک لے کر اپنے پاس رکھ کی تھی۔

جی سر اور عبد المنان کا کیا کرنا ہے ؟ ارمغان نے پوچھا۔

ابھی اس سے حساب بھی برابر کرنا ہے۔۔میں زرا اسے دیکھ کر آیا تب تک تم لوگ واپس جانے کی تیاری کرو۔۔دوپہر کا ایک بجے کا ٹائم تھا۔جب خان بیسمنٹ میں بنے سیل کی طرف بڑھا۔۔

عبدالمنان کو کرسی سے باندھا گیا تھا جبکہ اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا گیا تھا جس سے وہ بول نہیں پا رہا تھا۔۔خان نے اس کے قریب جاتے اس کا منہ کھولا تھا۔

اپنی صفائی میں کچھ بولنا چاہتے ہو ؟ خان نے سرد مہری میں سوال کیا۔۔

خان ایک موقع دے کر دیکھو میں تمھارے لیے جان بھی دے دوں گا۔۔شیر خان نے مجھے مجبور کیا تھا۔۔خان میرا بیٹا صرف چھ سال کا ہے اس پر گن رکھ ان لوگوں نے مجھے یہ سب کرنے کا کہا تھا۔۔ خان ورنہ میں تمھارے خلاف کبھی نہ جاتا۔۔اس کی فریاد سنتا خان کا چاقو پکڑا ہاتھ ساکت ہوا تھا۔۔

تمھاری وفا داری چاہیے مجھے عبد المنان تمھارے بیٹے کی حفاظت کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔۔خان نے معاہدہ کیا تھا۔

میں ہمیشہ تمہارا وفادار رہوں گا خان۔۔وہ فورا رضا مند ہوا تھا۔ خان نے اس کی رسیاں کھولی تھی وہ فورا گھٹنے کے بل جھکتے اس کا شکریہ ادا کرنے لگا تھا جب بھاگتا ہوا ارمغان سیل میں داخل ہوا۔۔

سر ایک بری خبر ہے۔۔ارمغان کی بات سنتے خان نے اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

سر خان ویلا کو آگ لگا دی ہے شیر خان نے۔۔ارمغان کی بات سنتے غصے کی زیادتی سے اس کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔۔

کوئی ویلا میں تو نہیں تھا ؟ اس نے ارمغان سے سوال کیا۔۔

سر۔۔۔ خانم اور گل ویلا میں تھیں۔۔ارمغان کے جواب پر خان نے اپنے ہاتھ میں موجود چاقو غصے سے دیوار کی طرف پھینکا تھا۔۔

ہم فوراً کراچی کے لیے نکل رہے ہیں۔۔خان سیدھا ہوتا اپنی مٹھیاں بند کرتا اور کھولتا خود پر قابو پاتا بولا جبکہ ایک نقاب پوش لڑکی کی فکر میں دل میں چنگاریاں سے جلنے لگی تھیں۔۔

کیا وہ دونوں بحفاظت نکال لی گئیں ہیں ؟ خان نے ڈرائیور کرتے ارمغان سے پوچھا لاہور پہنچتے ہی ان کی کراچی کی فلائٹ تھی۔

سر شیر خان نے گل کو۔۔۔ اور خانم کو۔۔۔مارا بھی ہے ان دونوں کی حالت بہت خراب ہے قاسم نے انھیں پرائیویٹ ہوسپٹل میں لے گیا ہے۔۔ مگر ان کے بچنے کے چانسز کافی کم ہیں۔۔۔ارمغان کے بتانے پر خان نے غصے سے مکہ بناتے ڈیش بورڈ پر مارا تھا۔

زمل اور گل کی حالت کا قصور وار وہ کہیں نہ کہیں خود کو ہی سمجھ رہا تھا۔

قاسم کہاں مرا ہوا تھا جب شیر خان میرے گھر آیا ؟ خان نے چنگھارتے لہجے میں پوچھا۔۔

سر وہ گھر موجود نہیں تھا۔۔ارمغان ممنمنایا۔۔

میں اس کی لاپرواہی پر کھال ادھیڑ دوں گا ایک بار مجھے کراچی پہنچنے دو جو جو سکیورٹی پر معمور تھے ان سب کا انجام بہت برا ہوگا۔۔

عریش کو فون ملاؤ اسے کہو لاہور میں موجود شیر خان کے شراب کے کارخانے کو آگ لگا دے۔۔۔خان اپنے غصے پر قابو پاتے بولا۔۔

ارمغان نے ایک ہاتھ سے فون ملاتے اس نے عریش نامی بندے کو خان کا حکم دیا تھا۔۔

خان کا حکم مانتے فورا ہی شیر خان کے ایلگل شراب کے کارخانے میں آگ لگا دی گئی تھی۔۔

شیر خان جو اپنی کامیابی کا جشن منا رہا تھا۔۔اپنے نقصان کا سنتا بھڑک اٹھا تھا۔

اس خان کو میں خود اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔۔شیر خان غصے میں چیخا تھا اس کے ارد گرد کھڑے آدمی اس کا غصے سے ڈرتے پیچھے ہٹ گئے تھے۔

ایک جنگ تھی جو خان اور شیر خان میں شروع ہوچکی تھی۔اب اس کا کیا انجام ہونا تھا یہ وقت نے بتانا تھا کون کس کے ہاتھوں مرے گا یا کون یہ جنگ جیتے گا یہ وقت ثابت کر دے گا۔۔

****

ہمیں فورا کراچی لوٹنا ہے۔۔یزدان جو فون سننے کے لیے کاٹیج سے باہر نکلا تھا فورا اندر واپس آتا زرش سے بولا ان کا پلان آج بازار جانے کا تھا۔

اتنی جلدی کیوں آپ نے کہا تھا ہم دو دن مزید رکیں گے ؟ زرش نے سوال کیا۔

میں جو بول رہا ہوں وہ فورا کرو زرش۔۔یزدان کے سخت لہجے پر وہ ڈر گئی تھی۔پہلی بار اس نے زرش سے ایسے بات کی تھی۔۔

زرش خاموشی سے منہ پھولاتی کپڑے پیک کرچکی تھی۔۔یزدان خاموشی سے اسے لیتا ائرپورٹ کے لیے نکل گیا تھا۔۔اسلام آباد سے ان کی فلائٹ کراچی کی تھی۔

زمل کے ساتھ پیش ہونے والے حادثے کی خبر وہ زرش کو کیسے بتائے اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔زرش کا ناراض شہرہ دیکھتے اس نے گہرا سانس لیا تھا۔۔

فلائٹ کے دوران زرش سوتے ہوئے ہی آئی تھی۔۔یزدان سارا راستہ خان کے بارے میں سوچ کر پریشان تھا۔وہ جانتا تھا یہ خبر خان کے لیے کتنی تکلیف دے ہوگی۔۔

ابھی اصل امتحان اس کا زرش کو بتاتے ہوئے ہونا تھا۔۔

فلائٹ کے لینڈ کرتے ہی وہ زرش کو لیتا سیدھا ہوسپٹل آیا تھا۔۔

یزدان ہم یہاں کیا کر رہے ہیں ؟ ہوسپٹل کو دیکھتے زرش نے پریشانی سے پوچھا۔۔

یزدان بجو ٹھیک ہے نہ ؟ اس نے دھڑکتے دل سے پوچھا

آپ کچھ بول کیوں نہیں رہے ؟ وہ چیخ کر چلتے ہوئے یزدان کے پیچھے جاتے ہوئے بولی--

گھر میں آگ لگ گئی تھی زرش زمل اور گل دونوں گھر میں موجود تھی اس لیے وہ دونوں زخمی ہوئی ہیں--یزدان نے کچھ بات چھپاتے بتایا--

وہ لوگ آئی سی یو کے باہر پہنچ چکے تھے جہاں بیٹھا پریشان سا قاسم انھیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

زرش سن سی کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھیں دل کی دھڑکنیں اس کی سستی سے چلنے لگی تھیں--

سر گل کو وہ لوگ بچا نہیں پائے--قاسم افسردگی سے بولا--یزدان نے آنکھیں زور سے میچ کر کھولیں تھیں۔

خانم کیسی ہے ؟ زرش کی حالت پر نظر ڈال کر یزدان نے پوچھا۔

خانم کی حالت بہت بری ہے لگلے اڑتالیس گھنٹے ان کے لیے بہت مشکل ہے ڈاکٹر کے مطابق انھیں دعاؤں کی ضرورت ہے۔۔زمل کا سنتے ہی زرش لہرا کر زمین پر گر گئی تھی۔۔

یزدان نے پریشانی سے اسے اپنی باہوں میں اٹھایا تھا۔۔اسے کمرے میں لے جاتے اس کا چیک اپ ہوا تھا۔ڈاکٹر نے ٹینشن کی وجہ سے زرش کے بے ہوش ہونے کا بتایا تھا۔۔

یزدان خود اس ساری صورت حال پر پریشان ہو گیا تھا۔۔زرش کے ماتھے پر بوسہ دیتا وہ اس کے کمرے سے نکل آیا تھا۔

زرش کو کچھ دیر بعد ہوش آگیا تھا وہ تب سے آپریشن تھیٹر کے باہر بیٹھی قرآنی آیات پڑھ رہی تھی۔یزدان سے وہ ایک لفظ نہیں بولی تھی۔

یزدان دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے نظریں جھکائے کھڑا تھا۔زرش کئی بار آئی سی یو کے دروازے سے اندر جھانک کر دیکھ چکی تھی۔

نالیوں اور مشینوں میں جکڑی زمل کو بار بار دیکھنے کا حوصلہ زرش میں نہیں تھا۔

دس گھنٹے کے اذیت دے سفر کے بعد خان کراچی پہنچا تھا۔۔زمل کا پوچھتے وہ سیدھا آئی سی یو کی طرف آیا تھا۔۔

زمل کیسی ہے یزدان؟ خان نے یزدان کو دیکھتے ہی پوچھا۔

وہ ٹھیک نہیں ہے ؟ اور گل مر چکی ہے خان۔۔یزدان کے بولنے پر خان کے چہرے پر سائے لہرائے تھے۔

یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔۔زرش اچانک اُٹھتی خان پر چیخی تھی۔۔نقاب میں چھپی روئی روئی آنکھیں خان کو غصے سے گھور رہی تھیں۔۔

زرش اپنا لہجہ درست کرو۔۔یزدان ناگواریت سے اس کے لہجے پر چوٹ کرتا بولا۔۔

میں ایسے ہی بولوں گی۔۔میں بچی نہیں ہوں سب سمجھ رہا ہے آپ سب لوگ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں۔۔وہ چیخ کر بول رہی تھی۔

چھوڑو مجھے یزدان۔۔۔خان کو اشارے سے بتاتا یزدان زرش کو زبردستی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

خان نے آگے بڑھتے آئی سی یو کے دروازے سے اندر جھونکا تھا۔

وہ سپاٹ نظروں سے زمل کے نیم مردہ سے وجود کو دیکھ رہا تھا۔

آپ پیشنٹ کے ریلیٹیو ہیں ؟ پیچھے سے ایک ڈاکٹر آتا پوچھنے لگا تھا۔

خان۔۔۔خان کے پلٹتے اس کے چہرے پر نظر پڑتے ڈاکٹر گھبرایا تھا۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ خان نے سرد لہجے میں پوچھا۔۔

میں پیشنٹ کو چیک کرنے آیا تھا۔۔

بلکل نہیں فورا کسی لیڈی ڈاکٹر کو لے کر آؤ۔۔خان غصے سے بولا وہ کیسے برداشت کر سکتا تھا اس کی پردہ دار بیوی کو کوئی نامحرم دیکھے۔۔وہ تو جاگتے میں خود کو سینچ سینچ کر رکھتی تھی۔پھر خان اس کی اس حالت میں اس کے پردے کا خیال کیوں نہ رکھتا۔۔

و۔۔وہ سر وہ تھوڑا لیٹ ہوگئی ہیں۔۔ڈاکٹر گڑبڑایا۔۔

اس لیڈی ڈاکٹر کو فورا گھر سے بولاؤ اسے بتاؤ دس منٹ میں وہ ہوسپٹل نہ پہنچی خان اسے دنیا سے غائب کردے گا۔۔ڈاکٹر خان کی دھمکی پر تیزی سے فی میل نرس کو زمل کو چیک کرنے کی ہدایات دیتا چلا گیا تھا۔۔۔

میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو جاؤ جاکر اسے چیک کرو۔۔نرس کو خود کو گھورتے پاکر خان سرد مہری سے بولا نرس گھبرا کر فورا زمل کو دیکھنے چلی گئی تھی۔۔

بدلے کی ایک آگ تھی جو خان کے سینے میں شدت سے جل اٹھی تھی اب اس کی چنگھاریاں کس کس کو جلاتی ہیں یہ بہت جلد وقت بتانے والا تھا۔۔۔

. . . .

زرش آئیندہ کے بعد تمھاری خان سے بدتمیزی میں بالکل برداشت نہیں کروں گا۔۔اور جو ہوا وہ صرف حادثہ تھا خان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔۔زرش کو ایک سائیڈ پر لاتے یزدان نے سمجھایا۔

مجھے آپ لوگوں سے بات ہی نہیں کرنی بجو صرف اور صرف آپ دونوں کی وجہ سے اس حال میں پہنچی ہے۔۔

اچھا ہوتا آپ کبھی مجھے دوبارہ ملتے ہی نہ۔۔وہ دبا دبا چیخ رہی تھی۔

نہ جانے وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جو آپ جیسے لوگوں سے میرا واسطہ پڑا۔۔وہ غصے میں بول رہی تھی۔یزدان نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں۔

اب کیا چاہتی ہو تم ؟ یزدان نے سرخ ہوتی آنکھوں سے پوچھا۔

بجو کے صحت مند ہوتے ہی ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔وہ بنا یزدان کی طرف دیکھے بولی۔۔

علیحدگی چاہتی ہو ؟ یزدان نے لب سختی سے آپس میں پیوست کرتے پوچھا۔

کچھ پوچھ رہا ہوں میں جواب دو ؟ یزدان کے سختی سے بولنے پر وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

ہاں میں آپ جیسے شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی جس کا یہ بھی علم نہیں وہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں۔۔زرش بے دردی سے بولتی پلٹ گئی تھی۔

یزدان نے زور سے آنکھیں بند کر کے کھولتے اپنا غصہ ٹھنڈا کیا تھا۔اس کا دل کر رہا تھا کسی کو مارنے کا اپنا غصہ نکالنے کا۔۔خود کو سنبھالتے وہ خان کے بارے میں سوچتا دوبارہ آئی سی یو کی طرف بڑھ گیا تھا۔

زرش خاموشی سے جاتی خان پر نگاہِ غلط ڈالے بغیر خاموشی سے بیٹھ کر قرآنی آیات پڑھنے لگی تھی۔

تم ٹھیک ہو ؟ یزدان خان کے پاس آیا تھا۔اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اس نے پوچھا۔

ہمم۔۔تم زمل کو شفٹ کرنے کا انتظام کرو۔۔۔اس کے ہوش آتے ہی ہم اسے شفٹ کر دیں گے۔۔تب تک ہوسپٹل کی سکیورٹی ڈبل کر دو اپنے بھروسے مند لوگوں کو صرف اس طرف آنے دینا۔۔میں اب کی بار کسی بھی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کروں گا۔۔

مجھے شیر خان کے آنے کے ٹائم موجود تمام گارڈز اور لوگ دوسری جگہ کے بیسمنٹ میں شفٹ موجود چاہیے۔۔قاسم کو سپیشل روم میں شفٹ کرنا۔۔قاسم کو اس طرف آتے دیکھ کر خان سرد لہجے میں بولا۔

قاسم خان کی نظریں محسوس کر کے رک گیا تھا۔

خان اس کا قصور نہیں۔۔یزدان قاسم کو دیکھتا دھیمی آواز میں بولا زرش کی وجہ سے وہ لوگ آہستہ آواز میں بات کر رہے تھے۔

سر ایک اور خبر ملی ہے۔۔قاسم ڈرتا ڈرتا ان کے قریب گیا تھا۔

خان نے اسے سرد نظروں سے گھورا۔یزدان اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

سر گل کو پہلے بھی کئی بار آکر شیر خان تشدد کا شکار بنا چکا ہے۔۔قاسم کے بتانے پر تکلیف سے خان نے آنکھیں بند کی تھیں۔یزدان نے پریشانی سے خان کی طرف دیکھا تھا۔

ایک زور دار مکہ قاسم کے چہرے پر خان کی طرف سے پڑا تھا۔قاسم سیدھا زمین پر گرا تھا۔زرش نے آنکھیں پھیلا کر خان کو دیکھا تھا۔

سکیورٹی ڈبل کرواؤ یہاں کی۔۔یزدان کو بولتا خان قاسم کو کالر سے پکڑتا کھڑا کرتا اپنے ساتھ باہر لے گیا تھا۔

زرش نے خان کو جاتے دیکھ کر افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔یزدان کی نظریں خود پر محسوس کرتی وہ نظریں جھکا گئی تھی۔

****

میری اور یزدان کی غیر موجودگی میں یہ تمھاری ذمہ داری تھی گل اور زمل کی حفاظت کرنا۔۔قاسم کو گاڑی میں پھینکتے خان نے غصے سے دھاڑتے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی۔

خان میں--

خبردار جو ایک لفظ بھی بولا زبان کاٹ کر باہر پھینک دو گا--گاڑی کی سپیڈ بڑھاتے خان نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

کہاں مرے ہوئے تھے تم جب وہ شخص میری بیوی اور گل کو مار رہا تھا--سنسان جگہ گاڑی روکتے خان نے قاسم کو گاڑی سے نکالا تھا

سر میں-- میری غلطی تھی سر میں-- قاسم کے تسلیم کرنے پر خان نے دوبارہ مکہ اس کے منہ پر مارا تھا--

ان کی حفاظت کی ذمہ داری تم پر تھی--اس کے گلے کو دباتے خان دھاڑا--

اس بار غلطی ہوئی تھی تم سے-- مگر اس سے پہلے گل کو کیسے وہ شخص آکر مارتا رہا---اس کے منہ بند رکھنے پر خان کو مزید غصہ آرہا تھا

خان میں-- وہ--

دوبارہ جوا کھیلنے لگے ہو؟ اس کو ہچکچاتے دیکھ کر خان نے پوچھا--

قاسم کے سر جھکانے پر خان نے ایک ٹانگ اس کے پیٹ پر ماری وہ تکلیف سے دہرا ہوتا زمین پر گرا تھا۔

ایک منٹ میں میری نظروں سے دور ہوجاؤ قاسم ورنہ جان لے لوں گا تمھاری--خان سرد مہری سے بولا قاسم شرمندہ نظروں سے دیکھتا اٹھ کر اپنے زخمی وجود کو سنبھالتا دوسری جانب بڑھ گیا تھا۔

بونٹ پر زور سے پاؤں مارتے اس نے اپنا غصہ نکالا تھا۔ایک دن میں ساری زندگی الٹ پلٹ گئی تھی۔

اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اس نے کسی کو کال ملائی دوسری جانب موجود وجود کی آواز سنتے اس کا غصہ بالکل ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

****

زرتاشہ یار کیا ہو گیا تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی ؟ جب سے زیان بھائی سے تمھیں ملایا ہے تم مجھ سے کتراتی پھر رہی ہو۔۔ماہم نے اس کا راستہ روکتے پریشانی سے پوچھا۔

کچھ نہیں ہوا۔۔وہ نظریں زمین پر مرکوز کیے بولی

تم کچھ تو چھپا رہی ہو بتاؤ کیا بات ہے ؟ ماہم کے بولنے پر اس کا تنگ فق ہوا تھا۔

کچھ نہیں چھپا رہی میں۔۔وہ تیز لہجے میں بولتی اپنے ہاتھ میں موجود کتاب پر گرفت مضبوط کر گئی تھی۔۔

ایسی بات ہے پھر آج ہمارے ساتھ لنچ پر چلو۔۔ماہم مسکرا کر بولی۔۔

میں کہیں نہیں جاؤں گی۔۔وہ منہ بنا کر بولی

میرے اور بھائی ساتھ لنچ پر چلو یا پھر مجھے بتاؤ کیا چھپا رہی ہو۔۔ماہم نے اسے باتوں میں الجھایا

مجھے ٹائم سے گھر جانا ہوتا۔۔زرتاشہ نے مسئلہ بتایا۔۔

یار لاسٹ تھری لیکچر بنک کر دیں گے تم فکر مت کرو ٹائم سے واپس آجائیں گے۔۔ماہم نے حل نکالا۔۔

مجھے نہیں جانا ماہم۔۔وہ دھیمی آواز میں بولی۔۔

اوکے پھر مجھے بتاؤ کیا چھپا رہی ہو۔۔۔ماہم کے پوچھنے پر وہ لب کچلنے لگی۔۔

میں چلوں گی۔۔زرتاشہ کے مان جانے پر ماہم کھل کر مسکرا اٹھی۔

پہلے تین لیکچر لینے کے بعد ماہم زرتاشہ کو اپنے ساتھ یونیورسٹی سے باہر لے گئی تھی۔

براؤن جینز اور سفید شرٹ پہنے بالوں کو پیچھے کی طرف سیٹ کیے زمان گاڑی میں بیٹھا ماہم کا انتظار کر رہا تھا جب اس کے ساتھ آتی زرتاشہ پر نظر پڑتے اس کی آنکھوں میں ناگواریت سمٹ آئی۔۔

سکن رنگ کا سوٹ پہنے ساتھ براؤن چادر اوڑھے زرتاشہ کی ڈریسنگ زمان سے میچ کر رہی تھی۔

خود پر نظریں محسوس کرتے زرتاشہ نے ڈر کر نظریں اٹھا کر دیکھا تھا جہاں گاڑی میں بیٹھے زمان کی نظریں اپنے وجود کے آر پار ہوتے اس کے قدم بے ساختہ رک گئے تھے۔

کیا ہو گیا رک کیوں گئی ہو بھائی کو انتظار کرنا پسند نہیں جلدی چلو۔۔ماہم اس کا ہاتھ پکڑتی تقریباً کھینچتی ہوئی اسے اپنے ساتھ لے کر گاڑی پاس آئی تھی۔

ہیلو بھائی۔۔زمان کو دیکھتے ماہم مسکراتے ہوئے بولی۔۔

آجاؤ چلیں پہلے ہی کافی دیر سے آئی ہو۔۔زمان کے سخت لہجے میں بولنے پر ماہم نے لب دبا کر سوری کہتے زرتاشہ کو پچھلی سیٹ پر دھکیلا تھا۔

خود اس کے ساتھ بیٹھتے ماہم نے زمان کو چلنے کا کہا تھا۔۔بیک مرر سے بھی اس کی نظریں زرتاشہ کو۔محسوس ہو رہی تھیں۔۔اپنی چادر کا کونہ اپنے ہاتھ میں زور سے پکڑے وہ اپنی گھبراہٹ کم کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

****

زمل کی طبیعت کافی حد تک سنبھل گئی تھی مگر تکلیف کی وجہ سے اسے زیادہ تر بے ہوش رکھا گیا تھا۔خان کے کہنے کے مطابق یزدان نے اسے گھر میں شفٹ کروا دیا تھا جہاں وہ سب لوگ رہ رہے تھے۔

ڈاکٹرز اور تمام چیزوں کا انتظام کر دیا گیا تھا۔زرش ہر پل زمل کے ساتھ رہتی تھی۔ یزدان اور زرش کی دوبارہ بات نہیں ہوئی تھی۔ایک سرد دیوار تھی جو ان دونوں کے درمیان حائل ہوچکی تھی۔

زمل ک بازو اورایک پاؤں جل گیا تھا مگر بروقت اسے بچانے پر وہ کافی حد تک بچ گئی تھی۔جس پر زرش اللہ کا شکر ادا کرتی نہیں تھک رہی تھی۔

شیر خان کی وجہ سے زمل کو اندرونی بھی کئی چوٹیں لگی ہوئی تھیں جس وجہ سے وہ جب بھی ہوش میں آتی اسے تکلیف محسوس ہوتی تھی۔

خان کے کمرے میں آنے پر بھی زرش خاموشی سے زمل کے قریب بیٹھی رہی تھی۔

تمھیں یزدان بلا رہا ہے۔۔۔خان کے بولنے پر زرش گہرا سانس لیتی ایک نظر خان پر ڈالتی چپ چاپ چلی گئی تھی۔

خان زمل کو دیکھتا اس کے قریب آکر بیٹھ گیا تھا۔اس کے سوئے چہرے پر نظر ڈالتے وہ سائیڈ ٹیبل پر پڑی کتاب اٹھا کر پڑھنے لگا تھا۔

وہ ہر روز دو گھنٹے کم سے کم زمل کے پاس ضرور گزارتا تھا۔اس نے دو دنوں میں خان ویلا کی سکیورٹی پر معمور لوگوں کی کھال ادھڑ دی تھی۔

سکیورٹی والے شیر خان سے ڈرتے اسے خاموشی سے خان کی غیر موجودگی ویلا میں آنے دیتے۔۔یہ بات جان کر ہی خان کا بس نہ چل رہا تھا۔ان سب لوگوں کو ویسے ہی مار کر کسی جگہ بند کرکے زندہ جلا دے۔۔

گل کو انھوں نے ایک دن پہلے ہی دفنا دیا تھا۔اس کی موت کا دکھ خان کو تھا۔اس کی تکلیف اور اذیت کا سوچتے خان نے شیر خان سے بدلہ لینے کا سوچا تھا۔

پانی۔۔زمل ہوش میں آتی سرگوشی میں بولی۔۔خان اس کے قریب نہ بیٹھا ہوتا تو شاید سن نہ پاتا۔

اس نے زمل کی خواہش پر کتاب رکھتے تیزی سے گلاس میں پانی ڈالتے احتیاط سے بیڈ پر اس کے ساتھ بیٹھتے اس کے ہونٹوں سے گلاس لگایا تھا۔

زمل خان کے سہارے پر بیٹھی پانی پینے لگی تھی۔پانی پیتے اس نے اپنا سر خان کے کندھے سے ٹکایا تھا۔

کہیں درد ہو رہا ؟ اس کے بال چہرے سے ہٹاتے خان نے نرم لہجے میں پوچھا۔

بازو میں۔۔اس نے اپنے بائیں بازو کی طرف اشارہ کیا۔۔

اور کمر میں۔۔وہ تکلیف دہ لہجے میں بولی۔

کچھ کھالو پھر میں میڈسن دیتا ہوں۔۔خان نے اس کے گرد بازو پھیلاتے دوسرے ہاتھ سے سائیڈ ٹیبل پر پڑے فون کو اٹھاتے ملازمہ سے سوپ بنا کر لانے کا کہا تھا۔

آپ کب آئے ؟ زمل نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا۔خان کے جواب پر وہ خاموش ہوگئی تھی۔

گل کی طبیعت کیسی ہے ؟ زمل نے اچانک گل کے بارے میں یاد آتے پوچھا۔خان نے لب سختی سے پیوست کیے تھے۔۔

آپ بتا کیوں نہیں رہے ؟ اس نے اپنی بات پر زور دیتے پوچھا۔خان کی خاموشی اسے کھٹک رہی تھی۔

گل اب اس دنیا میں نہیں رہی۔۔وہ لفظوں کا مناسب چناؤ کرتا گویا ہوا۔زمل نے بےیقینی سے اپنی آنکھیں کھول کر خان کو دیکھا جو اس سے نظریں چرا گیا تھا۔

زمل خاموشی سے اسے دیکھتی اس کے قریب سے ہٹتی ہونٹ دبا کر تکلیف روکتی خاموشی سے لیٹ گئی تھی۔

خان بھی اس کے قریب سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

ملازمہ کے سوپ لانے پر اس نے ملازمہ کو اشارہ کیا جس نے زمل کو اٹھا کر سوپ پلا دیا تھا۔

دونوں ہی خاموش تھے ایک دوسرے سے کچھ نہیں بول رہے تھے۔خان نے اسے میڈسن دیکھ کر دی تھی۔وہ میڈسن لیتی واپس لیٹ گئی تھی۔

اسے ایک نظر دیکھتا خان ملازمہ کو اس کے پاس چھوڑتا چلا گیا تھا۔زمل بھی دوائیوں کے زیر اثر کچھ ہی دیر میں سو گئی تھی۔

****

زرتاشہ کھانے سے کھیل لیا ہے تو کھالو اب۔۔ماہم زرتاشہ کو چاولوں میں چمچ چلاتے دیکھ کر چوٹ کرتی بولی۔وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ماہم زمان کے ساتھ لگاتار باتیں کر رہی تھی جبکہ زرتاشہ بار بار اس کی نظریں محسوس کرتی اپنی پلیٹ پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

ماہم کے بولنے پر وہ چھوٹے چھوٹے نوالے لے کر کھانا کھانے لگی تھی۔

بھائی آپ اور زرتاشہ کپل لگ رہے ہیں دونوں کی ڈریسنگ ایک جیسی ہے۔۔ماہم چہکتے ہوئے بولی۔۔

زرتاشہ کے حلق میں چاول پھنس گئے تھے۔کھانستے ہوئے اس نے پانی کا گلاس اٹھاتے لبوں سے لگایا تھا۔

زمان ماہم کی بات پر غصے سے اسے گھور رہا تھا۔جو اس کے غصے سے بے خبر زرتاشہ کو دیکھ رہی تھی۔

ماہم مجھے ضروری کام سے جانا ہے چلو۔۔کچھ دیر بعد زمان سنجیدگی سے بولا۔۔

ماہم زرتاشہ کو اشارہ کرتی اٹھ گئی تھی۔وہ تو پہلے ہی جانے کو تیار بیٹھی تھی جھٹ سے اٹھ کر ماہم کے پیچھے باہر نکل گئی تھی۔

میرا موبائل وہ ٹیبل پر پڑا رہ گیا ہے میں ایک منٹ میں آئی بھائی۔ماہم گاڑی میں بیٹھتی اپنا موبائل نہ ملنے پر فورا اتر کر ریسٹورنٹ میں بڑھ گئی تھی۔

معصوم بننے کی ایکٹنگ اچھی کرتی ہو۔۔زمان سگریٹ کا پیکٹ نکالتا اس کے وجود پر نظریں گاڑھے بولا۔

زرتاشہ گھبراہتے ہوئے اپنی چادر کا پلو انگلیوں میں گھمانے لگی تھی۔

یہ ادائیں میرے سامنے مت دکھاؤ الجھن ہوتی ہے مجھے۔۔وہ اس کے بال چادر کے اندر کرنے پر غصے سے بولا۔

زرتاشہ کو اس شخص سے خوف آنے لگا تھا۔زمان مزید کچھ بولتا ماہم کے آنے پر خاموش ہو گیا تھا۔زرتاشہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔

****

اب مجھ سے کبھی بات نہیں کرو گی ؟ زرش کچن میں کھڑی پانی پی رہی تھی جب اس کے پیچھے کھڑے ہوتے یزدان نے سرگوشی میں پوچھا۔

اس کی سانسیں زرش اپنی گردن پر محسوس کرتی گلاس کو مضبوطی سے تھام گئی تھی۔

آپ نے بھی بات نہیں کی ؟ وہ شکوہ کن انداز میں بولی غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد اسے یزدان سے کی گئی بدتمیزی پر پچھتاوا ہوا تھا۔

تم موقع ہی نہیں دے رہی--دو دن سے روم میں بھی نہیں آئی--زرش کی کمر پر آہستہ سے انگلی چلاتے اس نے بھی شکایت کی۔

اس کی حرکت کرتی انگلیوں کا لمس زرش کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کرنے لگا تھا۔

بجو کو میری ضرورت ہوتی ہے--اس نے جواباً کہا۔

میں کل سے ایک ہفتے کے لیے پشاور جا رہا ہوں--یزدان نے اسے اطلاع دی۔

کیوں ؟ اس کی طرف مڑتے زرش نے بھنویں بھینچ کر پوچھا۔

مجھے وہاں ایک کام ہے--اس کی آنکھوں میں دیکھتے یزدان نے نرم لہجے میں کہا--

میں اکیلی کیسے رہوں گی ؟ زرش نے منہ پھولا کر اسے دیکھا۔

جیسے دو دن سے رہ رہی ہو۔۔آج آجانا کمرے میں خان زمل کے پاس رکے گا۔۔اور تم میرے جانے کے بعد خان سے اپنی بدتمیزی کے لیے معافی مانگ لینا۔۔یزدان کا لہجہ آخر میں پتھریلا ہو گیا تھا۔

زرش نے دھیرے سے سر ہلا دیا تھا۔یزدان نے اس کے جواب پر جھکتے اس کا سر عقیدت سے چوما تھا۔

. . . .

یزدان کے منانے پر خان آج رات زمل کے پاس رکنے کو راضی ہوگیا تھا۔کمرے میں موجود صوفے پر وہ آرام سے بیٹھ کر اپنا لیپ ٹاپ کھول چکا تھا۔

اپنے پاس موجود ہارڈ ڈرائیو کو لیپ ٹاپ سے کنیکٹ کر کے خان نے دی سنیک آرگنائزیشن کی ساری انفارمیشن دیکھنا شروع کی تھی۔

شیر خان کی معلومات نکالتے اس نے تفصیل سے فائل پڑھنا شروع کی تھی۔اس فائل میں شیر خان نے جن لوگوں کا قتل کیا ان سب کی ڈیٹیل موجود تھی۔خان پرسوچ نگاہوں سے لیپ ٹاپ کو دیکھتا طنزیہ مسکرایا تھا۔

تمھارے بربادی کے دن شروع ہونے والے ہیں شیر خان۔پیچھے کی طرف صوفے پر سر ٹکاتے وہ آنکھیں موند گیا تھا۔

زرش۔۔میری کمر پر دوائی لگا دو تکلیف ہو رہی ہے۔۔زمل جو دوسری طرف رخ موڑے لیٹی خان کو زرش سمجھ رہی تھی دھیمی آواز میں بولی۔

خان نے کچھ بولنا چاہا پھر خود کو روکتا وہ آرام سے بیڈ کی جانب بڑھا تھا سائیڈ ٹیبل پر پڑا دوائیوں کا شاپر اٹھاتے اس نے کمر پر لگانے والی آنمٹینٹ نکالی تھی۔

زمل کی شرٹ کی طرف بڑھتا ہاتھ اس کا بار بار پیچھے ہٹ رہا تھا۔آخر کار ہچکچاتے ہوئے اس نے زمل کی شرٹ کمر سے اوپر کی طرف کھسکائی تھی۔

کمر پر بیلٹ کے پرپل اور سرخ نشان دیکھتے خان نے لب بھینچتے آہستہ سے اپنی سرد انگلی اس کے ایک نشانہ پر پھری۔

زمل بے ساختہ سسک اٹھی تھی۔خان نے سختی سے ہونٹ آپس میں پیوست کرتے اس کی کمر پر احتیاط سے آنٹمنٹ لگانا شروع کی تھی۔

زرش تھوڑی نرمی سے لگاؤ۔۔ہونٹ دبا کر اپنی سسکی روکتے زمل نے کانپتی آواز میں کہا۔خان نے نرمی سے آنٹمنٹ اس کے سارے زخموں پر لگا دی تھی۔

آج تم بہت چپ چپ ہو زرش خیریت ہے ؟ زمل نے مسکاتے لہجے میں اپنے زخموں میں اٹھتی تکلیف سے دھیان ہٹانا چاہا تھا۔

کوئی جواب نہ پاکر زمل ہلکا سا پیچھے مڑی تھی۔خان کو کھڑا دیکھ کر شرمندگی سے زمل کا چہرہ سرخ پڑا تھا۔

آ۔۔آپ یہاں کیا کر رہے ہیں ؟ اس نے لب کاٹتے ہوئے پوچھا۔

زرش یزدان کے ساتھ ہے اس لیے اس کی جگہ آج میں یہاں رک رہا ہوں۔۔خان سپاٹ نظروں سے زمل کو دیکھتا واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔

مجھے آپ کی ضرورت نہیں جائیں یہاں سے۔۔زمل بے رخی سے بولی۔

مجھے یہاں رکنے کے لیے تمھاری اجازت کی ضرورت نہیں۔۔اس لیے خاموش رہو یا پھر سو جاؤ۔۔لیپ ٹاپ پر عبیر ملک کی فائل کھولتے خان نے سرد مہری سے کہا۔زمل منہ بناتی دوسری طرف رخ موڑ کر لیٹ گئی تھی۔

عبیر ملک سے خان کی شروع سے ہی نہیں بنتی تھی۔وہ اس کے انڈر کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔مگر مجبوری کے باعث وہ خان سے کبھی کبھار رابطہ کرتا تھا وہ بھی صرف کام کے سلسلے میں۔۔پچھلے پانچ سالوں سے زیادہ تر وہ اٹلی میں ہی رہ رہا تھا۔

زمل کو کچھ دیر بعد ہی پیاس لگ گئی تھی۔وہ خان کو بولانا نہیں چاہتی تھی مگر سوکھے حلق میں اسے کانٹے چبھتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

خان۔۔خان نے اپنے نام کی پکار پر لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر اس کے وجود پر مرکوز کر لیں تھیں۔

ہمم۔۔۔۔

مجھے پانی پینا ہے۔۔وہ بے بس لہجے میں بولی۔۔خان خاموشی سے اٹھ کر اس کے پاس گیا تھا۔گلاس میں پانی ڈالتے اس نے زمل کو سہارا دے کر اٹھاتے گلاس اس کے لبوں سے لگایا تھا۔

شکریہ۔۔پانی پینے کے بعد وہ دھیمے لہجے میں بولی۔خان نے نرم گرم نگاہوں سے اسے دیکھتے اچانک اس کے چہرے پر جھکتے ہلکا سا اس کا ماتھا چوما تھا۔زمل اس کی حرکت پر حیران رہ گئی تھی۔حیران تو خان بھی اپنی اس حرکت پر ہوگیا تھا۔

اسے واپس لٹاتے خان تیزی سے اپنی جگہ واپس آکر بیٹھ گیا تھا۔زمل بھی آنکھیں جھپکاتی ہلکی سی مسکان کے ساتھ آنکھیں بند کر گئی تھی۔

****

کمرے میں داخل ہوتے تازہ پھولوں کی خوشبو نے زرش کا استقبال کیا تھا۔زرش منہ کھولے سجے ہوئے کمرے کو دیکھنے لگی تھی۔سرخ گلابوں سے دروازے سے بیڈ تک کا راستہ بنایا گیا تھا۔چھوٹی چھوٹی گولڈن لائٹس کمرے کے منظر کو خواب ناک بنا رہے تھے۔کنگ سائز بیڈ پر بچھی سرخ چادر انتہائی خوبصورت لگ رہی تھی۔

یزدان کے ارادے سمجھتی اس کی ہتھلیاں بھیگنے لگی تھیں۔وہ گھبراتے ہوئے واپس مڑنے لگی تھی جب دروازے میں کھڑے یزدان نے اس کے ارادے جان کر دروازہ بند کیا تھا۔وہ دروازہ سے ٹیک لگائے سینے پر بازو باندھے کھڑا ہو گیا تھا۔

زرش نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔واشروم میں تمھارے لیے ڈریس موجود ہے جاؤ چینج کرکے آؤ۔۔چہرے پر سنجیدگی سجائے یزدان زرش پر نظریں ٹکائے کھڑا تھا جو اپنی نم ہتھیلیاں بار بار اپنی شرٹ سے صاف کر رہی تھی۔

یہ سب کیا ہے یزدان ؟ وہ اپنے خشک ہوتے ہونٹ تر کرنے لگی۔یزدان کی نظر اس کے گلابی ہونٹوں پر آٹھہری تھی۔جنھیں اب دانتوں کے نیچے لیے زرش کاٹنے میں مصروف تھی۔

ہماری گولڈن نائٹ کی تیاریاں۔وہ بے شرمی سے مسکراتے ہوئے بولا زرش کا دل رک سا گیا تھا۔

جلدی چینج کرکے آو۔۔تیزی سے زرش کے قریب آتے یزدان نے اسے واشروم کی طرف دھکیلا۔۔وہ گم صم سی واشروم میں چلی گئی تھی۔

فریش ہوکر ڈریس چینج کرتے اس نے کاؤنٹر کے قریب پڑے میک اپ کو حیرت سے دیکھا۔پھر سرخ لپ اسٹک اٹھاتے اپنے ہونٹوں پر لگائی تھی۔کاجل اٹھا کر اپنی آنکھوں میں لگاتے اس

نے اپنا چہرہ غور سے آئینے میں دیکھا۔وہ خود کو دیکھتی ہلکا سا مسکرائی گھبراہٹ سے ماتھے پر جمع ہوتا پسینہ اس نے فورا صاف کیا تھا۔

زرش جلدی آجاؤ۔۔۔یزدان کی بات سنتی وہ گہرا سانس لیتی دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی۔آہستہ سے دروازہ کھولتے وہ باہر نکلی تھی جہاں بیڈ پر تکیے سے ٹیک لگائے کچھ بیٹھنے اور کچھ لیٹنے کے انداز میں یزدان اس کا منتظر تھا۔

ہائے اللہ جی !اپنی تیز دھڑکن محسوس کرتے اس نے اپنی پلکیں جھکا لی تھی۔یزدان کی نظروں کو وہ بخوبی محسوس کر رہی تھی۔۔

سرخ پاؤں تک فراک پہنے جس کے بازو اورگلے پر گولڈن موتیوں کا نفیس سا کام ہوا تھا۔جبکہ فراک کے نیچے بھی تین چار مختلف ڈیزائن کے بارڈز موتیوں اور پیچز سے بنے ہوئے تھے۔ساتھ بال کھلے چھوڑے ریڈ لپ اسٹک اور کاجل کے ساتھ وہ یزدان کو ساکت کر گئ تھی۔یہ پہلی بار تھا جو اس نے زرش کو اتنا تیار ہوا دیکھا تھا۔

یزدان بیڈ سے اٹھا تھا۔سفید کرتے کے سلیوز موڑے وہ رف سے حولیے میں تھا۔

میری خواہش تھی تمھیں سرخ جوڑے میں دیکھنے کی۔۔یزدان نے اس کے قریب آتے جھک کر زرش کی نظروں میں دیکھ کر کہا۔

زرش کی پلکیں لرزیں۔اس نے آنکھیں اٹھا کر یزدان کو دیکھنے کی جرت نہیں کی۔۔یزدان نے اپنے ہاتھ سے اس کا گال سہلایا تھا۔زرش کی رنگت میں گھلتی سرخیاں اسے مدہوش کر رہی تھیں۔

ٹھوڑی سے پکڑ کر یزدان نے زرش کا چہرہ اوپر کرتے اس کے ہونٹوں کو شدت سے اپنی گرفت میں لیا تھا۔اس کی سانسوں کو اپنی سانسوں میں الجھاتے وہ زرش کی سانسیں مقید کر گیا تھا۔

زرش نے فراک کو مٹھیوں میں زور سے بھینچ لیا تھا۔اس کو لبوں کو آزاد کرتے یزدان نے اس کے بھیگے ہونٹوں کو انگھوٹھے سے سہلایا۔۔شرم و حیا سے سمٹتی زرش اپنی نظریں جھکائے کھڑی یزدان کو مزید اپنی جانب متوجہ کر رہی تھی۔۔

اس کو کمر سے تھامتے یزدان نے اس کا رخ موڑتے اس کی کمر اپنے سینے سے لگاتے اس کی ٹھوڑی پر اپنا چہرہ ٹکایا۔۔

میں کہوں تو بس وہ سُنا کرے

میری فرصتیں میرے مشغلے

سب ہی اپنے ___نام کیا کرے

کوئی بات ہو کسی شام کی

جو سنانے بیٹھوں اُسے کبھی

وہ سُنے تو سُن کے ہنسا کرے

جو میں کہوں چلو اُس نگر

جہاں جگنوؤں کا ہجوم ہو

وہ پلٹ کے دیکھے میری طرف

اور مجھکو پاگل کہا کرے

بس میرے ساتھ چلا کرے

I am blessed to have you in my life love

زرش کے کان پر ہونٹ رکھے یزدان نے بہکے لہجے میں الفاظ امرت کی طرح اس کے اندر اتارے تھے۔زرش کا رواں رواں سماعت بنا یزدان کو سن رہا تھا۔

زرش کی گردن سے بال ہٹاتے یزدان نے اپنا لمس اس کی گردن پر چھوڑا تھا۔اس نے زرش کا ہاتھ اپنے گرد بندھے یزدان کے ہاتھ پر گیا تھا۔

یزدان۔۔مجھے نیند آرہی ہے۔۔وہ خشک حلق تر کرنے کی کوشش کرتی منمنائی۔زرش کی گردن پر رقص کرتے اس کے ہونٹ تھمے وہ مسکرایا۔اس کی گردن کو چومتے اس نے تیزی سے گھماتے زرش کو اپنی جانب موڑا۔۔

زرش کے کپکپاتے ہونٹوں ، لرزتی پلکوں اور سرخی گھلے گالوں کو دیکھتے یزدان کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔۔

زرش کو بازو سے پکڑ کر اچانک اس نے گول گول گھمایا۔زرش نے حیرت سے اپنی پلکوں کی جھالر اٹھا کر یزدان کو دیکھا جو اسی پل کا انتظار کر رہا تھا۔

زرش کے بازو اپنی گردن میں ڈالتے اس نے ایک بار پھر اس کے سرخ نرم و ملائم ہونٹوں کو اپنی ہونٹوں سے الجھایا تھا۔زرش کی گرفت یزدان کی گردن پر سخت ہوئی تھی۔

تمھاری یہ ادائیں میری جان لے لیں گی۔۔اس کے ہونٹوں کو آزاد کرتے اس کے گال پر اپنے لب جماتے یزدان سرگوشی میں بولا۔اس کا نازک سراپا یزدان کے ہوش و حواس گم کر رہا تھا۔

انگلی سے اس نے زرش کے ماتھے سے گردن تک لکیر کھینچی تھی۔زرش نے نچلا لب سختی سے ہونٹوں میں دبایا تھا۔اس کی قربت سے زرش کا سانس خشک ہو رہا تھا۔

یزدان نے اسے جھک کر باہوں میں اٹھایا تھا۔آنے والے لمحات کا سوچتی زرش اس کے سینے میں چھپا گئی تھی۔دونوں نے باقاعدہ اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا۔محبت کے پھولوں کی مہک ہر سو پھیلنے لگی تھی۔

****

زرتاشہ ماہم کے نہ آنے پر آج اکیلی ہی یونیورسٹی میں سارے لیکچرز لے رہی تھی۔ماہم کے ساتھ اسے وقت گزرنے کا پتا ہی نہ چلتا تھا۔چونکہ وہ ہر وقت بولتی رہتی تھی۔

زرتاشہ آج جلدی گھر جانا چاہتی تھی۔تبھی اس نے جلدی ڈرائیور کو لینے آنے کے لیے بول دیا تھا۔

آج بارش کا موسم تھا۔ہلکی پھلکی بوندا باندی شروع ہوچکی تھی۔زرتاشہ نے آسمان کی جانب ساکت نظروں سے دیکھا تھا۔بارش و طوفان اسے بالکل نہیں پسند تھے۔

ڈرائیور کے آنے پر وہ جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔

آپ کہاں لے کر جا رہے ہیں ؟ زرتاشہ نے مختلف راستے پر گاڑی جاتے دیکھ کر پریشانی سے پوچھا

بی بی جی۔۔میڈم نے کچھ سامان منگوانا ہے۔۔ڈرائیور کے بتانے پر اس نے سر ہلایا تھا۔

سیٹ سے سر ٹکائے اس کی نظریں سڑک پر ہی تھیں۔۔سپر مارکیٹ کے قریب گاڑی پارک کرتے ڈرائیور اندر چلا گیا تھا۔

زرتاشہ گاڑی میں ہی بیٹھی تھی۔ونڈوں کا شیشہ نیچے کیے وہ اب بھی باہر دیکھ رہی تھی۔جب برابر والے جگہ پر ایک اور کار پارک ہوئی تھی۔

ہونٹوں میں سگریٹ دبا کر گاڑی سے باہر نکلتے زمان کی نظر اچانک ہی زرتاشہ پر پڑی تھی جو آنکھیں پھیلائے اسے گھور رہی تھی۔

نیوی بلیو شرٹ اور جینز پہنے بالوں کو نفاست سے سیٹ کیے ہونٹوں میں سگریٹ دبائے زرتاشہ کو وہ ولن لگ رہا تھا۔۔

زمان نے آنکھیں چھوٹی کر کے گھورا زرتاشہ نے کانپتے ہاتھوں سے ونڈو کا شیشہ اوپر چڑھانا شروع کیا تھا۔مگر اس سے پہلے ہی اس کے قریب آتے زمان ونڈوں پر بازو رکھے اندر زرتاشہ کی طرف جھکا۔۔اپنے ہونٹوں سے سگریٹ نکالتے اس نے سارا دھواں زرتاشہ کے منہ پر چھوڑا تھا۔

گلابی شلوار قمیض کے ساتھ سفید چادر اوڑھے وہ معصوم چڑیا لگ رہی تھی۔جس کا زمان کو دیکھ کر سانس اٹک گیا ہو۔۔

زرتاشہ نے کھانستے ہوئے پیچھے ہٹنے کی کوشش کرنی چاہی۔زمان نے اس کا منہ دبوچ کر اسے اپنی جانب کھینچا تھا۔

جہاں میں جاتا ہوں وہاں تمھارا موجود ہونا ضروری ہوتا ہے؟ اپنے ہاتھ کی گرفت زرتاشہ کے منہ پر مضبوط کرتے اس نے سرد لہجے میں پوچھا۔زرتاشہ کی نظروں میں موجود خوف اسے ایک عجیب سا سرور بخش رہا تھا۔

زرتاشہ کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو کر رہا تھا۔خوف سے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہونے لگی تھی۔

جواب دو مجھے۔۔اس کا چہرہ اپنے برابر کرتے زمان ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولتا زرتاشہ کو کانپنے پر مجبور کر گیا تھا۔

آئی ایم سوری۔۔وہ آنکھوں میں جمع ہوتے آنسوؤں کو گال پر بہنے سے روکتی سہمی آواز میں بولی۔۔اپنے ہاتھ میں پکڑی سگریٹ سے ایک اور کش لیتے زمان نے دوبارہ اس کے منہ پر دھواں چھوڑا تھا۔

زرتاشہ کو کھانستے ہوئے کچھ تاریک یادیں اپنے سامنے رونما ہوتی نظر آئی تھیں۔۔

جتنا ہوسکے میری بہن سے دور رہو۔۔اور جہاں مجھے دیکھو اپنا راستہ بدل لیا کرو۔۔دوبارہ تمھیں میں نے ماہم کے ساتھ دیکھا تمھارا جو حشر کروں گا وہ تم کبھی نہیں بھولو گی۔۔اس کا چہرہ جھٹکے سے چھوڑتے زمان سگریٹ زمین پر پھینکتا اپنی جینز کی پاکیٹس میں ہاتھ ڈالے سپر مارکیٹ کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اس کے جاتے ہی زرتاشہ نے تیزی سے شیشہ اوپر کیا تھا۔گہرے گہرے سانس لیتی وہ اپنے کانوں میں گونجتی دھڑکنوں کو اعتدال پر لا رہی تھی۔

****

خان کے حکم کے مطابق یزدان صبح صبح ہی زرش کے اٹھنے سے پہلے نکل گیا تھا۔اس نے اپنا سامان بھی پیک کرنا تھا جو ان کے وئیر ہاؤس میں تھا۔اس نے ساری رات زرش کو سونے نہیں دیا تھا۔اس لیے اب وہ اسے اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔۔زرش کا ماتھا چومتے وہ ایک میسج پیپر پر اس کے لیے لکھ کر چلا گیا تھا۔

اپنی کچھ گنز اور کپڑے رکھتا وہ اپنے چیزیں مکمل کرتا گاڑی میں بیٹھا تھا۔ایک گن ڈیش بورڈ میں رکھتے اس نے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔

وہ کچھ ہی گھنٹوں میں پشاور میں داخل ہوچکا تھا۔وہ پشاور میں موجود اپنی رہائش گاہ کی طرف جارہا تھا جب شیر خان کے آدمیوں نے اس کا راستہ روکا۔اپنی گن نکالتے اس نے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔

ایک آدمی ہاتھ اوپر اٹھاتا اس کے قریب آیا تھا۔

شیر خان آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔۔اس نے شیر خان کا پیغام دیا۔

کیوں ؟ یزدان نے اس کو دیکھتے پوچھا۔

مجھے علم نہیں۔۔آدمی کے بتانے پر یزدان نے ان کے ساتھ چلنے کا سوچا۔

وہ لوگ یزدان کے ساتھ شیر خان کے گھر پہنچے تھا جہاں وہ یزدان کا ہی انتظار کر رہا تھا۔

آؤ یزدان تمھارا ہی انتظار ہو رہا تھا۔یزدان کا کندھا تھپتھپاتے شیر خان نے اسے اپنے روبرو بٹھایا تھا۔یزدان سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔شیر خان اسے مارنا نہیں چاہتا تھا یہ تو یزدان جان چکا تھا۔

تمھیں مجھ سے کیا کام ہے ؟ شیر خان اس کی بے صبری پر مسکرایا۔

تم جانتے ہو خان میں اب وہ دم نہیں رہا جو پہلے تھا۔۔میں اسے اس کے عہدے سے ہٹانا چاہتا ہوں اور یہ اتنا آسان نہیں مجھے تمھاری ضرورت ہے اس میں۔۔شیر خان کی نظریں یزدان پر ہی تھیں۔

اس سے مجھے کیا فائدہ ملے گا۔۔یزدان نے ائبرو اچکاتے پوچھا۔

ہاہاہاہا۔۔تمھیں خان کی جگہ اس کا رتبہ اور یہ ساری پاورز ملیں گی جو خان کی ہیں۔۔کب تک تم اس کے نیچے نوکروں کی طرف کام کرتے رہو گے کچھ اپنا بھی سوچو۔۔۔ضرورت پڑنے پر خان تمھیں مارنے سے گریز نہیں کرے گا اس سے اچھا ہے تم پہلے ہی اسے ختم کردو اس سب میں میں تمھارا بھرپور ساتھ دوں گا۔۔۔شیر خان کی باتوں پر وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔یہ سچ تھا اب وہ مزید خان کے نیچے رہ کر کام نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مجھے سودا منظور ہے۔۔یزدان نے رضامندی دی تھی۔شیر خان نے خوش ہوتے اسےگلے سے لگا کر اس کا کندھا تھپتھپایا تھا۔یزدان نے بھی مسکرا کر شیر خان کو دیکھا تھا۔شیر خان نے اپنی چال

چل دی تھی۔جس کا اہم مہرہ یزدان بننے والا تھا۔اب خان اس سے کیسے بچے گا یہ آنے والا کل ہی جانتا تھا۔۔

. . . .

زرتاشہ آج یونیورسٹی نہیں جانا بچے۔۔مہناز بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے بیڈ پر سکڑ کر لیٹی زرتاشہ کو پریشانی سے دیکھا۔

مورے۔۔میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔۔زرتاشہ کی کمزور سی آواز مہناز بیگم کے کانوں میں پڑی۔۔

تمھیں بہت تیز بخار ہے۔۔مہناز بیگم نے اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر ماتھا چھوا۔

میں تمھارے لیے میڈسن اور کچھ کھانے کو لاتی ہوں۔۔تم آرام کرو۔۔مہناز بیگم اس کو کمفرٹر سے اچھے سے ڈھکتی کمرے سے چلی گئی تھیں۔

مہناز بیگم کے دوائی دینے کے بعد بھی اسے افاقہ نہ ہوا تھا۔وہ دو دن سے یونہی نڈھال سی بستر پر پڑی تھی اب تو مہناز بیگم کو بھی پریشانی ہونے لگی تھی۔

ماہم کی اسے لگاتار کالز آرہی تھیں جنھیں وہ اگنور کر رہی تھی۔زمان کے دھمکانے کے بعد ایسا ڈر اس کے دل میں بیٹھا کہ وہ ماہم کی کال بھی نہیں اٹھا پا رہی تھی۔

مہناز بیگم آج اسے زبردستی اٹھا کر ہوسپٹل لے کر آئی تھیں۔ویٹنگ ائریا میں انتظار کرتی وہ مہناز بیگم کے کندھے سے سر ٹکائے بیٹھی نڈھال لگ رہی تھی۔چہرہ بخار کی شدت دے سرخ دکھائی دے رہا تھا۔

زرتاشہ؟ ماہم کی آواز سنتے زرتاشہ نے بے ساختہ اپنی آنکھیں زور سے بند کی تھیں۔کیا کوئی ایسی جگہ ہوسکتی ہے جہاں وہ ان بہن بھائی سے نہ مل سکے ؟

تم اتنے دنوں سے یونیورسٹی نہیں آرہی ؟ خیریت ہے ؟ میری کال بھی اٹینڈ نہیں کر رہی۔۔ماہم نے دھڑا دھڑ اس پر سوالات کی بوچھاڑ کی۔وہ بوکھلا گئی تھی۔

زرتاشہ یہ تمھاری دوست ہے ؟ ماہم کے چپ ہونے پر مہناز بیگم نے زرتاشہ سے پوچھا۔

جی مورے یہ میری دوست ہے۔۔زرتاشہ نے لب دباتے جواب دیا۔

اوہ سوری آنٹی اسلام علیکم میں زرتاشہ کی یونیورسٹی فیلو پلس دوست ہوں۔۔ماہم نے مہناز بیگم سے ہاتھ ملایا۔

مجھے بخار تھا ماہم اس وجہ سے میں یونیورسٹی نہیں آرہی۔۔زرتاشہ نے اسے جلدی خود سے دور بھیجنے کے لیے اس نے ماہم کی مہناز بیگم سے بات کو مزید بڑھنے سے روکا۔

اوہ اب کیسی ہو ؟۔۔ماہم نے زرتاشہ کا سرخ چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

ابھی چیک اپ کروانے آئی ہوں دو دنوں تک میں یونیورسٹی آجاؤں گی۔۔زرتاشہ نے تیزی سے جواب دیا۔وہ جلد سے جلد ماہم کو وہاں سے بھیجنا چاہتی تھی۔

ماہم یہاں کس کے پاس کھڑی ہو ؟ زمان کی آواز سنتی زرتاشہ نے سختی سے آنکھیں میچ کر مہناز بیگم کے کندھے میں منہ دیا تھا۔

زرتاشہ سے مل رہی تھی بھائی۔ماہم کے بتانے پر زمان کے تاثرات بدلے۔

یہ زرتاشہ کی مما ہے بھائی۔۔ماہم کے بولنے پر زمان نے مہناز بیگم سے سلام کیا تھا۔

تم نے مل لیا ہے تو چلیں۔۔زمان منہ چھپائے بیٹھی زرتاشہ کو ایک نظر دیکھ کر ماہم سے بولا۔ماہم سر ہلاتی الوداعی کلمات بولتی زمان کے ساتھ چلی گئی تھی۔ان کے جانے کے بعد زرتاشہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔

اپنا چیک اپ کرواتی وہ میڈسن لیتی مہناز بیگم کے ساتھ واپس آگئی تھیں۔

****

زرش یزدان کے ملے بغیر پشاور چلے جانے پر سخت ناراض تھی۔اس کا خط ملا تھا جس میں اس نے معذرت کی تھی۔ساتھ ہی اس کے ایک باکس تھا جس میں انتہائی خوبصورت بریسلٹ تھا۔

ساری ناراضگی ایک طرف رکھے اس نے وہ بریسلٹ اپنی کلائی میں پہن لیا تھا۔یزدان کا دو تین بار فون آچکا تھا مگر وہ اٹھا ہی نہیں رہی تھی۔

زمل کے لیے ناشتہ بناتی وہ روم میں لے کر گئی تھی۔جہاں ملازمہ زمل کے بال بنا رہی تھی۔کافی دنوں کے برعکس آج وہ کھلی ہوئی لگ رہی تھی۔

اسلام علیکم بجو !کیسا محسوس کر رہی ہیں آپ ؟؟اس نے ناشتہ زمل کے سامنے رکھتے پوچھا۔

الحمد اللہ۔۔تم سناؤ ؟ زمل نے زرش کے اپنے قریب بیٹھنے پر محبت سے اس کا ماتھا چوما تھا۔اس کے پیار پر زرش کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

میں بھی ٹھیک ہوں۔۔یزدان کچھ دنوں کے لیے پشاور گئے ہیں اب میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گی۔۔زرش نے اپنا حال بتاتے اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔

اس کی ضرورت نہیں اب میں کافی بہتر محسوس کر رہی ہوں۔۔زمل کے بتانے پر وہ مسکرائی تھی۔

خیریت آج بڑی گلابی اور نکھری سی لگ رہی ہو۔۔۔اس کے مسلسل مسکرانے پر زمل نے اس سے پوچھا۔

زرش نے شرماتے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپایا۔اسے دیکھتے زمل نے اس کی ابدی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے زرش کو کمرے سے بھیج دیا تھا۔سائیڈ پر پڑا فون اٹھاتے اس نے ملازمہ سے خان کے بارے میں پوچھا تھا۔جس نے اسے خان کے باہر کسی کام پر جانے کا بتایا تھا۔

خان کی غیر موجودگی کا سنتی وہ منہ بناتی سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔

****

ہاتھ میں کٹر پکڑے سامنے بیٹھے شخص کی خان نے انگلیاں کاٹی تھیں۔۔درد سے چیختے بلکتے وہ اپنے ہاتھ سے نکلتا خون دیکھ کر تڑپ رہا تھا۔

مجھے دھوکہ دے کر اچھا نہیں کیا تم نے۔۔خان نے محسن نامی اپنے گارڈ سے کہا تھا۔جو خان کی غیر موجودگی کی خبر شیر خان کو پہنچاتا تھا۔

مجھے معاف کردو خان۔۔وہ تڑپتا ہوا بوا۔خان کے پیچھے کھڑے عبدالمنان نے یہ منظر دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کی تھیں۔

تمھاری وجہ سے میری خانم کو شیر خان نے مارا اور گھر کو بھی جلا دیا۔۔کٹر اس کی کلائی پر پھیرتے خان سپاٹ لہجے میں بولا۔۔

اس کی منتوں پر خان نے اپنے کان بند کرلیے تھے۔اس کی وجہ سے ایک مظلوم شیر خان کے عتاب کا نشانہ بنتی رہی تھی۔

اس کو کافی دیر ٹارچر کرنے کے بعد خان ٹارچر روم سے باہر نکلا تھا۔باہر کھڑے گارڈ سے ٹاول پکڑتے اس نے خون سے بھرے اپنے ہاتھ صاف کرتے عبدالمنان کی طرف دیکھا۔جو زرد چہرہ لیے نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

اس کی کانپتی ٹانگیں دیکھ کر خان طنزیہ مسکرایا۔۔اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے خان نے اسے اپنے سامنے کیا تھا۔

مجھے سے غداری کرنے کا سوچنا بھی مت ورنہ جو اس گارڈ کے ساتھ کیا ہے اس سے بھی برا حال تمھارا کروں گا۔۔عبدالمنان کو دھمکاتے خان مڑا تھا۔

میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔۔اس کا جواب سنتا خان لمبت لمبے ڈھگ بھرتا وہاں سے نکل گیا تھا۔

عبیر ملک کی کچھ خبر کہاں ہے آج کل ؟ خان اپنے آفس میں موجود واشروم سے فریش ہوکر نکلا تھا۔ارمغان کو دیکھتے اس نے پوچھا۔

سر آج کل وہ کوئی کام نہیں لے رہا۔۔اس وجہ سے اس کی کوئی خبر نہیں ہے وہ کہاں ہے۔۔ارمغان کے بتانے پر خان کرسی پر بیٹھا تھا۔

اپنا لیپ ٹاپ کھولتے اس نے ڈیٹا بیس سے عبیر ملک کا نمبر نکالا تھا۔اپنے پرائیوٹ نمبر سے کال ملاتے اس نے ارمغان کو جانے کا اشارہ کیا تھا۔

نمبر بند جانے پر خان نے غصے سے فون بند کر کے اپنا ماتھا مسلا تھا۔اگلے ہفتے اس نے کام کے سلسلے میں روس جانا تھا۔تب تک یزدان نے بھی پشاور سے واپس آجانا تھا۔

****

یہ ایک بڑے سے حال کا منظر تھا جہاں ایک طرف بیٹھے شیر خان کے ساتھ یزدان بھی بیٹھا ہوا تھا۔

موسیقی کی دھن پورے حال میں گونج رہی تھی شیر خان نے بہت سے لوگوں کو محفل میں مدعو کیا ہوا تھا۔

یزدان بے زار سا بیٹھا ہوا تھا۔زرش اس کا فون نہیں اٹھا رہی تھی۔

شیر خان سے ایکسکیوز کرتا وہ ایک سائیڈ پر گیا تھا۔اس نے دوبارہ زرش کو کال ملائی تھی۔پہلی بیل پر اس بار کال اٹھا لی گئی تھی۔

اسلام علیکم !اس کی آواز سنتے یزدان کے ہونٹ پھیلے تھے۔

وعلیکم اسلام زما زڑگیہ (میرے دل)۔یزدان کے بولنے پر دوسری طرف بیٹھی وہ بھی مسکرا اٹھی تھی۔

میرا خط اورگفٹ ملا ؟ یزدان نے پوچھا۔

جی اور پہن بھی لیا ہے--اتنی کیا جلدی تھی جانے کی مجھ سے ملے بھی نہیں--بیڈ پر لیٹتے زرش نے منہ پھولاتے پوچھا--

تم تھکی ہوئی تھی اور میرا تمھیں جگانے کو بھی دل نہیں کر رہا تھا۔میں جلدی کام نبٹا کر واپس آجاؤں گا--موسیقی کی آواز بلند ہوتی محسوس کرتا یزدان وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا۔

آپ اس وقت کہاں ہیں ؟ یزدان کے پیچھے سے گانوں کی آواز سنتے زرش کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

کام سے باہر نکلا ہوا ہوں۔۔میں بعد میں بات کرتا ہوں۔۔ایک لڑکی کا ہاتھ اپنے کندھے پر محسوس کرتے یزدان نے فورا فون بند کیا تھا۔اپنے کندھے پر رکھا ہاتھ جھٹکتے اس نے لڑکی کو ناگوار نظروں سے دیکھا۔

وہ جلد سے جلد یہاں سے نکلنا چاہتا تھا شیر خان سے ملتا وہ بالآخر بیس منٹ بعد وہاں سے نکل ہی گیا تھا۔

****

زرتاشہ اب کافی حد تک صحت یاب ہوچکی تھی۔اس نے یونیورسٹی جانا بھی سٹارٹ کر دیا تھا۔۔کالی شلوار قمیض پہنے ساتھ کالی چادر اوڑھے وہ معمول کے مطابق ماہم کو اگنور کرتی آخر پر جاکر بیٹھ گئی تھی۔

ماہم نے اداس نظروں سے زرتاشہ کو دیکھا۔جو صاف اسے اگنور کرتی رجسٹر نکال کر لیکچر نوٹ کرنے لگ پڑی تھی۔وہ دو دنوں سے زرتاشہ سے بات کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔مگر زرتاشہ اسے دیکھ کر ہر جگہ اپنا راستہ بدل لیتی تھی۔

جذباتی ماہم نے زرتاشہ کا اگنور کرنا گھر جاکر زمان کو بتایا تھا۔وہ ہر بات زمان سے شئیر کرتی تھی۔یہ بات بھی اس نے زمان کو بتا دی تھی۔

زمان اب اسے کیا کہتا۔اسی کی وجہ سے زرتاشہ اس سے بات نہیں کر رہی تھی۔۔

اداس مت ہو اٹھو اس کے گھر چلتے ہیں تم سکون سے مل کر بات کر لینا۔۔زمان کے کہنے پر وہ ہلکا سا مسکراتی اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔

زرتاشہ کے گھر پہنچ کر ماہم نے بیل دی کسی ملازمہ نے دروازہ کھولا تھا ماہم اپنا اور زمان کا تعارف کرواتی ملازمہ کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھی۔

بی بی جی آپ سے ملنے آپ کی کوئی دوست آئی ہے۔ملازمہ نے زرتاشہ کو بتایا۔

کون ہے ؟ اس نے نام نہیں بتایا ؟ وہ دعا مانگتی اٹھی تھی مہناز بیگم گھر میں نہیں تھی۔اور انجان لوگوں سے وہ کم ہی ملتی جلتی تھی۔

ملازمہ کے ماہم کا نام بتانے پر زرتاشہ گہرا سانس خارج کرتی ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ماہم س کی واحد دوست تھی اس سے بے رخی برتنا اس کے لیے بھی آسان نہیں تھا۔سفید دوپٹے سے کیے گئے حجاب میں زرتاشہ کا چہرہ چمک رہا تھا۔

روم میں داخل ہوتے اس کی سب سے پہلی نظر زمان پر پڑی تھی جو تیزی سے موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔اچانک ہی اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوچکی تھی۔

ماہم اسے دیکھتے تیزی سے گلے ملی تھی۔ماہم کو دیکھتی وہ مبہم سا مسکرائی۔۔لیکن زمان کی نظریں محسوس کرکے اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔

تم مجھے اگنور کیوں کر رہی ہو ؟؟ ماہم کے ساتھ بیٹھتے ہی ماہم نے سوال کیا تھا۔

میری طبیعت بے زار سی تھی میرا ان دونوں کسی سے بات کرنے کو دل نہیں کر رہا۔۔تمھارا دل دکھانے کا میرا ارادہ نہیں تھا۔وہ زمان کی نظریں خود پر محسوس کرتی پہلو بدل کر ماہم سے نرم لہجے میں بولی۔

اچھا جانے دو اب تم ٹھیک ہو نہ ؟؟ اس سنڈے کو ہم فارم ہاؤس چل رہے ہیں تم بھی ہمارے ساتھ چلو میں تمھیں معاف کردوں گی۔۔ماہم زمان کو دیکھتی اس کی رضامندی دینے پر زرتاشہ سے بولنے لگی۔۔

ن۔۔نہیں۔۔میں گھر سے باہر نہیں جاتی مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے مورے بھی نہ مانیں گی۔۔زرتاشہ اپنی انگلیوں سے کھیلتے دھیمی آواز میں بولی۔ملازمہ کے لوازمات لانے پر زرتاشہ نے کانپتے ہاتھوں سے پہلے زمان اور پھر ماہم کو سرو کیا تھا۔

تم باہر جاؤ گی پھر ہی تمھاری گھبراہٹ کم ہوگی آنٹی سے میں خود بات کرلوں گی۔۔ماہم کے زیادہ فورس کرنے پر وہ مارے باندھے مان ہی گئی تھی۔مگر اس کا کہیں جانے کا دل نہیں تھا۔

دو گھنٹے ماہم اس کے ساتھ بیٹھی باتیں کرتی رہی تھی۔زمان اس دوران وہاں سے چلا گیا تھا۔مہناز بیگم کے آنے پر ماہم ان سے زرتاشہ کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت بھی لے چکی تھی۔زرتاشہ سے مل کر وہ واپس چلی گئی تھی۔

زرتاشہ کا نازک سا دل سارا دن فارم ہاؤس پر زمان کے سامنے گزارنے کا سوچ کر ابھی سے کانپنے لگا تھا۔

****

آپ آج کیوں آئے ہیں ؟ خان کو رات کو اپنے کمرے میں آتے دیکھ کر زمل نے پوچھا پچھلے دو دنوں سے زرش ہی اس کے ساتھ رات کو رک رہی تھی۔

اب اپنی بیوی کے پاس آنے کے لیے بھی پوچھنا پڑے گا۔خان صوفے پر بیٹھتا اپنے بازو کے کف موڑتے ہوئے بولا۔وہ اسے یہ نہ بتا سکا کہ اس کی موجودگی سے خان کو سکون محسوس ہوتا ہے۔اس کے چہرے سے ہی دکھائی دے رہا تھا وہ کتنا تھکا ہوا تھا۔

خان میں آپ سے کچھ پوچھوں ؟ زمل نے منتظر نگاہوں سے خان کو دیکھا۔

جو بھی پوچھنا ہے جلدی پوچھو ۔۔خان نے صوفے سے سرٹکاتے کہا۔

آپ میری شادی والے دن گھر کیوں آئے تھے ؟ زمل کے پوچھنے پر خان نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

مجھے تم سے محبت ہوگئی تھی۔تمھارے بغیر میرا دل بے چین سا رہتا تھا۔میری پیاسی نگاہیں بس تمھاری ہی منتظر رہتی تھیں۔۔

زمل حیرت سے منہ کھولے خان کو دیکھ رہی تھی۔جو اچانک ہنسنے لگی تھی۔

اگر تم سوچ رہی ہو میں یہ کہوں گا تو بہت غلط سوچ رہی ہو خانم تمھاری بہن نے یزدان سے مدد مانگی تھی۔یزدان اس دوران زخمی تھا اس لیے میں اس کی جگہ آگیا تھا۔۔تمھاری بہن کا پلان تمھیں وہاں سے غائب کروانے کا تھا۔لیکن عین وقت پر ہنگامہ ہوجانے کی وجہ سے مجھے تم سے نکاح کرنا پڑا۔۔سیدھا ہوتا وہ زمل کی آنکھوں میں دیکھتا بولا۔۔

زمل یہ سب سننے کے لیے تیار نہیں تھی۔پھپھو کی اذیت بھری باتیں اس کے کانوں میں ابھی تک گونج رہی تھیں۔زرش کی اس حرکت پر وہ بالکل خوش نہیں تھی۔اس کے پاک دامن پر لوگوں نے زرش کی وجہ سے کیچڑ اچھالا تھا۔زرش سے بات کرنے کا سوچتے اس نے دوبارہ خان کی طرف دیکھا۔

آپ ی۔۔یہ کیا کر رہے ہیں؟ خان کو کھڑے ہوکر شرٹ کے بٹن کھولتے دیکھ کر زمل نے گھبراتے ہوئے پوچھا۔

اسے دیکھتے خان نے دوسری طرف رخ پھیرتے شرٹ کے اندر موجود چاقو نکال کر ٹیبل پر پھینکا تھا۔خود وہ خاموشی سے واشروم میں چلا گیا تھا۔

خان کے واشروم جانے پر وہ احتیاط سے لیٹتی سونے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

کچھ دیر بعد بیڈ پر اپنے ساتھ والے جگہ پر خان کو لیٹتے محسوس کرکے اس کی پٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔

خان۔۔اس نے اندھیرے میں پکارا۔۔

شش۔۔چپ کرکے سوجاؤ۔۔دیوار کی طرف رخ پھیرتے خان نیند سے بھری آواز میں بولا تھا۔زمل خاموش ہوتی کنارے پر ٹک کر سوگئی تھی۔

. . . .

شام کا وقت تھا جہاں ایک ویران سے علاقے میں ایک دو آدھے بنے ہوئے مکانات میں سے ایک میں بیٹھا وہ شخص سگریٹ کے کش لیتا ساتھ شراب کے گھونٹ بھر رہا تھا۔بیڈ پر ٹانگیں پھیلائے لیٹا وہ اپنی ہی دنیا میں مگن لگ رہا تھا۔

باہر سے کھٹ پٹ کی آواز سنتا وہ سگریٹ کے کش لیتا اٹھا تھا۔کمرے میں موجود پرانی سی الماری میں سے گن نکال کر اس میں بلٹس ڈالتے وہ سگریٹ زمین پر پھینکتا باہر کی طرف بڑھا تھا۔

باہر سے آتی آوازیں بند ہوگئی تھیں۔دروازہ ہلکے سے کھولتے وہ باہر نکلا تھاجہاں سوائے دھول مٹی کے کسی چیز کا نام و نشان نہیں تھا۔

وہ واپس کمرے میں مڑنا لگا تھا جب اس کی نظر زمین پر پڑے کسی کے جوتے کے نشانات پر پڑی--

گن کی سیفٹی ہٹاتے وہ نشانات کو دیکھتا اس طرف بڑھنے لگا تھا۔جب اچانک پیچھے سے کسی نے اس کے بازو پر گولی چلائی تھی۔گن اس کے ہاتھ سے چھوٹتی زمین پر گری تھی۔تکلیف سے ایک چیخ اس کے حلق سے برآمد ہوئی تھی۔

ہاتھ میں گن پکڑے کالی پینٹ شرٹ میں ملبوس یزدان نے اس کے قریب آتے زمین پر گری اس شخص کی گن کو اپنے پاؤں سے دور دھیکلا تھا۔

خانم کو مارنے کا انعام خان نے بھیجا ہے اس آدمی ک ٕ گھٹنے میں گولی مارتے اسے زمین پر گرتے دیکھ کر یزدان نے اس کے منہ پر اپنا پاؤں مارا تھا۔

اس کی ناک سے خون بہنے لگا تھا۔تکلیف سے چیختے ہوئے اس آدمی کو دیکھتے یزدان نے اپنی بیلٹ نکالی تھی۔بیلٹ سے اس کو مارتے یزدان نے اس آدمی کی ٹانگ پر گولی کے زخم پر اپنا پاؤں رکھا تھا۔

خون کی کمی کی وجہ سے وہ شخص زیادہ دیر ہوش میں نہ رہ سکا۔۔اس کے نیم مردہ وجود پر نظر ڈالتے یزدان باہر آیا تھا۔اپنی گاڑی سے پیٹرول کی کین نکالتا وہ واپس اندر آیا تھا۔اچھے سے اس آدمی کے اوپر پیٹرول گراتے یزدان نے اپنی جیب سے لائٹر نکالتے اس آدمی کو آگ لگا دی تھی۔ نیم بے ہوشی میں ہی وہ تکلیف سے چیخنے لگا تھا۔

اسے تڑپتا چھوڑ کر یزدان اس کے کمرے میں بڑھا تھا ابھی اس کا کام دوسرے آدمی کو بھی مارنے کا تھا۔یہ شیر خان کے آدمی تھے جو زمل کو مارنے اور شیر خان کے حکم پر گھر کو آگ لگانے کے بعد غائب ہوگئے تھے۔

بیڈ پر پڑا اس کا فون اٹھاتے یزدان باہر بڑھ گیا تھا۔آدھا کام اس نے کر دیا تھا اب باقی آدھا کام رہ گیا تھا۔

****

خان زمل کے اٹھنے سے پہلے ہی کمرے سے غائب ہوچکا تھا۔ملازمہ کی مدد سے وضو کرتے زمل نے بیڈ پر بیٹھ کر نماز ادا کی تھی۔ابھی اسے اٹھنے بیٹھنے میں تھوڑی تکلیف ہوتی تھی۔

فجر کی نماز پڑھنے کے بعد زمل بیڈ سے ٹیک لگائے تسبیح کرنے لگی تھی۔کچھ دیر بعد زرش کے دروازہ کھول کر اندر آنے پر زمل نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔خان کے اعتراف کے بعد وہ زرش کی حرکت پر بالکل خوش نہ تھی۔اس کے پاک دامن پر کس طرح لوگوں نے کیچڑ اچھالا تھا وہ ابھی تک نہیں بھولی تھی۔

بجو میں آپ کے لیے کہوہ بنا کر لائی ہوں۔زرش نے اس کے سامنے ٹرے کی تھی۔زمل نے خاموشی کپ اٹھا لیا تھا۔زرش بھی اپنا کپ لیتی اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

کیا ہوا بجو آپ اتنی خاموش کیوں ہیں ؟ زرش نے زمل کے تاثرات دیکھتے پوچھا۔

میں سوچ رہی تھی تم نے ایسا کیوں کیا ؟ زمل کی بات پر زرش نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp 03061756508

کیا سوچ رہی ہیں بجو ؟ زرش کے بولنے پر زمل نے سرد نگاہوں سے زرش کو دیکھا۔

میرے نکاح والے دن مجھے کیڈنیپ کروانے کا پلان تم نے کیوں بنایا زرش ؟ تمھاری اس جذباتی فیصلے نے مجھے سب کی نظروں میں گرا دیا تھا۔زمل چیخ کر بولی۔

بجو اب تو وہ وقت گزر گیا ہے ویسے بھی اب ہم نے پھوپھو سے نہیں ملنا آپ یہ سب کیوں سوچ رہی ہیں؟ زرش نے تھوک نگلتے مردہ آواز میں کہا۔اسے اپنی غلطی کا اچھا احساس تھا۔

وقت گزر جاتا ہے زرش مگر لوگوں کے الفاظ نہیں بھولتے۔ابھی تک پھوپھو کی باتیں مجھے اپنے کانوں میں گونجتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔زمل نے زرش کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

بجو مجھے معاف کردیں۔۔میں جانتی ہوں تب میں نے غلطی کی تھی۔زرش نے شرمندگی سے نظریں جھکا لی تھیں۔

زرش تم اب خود شادی شدہ ہو سوچ سمجھ کر فیصلے کیا کرو۔۔میں ہر وقت تمھیں سمجھا نہیں سکتی۔

جذبات کے بہاؤ میں کیے گئے فیصلے اکثر پچھتاوے کا باعث بنتے ہیں۔۔اس لیے سوچ سمجھ کر کوئی بھی کام کیا کرو۔۔زمل نے اسے پیار سے سمجھایا تھا۔

بجو میں آئیندہ خیال رکھوں گی۔زرش کے جواب پر زمل نے اس کا چہرہ تھامتے سر چوما تھا۔

****

زرتاشہ سفید رنگ کا پاؤں کو چھوتا سادہ سا فراک پہنے ساتھ رنگ پجامہ اور سفید چادر لیے کار کی بیک سیٹ پر ماہم کے ساتھ بیٹھی ہوئی معصومیت کی مورت لگ رہی تھی۔وہ لوگ صبح پانچ بجے سے سفر کے لیے نکلے تھے۔
ابھی وہ سب لوگ گاڑی میں ہی سوکر اٹھے تھے۔وہ لوگ اسلام آباد کے قریب واقعی فارم ہاؤس میں جارہے تھے۔

فرنٹ سیٹس پر زمان اور اس کا کزن عمیر بیٹھا ہوا تھا

جبکہ بیک سیٹ پر ماہم کی کزن رابعہ ان کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔آدھے راستے تک عمیر نے ڈرائیونگ کی تھی اب زمان ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

زرتاشہ فرنٹ مرر سے زمان کی نظریں خود پر محسوس کرتی درمیان میں بیٹھی ماہم کے پیچھے چھپنے کی ناکام سی کوشش کر رہی تھی۔ماہم ، رابعہ اور عمیر مسلسل باتیں کر رہے تھے۔زرتاشہ اور زمان دونوں خاموشی سے انھیں سن رہے تھے۔

فارم ہاؤس پر پہنچتے سب لوگ تیزی سے گاڑی سے باہر نکلتے مسلسل بیٹھنے کی وجہ سے اپنی سن ہوتیں ٹانگوں کو حرکت دینے لگے تھے۔

زرتاشہ میں تمھیں فارم دیکھاتی ہوں۔ماہم رابعہ کے ساتھ زرتاشہ کو کھینچتی ہوئی لے گئی تھی۔فارم ہاؤس کے سامنے نیلے رنگ کی صاف شفاف پانی کی جھیل تھی۔

جبکہ اس کی بیک سائیڈ پر سارا جنگل تھا۔فارم ہاؤس میں کل پانچ کمرے ایک اوپن کیچن اور ٹی وی لاؤنج تھا۔فارم ہاؤس کے دائیں طرف پر وسیع لان تھا۔جبکہ بائیں طرف سویمنگ پول اور خوبصورت سا گارڈن تھا۔

زرتاشہ وہاں کی تر و تازہ ہوا میں سانس لیتی ہوئی فریش محسوس کر رہی تھی۔جھیل کو دیکھ کر اس کے شگرفی ہونٹوں پر مسکراہٹ چھائی۔ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی ۔

تمھیں ہی جگہ پسند آئی ؟ ماہم نے پوچھا تھا۔

زرتاشہ نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا تھا۔کھلی فضا میں سانس لینے کا بھی اپنا ہی مزا تھا۔

کچھ دیر ریسٹ کرنے کے لیے سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے۔زرتاشہ فریش ہوکر اپنے کمرے سے نکلتی اوپن کیچن میں گئی تھی۔فریج میں سے انڈے نکالتی زرتاشہ نے سب کے لیے ناشتہ بنانے کا سوچا۔

اوملیٹ بناتے اس نے سب کے لیے چائے بنائی تھی۔

یہاں کیا کر رہی ہو ؟ چولہے کے پاس کھڑی زرتاشہ زمان کی بھاری آواز سنتی ساکت ہوئی تھی۔زمان کی سانسیں وہ اپنے کان کے قریب باآسانی محسوس کر رہی تھی جس سے ثابت ہو رہا تھا وہ اس کے کتنے قریب کھڑا تھا۔

میں۔۔میں سب کے لیے ناشتہ بنا رہی ہوں۔۔زرتاشہ نے کانپتے ہاتھوں سے چولہے کے نیچے سے آنچ دھیمی کرتے ہوئے اپنا دھیان زمان سے بھٹکانا چاہا تھا۔

تمھیں کس نے اجازت دی یہاں اپنی مرضی سے دندناتی پھرو۔۔اس کا اکھڑ انداز زرتاشہ کی سانسیں روک گیا تھا۔

زمان اس کے ارد گرد شلف پر بازو رکھتا اس کے اتنے قریب کھڑا تھا زرتاشہ کو اس کا سینہ اپنی کمر کے ساتھ لگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

میں۔۔میں۔۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا بولے۔

بکریوں کی طرح میں میں کرنا بند کرو۔۔مجھے یاد آیا تم نے میری بہن کو رولایا تھا۔زمان سرد لہجے میں بولا۔۔

آپ نے کہا تھا ماہم سے دور رہوں۔۔ زرتاشہ کو خوف سے پسینے چھوٹ پڑے تھے۔زرتاشہ کے جواب نے اسے مزید بھڑکایا۔۔

مجھ پر الزام ڈال رہی ہو۔۔زمان کی انگلیاں اس کے کندھے پر پڑے دوپٹہ کے کنارے پر حرکت کر رہی تھیں۔زرتاشہ نے خوف سے آنکھیں بند کی تھیں۔کسی کے کمرے کے دروازے کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز پر زمان زرتاشہ کا کندھا زور سے دباتا فریج کی طرف بڑھ گیا تھا۔زرتاشہ نے ماہم کو دیکھ کر سکون کا سانس لیا تھا۔

ٹھنڈا پانی نکالتے وہ بے نیاز سے ماہم کو دیکھتا اسے مسکراہٹ پاس کرتا لاؤنج میں چلا گیا تھا۔

یار تم کیوں ناشتہ بنا رہی ہو میں نے اور رابعہ نے بنا لینا تھا۔ماہم نے ناشتہ دیکھتے زرتاشہ سے کہا۔

میں بور ہو رہی تھی اس لیے سوچا سب کے لیے ناشتہ بنا دوں۔۔تم یہ ٹیبل پر سیٹ کرو میں رابعہ کو بلا لاتی ہوں۔۔ماہم سے بولتی زرتاشہ رابعہ کو بلانے چلی گئی تھی۔

****

میرا باہر جانے کو دل کر رہا ہے کمرے میں بند رہ کر میرا دم گھٹ رہا ہے۔۔زمل نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے خان کو دیکھ کر کہا۔

میں ملازمہ سے بولتا ہوں وہ تمھیں مارننگ اور ایوننگ میں باہر لان میں لے جایا کرے گی۔۔خان نے صوفے پر بیٹھتے سرد مہری سے جواب دیا۔

زمل نے لب بھینچ کر خان کو دیکھا اور غصے میں خود ہی اٹھنے لگی تھی۔کمر میں اٹھتی ہلکی ہلکی ٹیسیں اسے اٹھنے کی اجازت نہیں دے رہی تھیں۔

خان نے سپاٹ نظروں سے زمل کو دیکھا تھا۔اس کو تگ و دو کرتے دیکھ کر خان اپنی قمیض کے کف فولڈ کرتا زمل کی طرف بڑھا تھا۔۔

احتیاط سے اسے کندھے سے تھامتے خان نے اسے کھڑا کیا تھا۔

ایک منٹ رکو۔۔بیٹھو۔۔خان نے اس کے ننگے پاؤں کو دیکھ کر اسے دوبارہ بیٹھایا تھا۔بیڈ کے نیچے سے جوتے نکالتے خان نے زمل کو کھڑا کرتے اسے پہننے کا کہا تھا۔زمل کے جاتے پہننے کے بعد وہ اسے باہر لے گیا تھا۔

ملازم خان کو عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔خان اسے پکڑتا باہر لان میں لے گیا تھا۔وہاں موجود کرسی پر بیٹھاتے خان نے اس کی کمر کے پیچھے ملازمہ دے منگوا کر کشن رکھا تھا۔

خان آپ سارا دن کہاں رہتے ہیں ؟ زمل نے ڈھلتے ہائے سورج کو دیکھتے خان سے پوچھا۔

تم اچھے سے جانتی ہوں میں کہاں ہوتا ہوں۔۔آخر تم نے بھی مجھے ہائیر کیا تھا۔۔خان سپاٹ انداز میں بولا۔

آپ یہ سب کیوں کرتے ہیں ؟ یہ مارپیٹ اور قتل۔۔زمل نے لب کاٹتے دوبارہ پوچھا۔

میں تمھیں یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔۔خان سرد مہری سے بولا۔اس کی نظریں زمل کے سراپے پر تھیں جو گرے شلوار قمیض میں کالی چادر سے خود کو ڈھکے ہوئے بیٹھی تھی۔خان نے سختی سے اپنے گارڈز وغیرہ کو زمل کے پردے کا خیال رکھنے کی ہدایات دی ہوئی تھیں۔
آپ یہ سب چھوڑ کیوں نہیں دیتے ؟ زمل نے دھیمی آواز میں کہا۔۔خان اٹھا تھا اور زمل کے قریب آتا اپنے ہاتھ سے زور سے زمل کا چہرہ تھام چکا تھا۔

جمعے جمعے چار دن نہیں ہوئے تمھیں میری بیوی بنے ہوئے اور مجھے بتا رہی ہو کیا کرنا چاہیے--اپنی حیثیت مت بھولنا تم صرف کاغذات پر میری بیوی ہوں--میں ایسے کوئی جذبات نہیں رکھتا جس کی بنا پر تم مجھ پر حکم چلاؤ اور میں منہ بند کرکے تمھارے فیصلوں پر سر ہلاؤں۔

میں خان ہوں جب تک زندہ رہوں گا میرے ہاتھ خون سے بھرے رہیں گے--خان سرد نظریں زمل کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے پر ڈالتے ہوئے بولا--

یہ بات جتنی جلدی جان لو تمھارے لیے اچھا--تم جب چاہو مجھ سے آزاد ہوسکتی ہو مجھے کوئی پرواہ نہیں--

مس زمل کوشش کرو جب تک یہاں رہنا چاہتی ہو میرے کام میں ٹانگ مت اڑاؤ--خان نے جھٹکے سے زمل کا چہرہ چھوڑا تھا۔

اسے اندر لے جاؤ۔۔ملازمہ کو حکم دیتا خان لمبے لمبے ڈھگ بھرتا اپنی گاڑی میں بیٹھتا گھر سے نکل گیا تھا۔زمل نے افسوس سے خان کو جاتے دیکھا تھا۔وہ بس خان کا بھلا چاہتی تھی۔مگر خان کی باتوں نے اس کو شرمندہ کردیا تھا۔اس نے بتا دیا تھا۔اس کی حیثیت صرف کاغذی ہے۔۔

****

ماہم اور رابعہ لان میں ٹینس کھیل رہی تھیں زرتاشہ ایک طرف کھڑی ان کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔ صبح کے واقعہ کے بعد زمان زرتاشہ سے دور ہی تھا جس پر زرتاشہ اب کھل کر ماہم اور رابعہ کے ساتھ انجوائے کر رہی تھی۔

زرتاشہ پلیز اندر سے مجھے ٹھنڈا پانی لا دو۔۔ماہم زرتاشہ کے ساتھ پڑی ہوئی کرسی پر ڈھیر ہوتی ہوئی بولی۔

زرتاشہ نے ادھر ادھر نظریں گھماتے زمان کو دیکھا اسے عمیر کے ساتھ دیکھ کر وہ ماہم کو جواب دیتی اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوٹل نکالتی وہ واپس باہر نکلی تھی۔ماہم کو گلاس میں پانی ڈال کر دیتی زرتاشہ کچھ دیر کے لیے واک کرنے چلی گئی تھی۔

سیر کرتی ہوئی زرتاشہ لان کے دوسرے حصے میں آئی تھی سویمنگ پول کے پاس کھڑی زرتاشہ گہرے پانی کو دیکھ رہی تھی جب اچانک پاؤں پھسلنے پر وہ سویمنگ پول میں گری تھی۔اسے تیرنا نہیں آتا تھا۔

پانی اسے اپنے پھیپھڑوں میں بڑھتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔تکلیف سے آنسو زرتاشہ کی آنکھوں سے نکلنے لگے تھے۔

اس کی آنکھیں تقریبا بند ہونے ہی والی تھی۔جب چھپاک سے اس نے کسی کو پانی میں کودتے محسوس کیا تھا۔

زمان جو ماہم کے کہنے پر لنچ کے لیے زرتاشہ کو لینے آیا تھا۔لان میں نہ ملنے پر وہ اس طرف آیا تھا جب سوئمنگ پول کے اوپر تیرتی زرتاشہ کی چادر دیکھتے اپنی جیکٹ اتارتا وہ سوئمنگ پول میں کودا تھا۔

زرتاشہ کو کمر سے تھام کر وہ کنارے پر لایا تھا۔زرتاشہ نے پانی سے باہر نکلتے کھانستے ہوئے گہرے گہرے سانس لیے تھے۔۔

زرتاشہ کو کمر سے تھامے زمان نے اسے کنارے پر بیٹھایا تھا۔زرتاشہ نے کھانستے ہوئے بنا سوچے سمجھے اپنا سر سوئمنگ پول میں بیلنس بنائے کھڑے زمان کے کندھے پر رکھا تھا۔

عقل نام کی چیز تمھارے پاس ہے یا نہیں ؟ دماغ کی جگہ دو نمبر فیوز فکس کیا ہوا ہے ؟ جب تیرنا نہیں آتا تو اس طرف آئی ہی کیوں۔۔زرتاشہ نے جھٹکے سے زمان کے کندھے سے سر اٹھایا تھا۔

چھوڑیں مجھے۔۔میرا جو دل کرے گا میں کروں گی۔۔زرتاشہ غصے سے سرخ چہرہ لیے چیخی تھی۔۔زمان نے اس کی کمر کے گرد گرفت مضبوط کرتے ناگوار نظروں سے اسے دیکھا۔۔

دوبارہ میرے سامنے اونچی آواز میں مت بولنا تمھارا انجام اچھا نہیں ہوگا۔۔زمان کے سختی سے بولنے پر زرتاشہ گہرے گہرے سانس لیتی غصے سے زمان کو گھورنے لگی تھی۔

زمان کی نظریں بے ساختہ زرتاشہ کے سراپے پر گئی تھیں۔سفید فراک گیلا ہونے کی وجہ سے اس کے جسم سے چپکا سارے خدوخال نمایاں کر رہا تھا۔۔زرتاشہ نے زمان کی نظروں کے تعاقب میں خود کو دیکھا تھا۔اس کا دل کیا سوئمنگ پول کے پانی میں ڈوب کر مرجائے اس نے بے ساختہ اپنے ارد گرد بازو پھیلائے تھے۔

آپ کو شرم نہیں آتی دوسری طرف دیکھیں۔۔زرتاشہ اپنا دوپٹے سے بے نیاز وجود دیکھتی چیخی۔۔زمان نے مزید اس کی کمر پر گرفت مضبوط کرتے اسے اپنے قریب کیا تھا۔

زرتاشہ کو زمان کی انگلیاں اپنی کمر میں دھنستی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔زمان کے قریب کرنے پر وہ اس کے سینے سے آلگی تھی۔

ابھی میں نے تمھیں کیا کہا تھا۔۔۔ مجھ سے دوباری اونچی آواز میں بات مت کرنا۔۔زمان غصے سے سرخ ہوتی آنکھوں سے زرتاشہ کو گھورنے لگا تھا۔وہ سہم کر اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

میرا جو دل کرے گا میں دیکھوگا۔۔ تم مجھے روک نہیں سکتی۔۔زمان کے لہجے کی سختی اور تکلیف دہ لمس پر اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے تھے۔زمان نے اس کے گیلی گردن پر اپنے لب رکھے تھے۔زرتاشہ اس کو مارتے ہوئے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

زمان کہاں ہوں یار ؟؟ عمیر کی آواز سنتے زمان نے زرتاشہ کو خود سے الگ کیا تھا۔زرتاشہ بت بنے بیٹھی رو رہی تھی۔جب سوئمنگ پول سے باہر نکلتے زمان نے باہر پڑی اپنی جیکٹ اٹھاتے زرتاشہ کے کندھے پر پھیلا کر اسے اٹھایا تھا۔

مجھے نیچے اتاریں۔۔روتے ہوئے زرتاشہ دھیمی آواز میں احتجاج بولی۔۔زمان نے اسے گھور کر چپ کروایا تھا۔

اسے کیا ہوا ہے ؟ عمیر نے زمان کو زرتاشہ کو اٹھائے دیکھ کر پوچھا۔۔

سوئمنگ پول میں گر گئی تھی۔۔اسے گھر کے اندر لے جاتے زمان اس کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا۔ماہم فورا زمان سے سب کچھ پوچھتی زرتاشہ کے پاس گئی تھی۔

زرتاشہ رو مت اب تم محفوظ ہو۔۔تمھیں اس حصے کی طرف جانا ہی نہیں چاہیے تھا اب جاؤ جلدی سے کپڑے چینج کرو۔۔ماہم زرتاشہ کو تسلی دیتی اس کے گیلے کپڑے دیکھ کر بولی۔۔

زرتاشہ اپنے ساتھ لائے چھوٹے سے بیگ میں سے اپنا دوسرا جوڑا نکال کر فورا واشروم میں بھاگ گئی تھی۔اسے زمان سے نفرت تھی۔وہ اسے اپنا کربناک ماضی یاد دلاتا تھا۔۔

فریش ہوکر وہ ماہم کو کچھ دیر ریسٹ کرنے کا بتاتی لیٹ گئی تھی۔آج کے واقعہ نے اسے تھکا دیا تھا۔آنکھیں موندتی زمان کے لمس کو ابھی تک خود پر محسوس کرتی وہ روتے روتے سو گئی تھی۔۔

. . . .

یزدان دو دن میں سارا کام نبٹا کر پشاور سے واپس آیا تھا۔زرش بور سی اپنے کمرے میں لیٹی ہائی تھی۔زمل سو رہی تھی ورنہ وہ اس کے پاس بیٹھ کر اپنا وقت گزار لیتی۔

یزدان سے اس کی کل ہی بات ہوئی تھی۔اس کی غیر موجودگی میں وہ آج کل ایسے ہی بے چین سی رہنے لگی تھی۔

تکیے پر اپن بال پھیلائے وہ آسمانی رنگ کا سوٹ پہنے ہوئے لیٹی ہوئی تھی۔دروازہ کھلنے کی آواز سنتے اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔

دروازے میں کھڑے یزدان کو دیکھتی وہ حیران ہوتی تیزی سے اٹھنے لگی لیکن یزدان کے حولیے پر نظر پڑتے وہ اپنی جگہ جم گئی تھی۔

اس کی سفید قمیض پر خون دیکھ کر زرش کو اپنا دل خراب ہوتا ہوا محسوس ہوا۔اپنے منہ پر ہاتھ رکھتی وہ واشروم میں بھاگنے تھی۔قے کرنے کے بعد اس نے اپنے سن ہوتے دماغ سے اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے تھے۔

وہ کیسے بھول گئی وہ گنڈا تھا جس نے اسے کسی سے سودا کر کے لیا تھا۔اگر خان کے ہاتھ خون میں لپٹے ہوسکتے تھے پھر یزدان کیسے اچھا ہو سکتا تھا۔

آنکھیں بند کر کے کھولتے اپنے پیچھے کھڑے یزدان کو دیکھتی ایک زور دار چیخ اس کے منہ سے نکلی تھی۔

اپنی تیز ہوتی دھڑکن سن کر اس نے بے ساختہ اپنا ہاتھ دل پر رکھا تھا۔

زرش میری بات سنو۔۔یزدان نے اس کے بے چین چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔وہ سیدھا پشاور سے گھر آنے والا تھا۔

راستے میں کسی نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔خود کو بچانے کے لیے یزدان نے اس آدمی کو مارا تھا۔جس کا خون اس کے ہاتھوں اور قمیض پر لگا ہوا تھا۔

وہ ملازمہ سے پوچھ کر کمرے میں آیا تھا۔اس کے خیال میں زرش اس وقت زمل کے کمرے میں تھی۔اگر اسے علم ہوتا زرش کمرے میں ہی موجود ہے وہ یہاں آنے کی بجائے وئیر ہاؤس چلا جاتا۔۔

زرش کے ریکشن نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

مجھے کوئی بات نہیں کرنی میں ریسٹ کرنا چاہتی ہوں۔زرش اس کے سائیڈ سے گزرتی تیزی سے بیڈ پر جاکر لیٹ گئی تھی۔اسے اس سب پر یقین کرنے کے لیے وقت درکار تھا۔

وہ جانتی تھی یزدان اچھا انسان ہے مگر کبھی اس کو کسی شخص کا قتل کرکے اپنے پاس آنے کا اس نے نہیں سوچا تھا۔

شاید ابھی وہ اسے صحیح طرح سے جان نہیں پائی تھی۔

****

زمل نے جب سے لان میں خان سے بات کی تھی وہ دوبارہ اس کے کمرے میں نہیں آیا تھا۔

خان کی باتوں نے اسے سوچ میں ڈال دیا تھا۔اپنے جلے ہوئے بازو کو دیکھتے ہوئے وہ خان سے اپنے رشتے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

خان نے صحیح کہا تھا۔وہ زبردستی اس کے ساتھ باندھی گئی تھی لیکن اس نے خان کو نہیں بلایا تھا وہ خود اس کے گھر آیا تھا۔

خان کے رشتہ ختم کرنے والی بات نے اسے تکلیف دی تھی۔وہ نکاح ختم نہیں کرنا چاہتی تھی۔لیکن مکمل طور پر صحت مند ہونے کے بعد وہ یہاں سے جانے کا سوچ رہی تھی۔

اللہ تعالی میری مدد کریں میں صحیح فیصلہ کرسکوں۔۔زمل نے اوپر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

خان کو وہ راہِ راست پر لانا چاہتی تھی۔خان کی باتوں سے وہ جان چکی تھی جو مرضی ہوجائے وہ یہ سب نہیں چھوڑ سکتا۔۔

سائیڈ ٹیبل پر پڑے فون کو اٹھا کر زمل نے ملازمہ کو بلایا تھا۔ملازمہ کی مدد سے وہ خان کے کمرے کا پوچھتی طرف چل پڑی تھی۔

ملازمہ کو اس نے کمرے کے باہر سے ہی بھیج دیا تھا۔دروازہ ناک کرتی وہ اندر داخل ہوئی تھی۔خان کو نہ پاکر وہ کچھ دیر انتظار کرنے کے لیے بیڈ پر بیٹھ گئی تھی وہ خان سے اپنی یہاں سے جانے کی بات کرنے آئی تھی۔

زمل فارغ بیٹھی بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر پڑی کوئی فائل اٹھا کر دیکھنے لگی تھی۔

اس میں کسی لڑکی کی تصویریں اور اس کی ڈیٹیلز دیکھ کر زمل نے لب بھینچے تھے۔کیا اس کے نکاح میں ہوتے ہوئے وہ کسی اور لڑکی کے ساتھ۔۔۔زمل مزید اس سے آگے نہیں سوچنا چاہتی تھی۔

فائل میں موجود لڑکی زمل سے قدرے پیاری تھی۔زمل کو اپنا آپ اس لڑکی کے آگے کم تر لگنے لگا تھا۔

کسی نے جھٹکے سے اس کی ہاتھ سے فائل کھینچی تھی۔زمل کی نظریں اوپر اٹھی تھیں خان اسے سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔زمل نے بے ساختہ نظریں جھکائی تھی۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو ؟ خان کے سرد لہجے میں پوچھنے پر زمل نے لب کاٹے۔

میں آپ سے بات کرنے آئی تھی۔زمل ہمت مجتمع کرتی مضبوط لہجے میں خان کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

بات کرنے آئی تھی یا میری چیزوں کی جاسوسی کرنے۔۔خان طنزیہ لہجے میں بولا۔اس لڑکی نے اس کا پچھلے دنوں سے پارا ہائی کیا ہوا تھا۔

میں یہاں سے ہوسٹل شفٹ ہونا چاہتی ہوں۔۔زمل اس کی بات اگنور کر کے سنجیدگی سے بولی۔

ٹھیک ہے جب ڈیوارس چاہیے بتا دینا اب جاؤ یہاں سے۔۔خان کے سپاٹ انداز میں دیے گئے جواب نے زمل کو حیران کر دیا تھا۔

مجھے ڈیوارس نہیں چاہیے۔۔میں بس یہاں سے دور جانا چاہتی ہوں۔زمل نے لب سختی سے آپس میں پیوست کیے جواب دیا تھا۔

تم جیسا کہوگی ویسا ہی ہوگا اب جاؤ مجھے آرام کرنا ہے۔ اور دوبارہ میتے کمرے میں آنے کی کوشش بھی مت کرنا۔ خان نے اس کی بات سن کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے جواب دیا تھا۔

زمل شرمندہ سی اپنا غصہ قابو کرتی ہوئی بنا اپنی تکلیف کا احساس کیے اٹھ کر چلی گئی تھی۔

****

زما زڑگیہ--جو بھی بات ہے مجھ سے کرو ایسے مجھ سے منہ موڑ کر مت لیٹو--یزدان نے زرش کے ساتھ لیٹتے اس کا رخ اپنی طرف موڑا تھا۔

زرش یزدان کی طرف رخ کرنے کے بعد بھی اپنی آنکھیں سختی سے میچ کر لیٹی رہی تھی۔

یزدان نے نرمی سے اس کی آنکھوں کو اپنی پوروں سے چھوا تھا۔زرش کی لرزتی پلکو کو دیکھتے اس نے زبردستی اسے اٹھا کر اپنے ساتھ لگایا تھا۔

زرش لسن ٹو می پلیز--یزدان کے ملتجی آواز سنتی زرش نے اپنی نم آنکھیں کھولی تھیں۔

میں دوبارہ کبھی ایسی حالت میں واپس گھر نہیں لوٹوں گا--یزدان نے نرم گوئی سے کہا

مجھے آپ سے خوف محسوس ہو رہا ہے--آپ سے لوگوں کے خون کی بو آتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے--میں نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی جانے انجانے میں اگر کسی کا دل دکھا دو تو فورا

پچھتاوا ہوتا۔۔آپ کیسے لوگوں کو قتل کرنے کے بعد اتنے سکون سے رہ سکتے ہیں ؟ زرش نے سرخ آنکھوں سے یزدان سے پوچھا

میں معصوم لوگوں کو نہیں مارتا زرش۔۔یزدان نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔

آپ کا ضمیر آپ کو جینے کیسے دیتا ہے ؟ میں آپ کی محبت میں بھول گئی تھی آپ کیسے انسان ہیں ؟ جو شخص چند ٹکوں کے عوض مجھے کسی دوسرے شخص سے خرید کر زبردستی نکاح کرسکتا ہے وہ اچھا کیسے ہو سکتا ؟ زرش بنا اس کی بات سنے بولنا شروع ہوئی تھی۔

کیا بکواس کر رہی ہو زرش ؟ میں نے تمھیں کسی سے نہیں خریدا بلکہ تمھیں بچایا تھا۔۔اور تم نے نکاح اپنی مرضی سے کیا تھا میں نے گن پوائنٹ پر نہیں کروایا تھا۔یزدان اس سے دور ہوتا ہوا بولا تھا۔

ان باتوں کو جانے دیں یزدان آپ یہ لوگوں کو قتل کرنا چھوڑ دیں۔۔بلکہ یہ بزنس چھوڑ دیں ہم یہاں سے کہیں دور چلے جائیں گے۔۔زرش یزدان کا چہرہ تھامتے ہوئے بولی تھی۔

سٹاپ دس نانسینس زرش میں نہ ہی یہ کام چھوڑوں گا اور نہ ہی یہاں سے کہیں جاؤں گا۔۔یزدان اپنا غصہ بمشکل قابو رکھتے ہوئے بولا۔

پھر میں آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی مجھے چھوڑ دیں۔۔زرش کی بات نے یزدان کے غصے کو ٹریگر کیا تھا۔

میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔۔۔میرے سے چھٹکارا تمھیں صرف و صرف موت کی صورت میں مل سکتا ہے۔۔یزدان اسے بازؤں سے پکڑتا ہوا جھنجھوڑ کر بولا۔یزدان اس کا چھوٹی سی بات کو اتنا بڑا مسئلہ بنانے پر جھنجھلا اٹھا تھا۔

میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔۔آپ مجھے روک نہیں سکتے۔۔زرش کے چیخنے پر اپنا آپا کھوتے یزدان نے اسے تھپڑ مارا تھا۔

سارے کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی تھی۔زرش اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے ساکت ہوگئی تھی۔

تم یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گی۔۔اب سے جب تک تمہارا دماغ ٹھکانے پر نہیں آتا تم اس کمرے میں بند رہو گی۔۔

یزدان بیڈ سے اٹھتا اپنی چیزیں لے کر ساکت سی زرش کو چھوڑ کر دروازہ لاک کر کے چلا گیا تھا۔

****

اچانک موسم خراب ہونے کی وجہ سے زرتاشہ ان لوگوں کے ساتھ فارم ہاؤس میں پھنس گئی تھی۔زمان کے سامنے آنے سے وہ کتراتی اپنے کمرے میں ہی بند ہوگئی تھی۔ماہم اسے کھانا کھلوا کر چلی گئی تھی۔

اپنے بیڈ سے اٹھتی وہ کھڑکی میں جاکر کھڑی ہوگئی تھی۔تیز بارش دیکھتے ہوئے اسے مٹی اور بارش کی خوشبو سے سکون سا محسوس ہو رہا تھا۔

کالی شلوار قمیض کے ساتھ کالی شال کندھوں پر پھیلائے وہ دوپٹہ سر پر اوڑھے بھٹکی ہوئی نازک سی گڑیا لگ رہی تھی۔

دروازہ ناک ہونے پر وہ مڑی تھی۔ماہم کا سوچتے وہ دروازہ کھولنے کے لیے بڑھی۔

دروازے پر کھڑے زمان کو دیکھتے اس نے فورا دروازہ بند کرنا چاہا تھا۔جب زمان نے دروازے پر ہاتھ رکھتے اسے ایسا کرنے سے روکا تھا۔

وہ دھرلے سے اندر داخل ہوا تھا۔زرتاشہ کو چیخنے کے منہ کھولتے دیکھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے زمان نے دروازہ بند کرتے اسے دیوار سے لگایا تھا۔

زرتاشہ نے اس کا ہاتھ ہٹانے کے لیے اپنے زمان کے ہاتھ میں چبھوئے تھے۔زمان اپنے ہاتھ پر جلن محسوس کرتا زرتاشہ کی کوششوں پر مسکرایا تھا۔

میں نے کہا تھا میں واپس آؤں گا۔مجھے اتنی جلدی تم کیسے بھول گئی زرتاشہ۔۔اس کے کان کے قریب جھکتے زمان سرد انداز میں بولا۔

زرتاشہ اس کی بات سنتی ساکت ہوئی تھی۔آنکھوں کے آگے کچھ سالوں پہلے کا منظر سا لہرایا تھا۔آنکھیں ایک دم میچتے اس نے اپنا سر جھٹکتے خود کو ان یادوں سے نکالنا چاہا تھا۔

یاد آیا کچھ مائی لٹل ون۔۔زمان کے دوبارہ بولنے پر زرتاشہ نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔

میں بھول گیا معصوم بننے کا ناٹک کرتے ہوئے تم اپنی زبان نہیں کھولنا چاہتی۔۔زمان نے اس کے بازوں کو سختی سے پکڑا تھا۔

مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔۔زرتاشہ نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔

تم نے میری امانت میں خیانت کی۔۔ڈیم اٹ۔۔اور آگے سے معصوم بن رہی ہو۔۔اس کے جواب پر زمان کا پارہ ہائی ہوا تھا۔

مجھے نہیں پتا آپ کیا بات کر رہے ہیں۔۔میں آپ سے کبھی نہیں ملی اور نہ ہی آپ کو جانتی ہوں۔۔ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی۔۔زرتاشہ دھیمی آواز میں جوابا بولی۔

تم سب کچھ جانتی ہو۔۔ مجھ سے جھوٹ بول رہی ہو۔۔اس کے بازؤں سے جھنجھوڑتے زمان اونچی آواز میں بولا تھا۔

باقی سب لوگ بارش اینجوائے کرنے لان میں گئے ہوئے تھے ورنہ کوئی بعید نہ تھا وہ ان کی آوازیں سن کر کمرے میں آجاتے۔

میں واقعی آپ کو نہیں جانتی۔۔مجھے ماہم نے آپ سے ملوایا تھا اس کے علاوہ ماضی میں آپ سے ملنے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔۔اور پلیز مجھے تکلیف دینا چھوڑ دیں مجھے نہیں پتا آپ کو مجھ

سے کیا مسئلہ ہے۔۔لیکن میں نے آپ ک کچھ نہیں بگاڑا۔۔زرتاشہ سنجیدہ سی نظریں زمین پر ٹکائے بولی تھی۔

زمان نے جبڑے بھینچ کر اسے جھٹکے سے چھوڑا تھا۔اس کے جواب نے اسے طیش دلا دیا تھا۔باہر سے آتی ہلکی ہلکی آوازیں سنتا وہ خاموشی سے چلا گیا تھا۔

دروازے کو لاک کرتی اپنے منہ پر ہاتھ رکھے زرتاشہ دیوار سے لگی زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔زندگی نے بہت بری طرح اسے پھنسایا تھا۔

****

یزدان میں ایک ہفتے کے لیے روس جا رہا ہے میرے بعد زمل اگر ہوسٹل شفٹ ہونے کا کہے اسے جانے دینا بس کسی کو اس کی سکیورٹی پر معمور کر دینا عبد المنان کو میں اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں تم سب کچھ سنبھال لینا۔۔خان نے اپنا بیگ پیک کرتے ہوئے یزدان سے کہا۔

میں سب کچھ سنبھال لوں گا خان۔۔لیکن خانم ہوسٹل کیوں جانا چاہتی ہے ؟ یزدان نے حیرت سے پوچھا۔

تم نے زرش کو روم میں بند کیوں کیا ؟ کیا میں نے تم سے پوچھا یزدان۔۔خان کی سرد آواز پر یزدان نے سر ہلایا تھا۔

وہ مجھے بدلنا چاہتی ہے۔۔مجھے خان کو۔۔۔خان استہزایہ لہجے میں بولا۔یزدان نے لب بھینچے تھے۔وہ اسے کیا بتاتا زرش بھی یہی چاہتی ہے۔۔

میں جلدی واپس آجاؤں گا اور شیر خان پر نظر رکھنا اسے زمل کے اردگرد بھٹکنے نہ دینا جو بھی ہو وہ میری بیوی ہے شیر خان اسے ضرور میری وجہ سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔خان نے اسے سمجھایا تھا۔

ہمارا گنز کا کنٹینر آرہا ہے۔۔کل تک پہنچ جائے گا اسے ریسیو کرکے کونسے وئیر ہاؤس پہنچانا ہے ؟ یزدان نے اسے بتاتے ہوئے پوچھا۔

سنیک آرگنائزیشن کے گوڈام میں رکھوا دو۔۔اور نئے آنے والے شوٹرز کی ایک لسٹ بناؤ اور ان کا ٹیسٹ لو۔۔میں آکر باقی خود ان میں سے سلیکٹ کروں گا۔۔خان نے اپنا بیگ بند کرتے ہوئے بتایا۔۔

میں دیکھ لوں گا سب کچھ۔۔یزدان کے جواب پر خان وہاں سے چلا گیا تھا۔

****

ایک مہینے بعد :

تیز بارش میں زرش کا خون سے بھرا وجود تھامے یزدان ساکت سا بیٹھا تھا۔

اس کی تھمی سانسیں ، ساکت سی دھڑکن نے یزدان کو پتھر بنا دیا تھا۔

زرش کے وجود سے نکلتا خون بارش کے پانی میں بہتا سب کچھ سرخ کر رہا تھا۔یزدان نے اسے کھو دیا تھا اپنی محبت کو ، اندھیرے سے روشنی میں لے جانے والی واحد انسان کو،اپنے دل کو۔۔۔

زرش کی بند آنکھیں اور پیلے چہرے کو دیکھتے اس کی آنکھ سے آنسو نکلتا بارش کے پانی میں کہیں گم سا ہو گیا تھا۔

ان کے قریب ایک گاڑی آکر رکی تھی۔ اس میں سے تیزی سے نکلتی زمل ان کی طرف آئی تھی۔

زرش۔۔۔زرش۔۔۔اس کے وجود سے نکلتے خون کو دیکھتے زمل نے روتے ہوئے اس کا ٹھنڈا سا چہرہ تھپتھپایا تھا۔

زرش اٹھو نہ۔۔۔روتے ہوئے اس کا چہرہ چومتے وہ اسے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ڈرائیونگ سیٹ سے نکلتا خان بھی اپنی جگہ ساکت ہوا تھا۔یزدان کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے وہ اس کے اندر کا حال جاننے سے ناکام رہا تھا۔اس کی آنکھوں سے نکلتے آنسو وہ بخوبی دیکھ سکتا

تھا۔زمل کی آہ و پکار نے خان کی توجہ اس کی طرف دلائی تھی جو اپنی واحد بہن کو کھو چکی تھی۔۔آسمان بھی آج ان کے ساتھ غم مناتا زور و شور سے برس رہا تھا۔۔

. . . .

ایک مہینے پہلے :

کراچی ، پاکستان :

زمل نے یزدان کی مدد سے قریبی ہاسٹل میں اپنے لیے روم لے لیا تھا۔مکان کے بیچنے کے بعد ساری رقم اس کے اکاؤنٹ میں تھی جو اس نے آدھی زرش کو دینے کا سوچا ہوا تھا۔

زرش مجھے صبح سے نظر نہیں آئی۔۔کہاں ہے وہ ؟ زمل نے اپنے ساتھ کپڑے پیک کرواتی ملازمہ سے پوچھا۔

بی بی جی وہ یزدان لالا نے انھیں کمرے میں بند کیا ہوا ہے۔۔ملازمہ کے رازدانہ لہجے میں بتانے پر زمل کی پیشانی پر بل پڑے۔۔بے شک وہ ان دونوں کے درمیان نہیں آنا چاہتی تھی لیکن ایک بار زرش سے خود بات کرنا چاہتی تھی۔

ملازمہ کو کام کرنے کا بول کر اپنی چادر اوڑھتی زمل کے قدم زرش کے کمرے کی جانب اٹھے تھے۔

دروازے کو باہر سے لاک لگایا گیا تھا۔وہ چابی کے بغیر دروازہ نہیں کھول سکتی تھی۔

خانم آپ کو کوئی کام تھا ؟ یزدان نے اپنے کمرے کے باہر کھڑی زمل کو دیکھتے نظریں جھکا کر پوچھا۔

مجھے زرش سے بات کرنی ہے۔۔زمل نے سنجیدگی سے کہا۔

یزدان نے سر ہلاتے خاموشی سے دروازہ کھول دیا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر یزدان کا سوچتی زرش مزید تکیے میں منہ چھپانے لگی تھی۔رونے سے اس کا گلہ اور آنکھیں دونوں درد کر رہے تھے۔

زرش۔۔زمل کی پکار پر آواز پہنچانتی وہ فورا سیدھی ہوئی۔۔زرش کو دیکھتی وہ تیزی سے اس کے گلے سے لپٹ گئی تھی۔

بجو مجھے یہاں نہیں رہنا پلیز مجھے یہاں سے لے جائیں۔۔زرش گھٹی گھٹی آواز میں روتے ہوئے بولی۔

یزدان نے زرش کی بات سنتے غصے سے مٹھیاں بھینچیں تھیں۔

کیا ہوا ہے زرش مجھے بتاؤ۔۔زمل نے پریشانی سے اس کی کمر سہلاتے پوچھا۔زرش یزدان کی موجودگی سے بے خبر زمل کو ساری بات بتا گئی تھی۔

میرے خیال سے تم دونوں کو ایک بار بیٹھ کر تسلی سے بات کرنی چاہیے۔تمھارا جو فیصلہ ہوگا میں تمھارے ساتھ ہوں زرش۔زمل نے اس جذباتی لڑکی کو سمجھایا۔

سوں سوں کرتی وہ زمل کے حصار سے نکلی۔یزدان پر نظر پڑنے سے اس کو مزید رونا آیا۔یزدان اس سے جتنی محبت کرتا تھا وہ واقعی اس سے الگ نہیں ہونا چاہتی تھی۔

زرش کو یزدان کے ساتھ چھوڑتی زمل خاموشی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔ابھی تک اس نے زرش کو اپنے یہاں سے جانے کے بارے میں بھی نہیں بتایا تھا۔

خان اس سے بنا ملے روس چلا گیا تھا۔زمل کو اس کی بے رخی پر کسک سی محسوس ہوئی۔خود کو ڈپٹتی وہ واپس اپنے کمرے میں لوٹ گئی تھی۔

****

میں تمھیں یہاں سے کہیں نہیں جانے دوں گا زما زړگیہ (میرے دل)۔۔یزدان نے کمرے میں چھائی سرد سی خاموشی کو توڑا۔

آپ وعدہ کریں کسی کو نہیں ماریں گے۔۔زرش نے لب بھینچ کر اس کے سامنے اپنی نرم و نازک سی چھوٹی ہتھیلی پھیلائی۔

یزدان نے زرش کو خود کی جانب امید بھری نظروں سے دیکھتے ایک بے بس آہ خارج کی۔

میں وعدہ نہیں کرسکتا لیکن تمھیں یقین دلاتا ہوں اب اس کی بجائے میں آفس ورک کروں گا۔۔یزدان اس کی ہتھیلی تھامتا اپنے ہونٹوں سے لگا گیا تھا۔

زرش کو اس کے جواب سے کچھ سکون ملا۔۔

مجھے دوبارہ ایسے ڈانٹیں گے ؟ زرش کے پوچھنے پر یزدان نے اسے اپنے قریب کیا۔

نہیں۔۔یزدان نے اس کے سر پر اپنے ہونٹ رکھے۔

مجھ پر دوبارہ ہاتھ اٹھائیں گے ؟ زرش نے آنکھیں موندتے یزدان کا لمس محسوس کرتے پوچھا۔

کبھی نہیں۔۔تم پر ہاتھ اٹھانا میری سب سے بڑی غلطی تھی۔یزدان نے اس کی سوجھی ہوئی آنکھوں پر باری باری اپنے تشنہ لب رکھے۔

زرش نے ایک سکون آور سانس خارج کی۔یزدان کے جواب پر وہ مسکراتی اس کے کندھے سے اپنا سر ٹکا گئی۔یزدان نے اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈالتے زور سے اسے خود میں بھینچا تھا۔

مجھے دوبارہ کمرے میں بند مت کیجیے گا۔۔زرش نے چہرہ اٹھاتے یزدان کی جانب دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔

دوبارہ مجھ سے دور جانے کا سوچنا بھی مت۔۔دوبدو اسے جواب دیتے یزدان نے ہولے سے اس کے ہونٹ چومے۔زرش نے شرماتے ہوئے اس کے سینے میں منہ دیا۔یزدان نے قہقہہ لگاتے اس کے گرد اپنا مزید حصار تنگ کیا۔

زما زڑگیہ (میرا دل)۔۔یزدان نے محبت سے اس کے سر پر لب رکھتے ہوئے کہا۔

****

روس کے شہر موسکو میں خان بلیک پینٹ شرٹ کے ساتھ بلیک جیکٹ پہنے ماتھے پر بکھرے بالوں سے ایک کیفے میں داخل ہوا۔میٹھی خوشبو نتھنوں سے ٹکرانے پر خان نے منہ بگاڑا۔میٹھی چیزیں شروع سے ہی اسے پسند نہیں تھی۔

لیکن کوئی تھا جسے میٹھی چیزیں کھانے سے عشق تھا۔اسے یاد کرتے ایک سرد آہ خان نے خارج کی تھی۔اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا وہ کیشیر کے پاس گیا تھا۔

اپنے گلے میں پہنا شیر کی شکل کا لاکٹ دکھانے پر کیشیر نے اسے خاموشی سے پچھلے حصے کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔

خان سر ہلاتا ہوا اس طرف بڑھا۔وہاں موجود کیچن میں داخل ہوتے اس کی تیز نظریں نا سمجھی سے ادھر ادھر بھٹک رہی تھیں۔جب کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔پیچھے مڑتے اس کا سامنا کسی شیف سے ہوا تھا۔

کھانے کا آرڈر باہر کرتے ہیں۔۔شیف مخصوص بھاری لہجے میں روسی زبان میں بولا۔

کھانے کی جگہ مجھے کسی اور چیز کی طلب ہے۔۔خان نے اسے لاکٹ دکھایا تھا۔

خان ؟ اس آدمی نے پوچھا۔خان کے سر ہلانے پر مسکراتا ہوا وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

فریزر روم میں داخل ہوتے خان اس کے ہمراہ چل رہا تھا۔ایک جگہ رکتے اس شیف نے دیوار پر ہاتھ رکھا تھا۔جب ایک دروازہ کھولا وہ لفٹ تھی۔خان اس کے ساتھ لفٹ میں داخل ہوا تھا۔

لفٹ کے رکنے پر وہ ایک بڑے سے ہال میں داخل ہوئے تھے۔

سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔۔اس شیف نے ہلکا سا سر جھکاتے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

خان کے کمرے میں داخل ہونے پر سب نظریں اس کی جانب اٹھی تھیں۔

خان ویلکم ٹو رشیا۔۔السینڈروں خان کو دیکھتا کھڑا ہوا تھا۔اس کو دیکھتے سب اپنی نشستوں کو چھوڑتے کھڑے ہوچکے تھے۔

السینڈرو خان سے آکر گلے ملا تھا۔ایک وقت تھا جب خان کی مدد سے اس نے اپنی ڈون کی پوزیشن حاصل کی تھی۔

تم سے مل کر اچھا لگا خان۔۔السینڈرو مسکراتے ہوئے بولا۔

مجھے بھی--خان نے مختصر سا جواب دیتے السینڈرو کے ساتھ موجود خالی نشست پر اپنی جگہ سنبھالی تھی۔

مجھے تمھاری مدد کی ضرورت ہے--خان نے السینڈرو سے کہا۔

ہم ہر طرح تمھاری مدد کریں گے خان--السینڈرو سنجیدگی سے بولا۔

میں چاہتا ہوں سنیک آرگنائزیشن کو یہاں سے سپلائی ہونے والا ہر طرح کا ڈرگ بند کر دیا جائے۔میں جانتا ہوں اس سے یہ کانٹریکٹ کے خلاف ہوگا--لیکن مجھے ہر طرح سے یہ سپلائی بند کروانی ہے۔میں چاہتا ہوں اگلا کوئی ڈرگز کا کانٹینر پاکسنا نہ پہنچے--خان میز پر ہاتھ جمائے سرد لہجے میں بولا۔

تم جیسا چاہو گے ویسا ہی ہوگا میں سب گینگز سے باذاتِ خود بات کروں گا--تمھارا یہ کام ہوجائے گا خان تم بے فکر رہو--السینڈرو نے خان کی جانب دیکھتے اسے یقین دلایا تھا۔

ایک بڑا کام ہوجانے پر خان تھوڑا پرسکون ہوا تھا۔کچھ دن مزید رشیا میں ابھی اسے کام تھا۔

****

موسم ٹھیک ہونے پر زرتاشہ ان لوگوں کے ساتھ واپسی کے لیے بڑھ گئی تھی۔

بیک سیٹ پر درمیان میں بیٹھی زرتاشہ کے دونوں کندھوں پر ماہم اور اس کی کزن رابعہ سوئی ہوئی تھیں۔

فرنٹ سیٹ پر بیٹھا عمیر بھی تقریبا سو ہی رہا تھا صرف ڈرائیونگ کرتا زمان اور زرتاشہ ہی جاگ رہے تھے۔

اس دن کے بعد وہ زمان سے مکمل طور پر چھپتی پھر رہی تھی۔اب اس کی گہری نگاہیں اپنے وجود کے آر پار ہوتی محسوس کرکے غصے اور جھنجھلاہٹ سے وہ آنکھیں موند گئی تھی۔

گھر پہنچتے زمان نے عمیر کو اٹھایا تھا۔زرتاشہ نے بھی ماہم اور رابعہ کو اٹھایا تھا۔زرتاشہ اب اپنے گھر جانا چاہتی تھی۔

زرتاشہ وہاں کیوں کھڑی ہو اندر آجاؤ۔۔ماہم نے آنکھیں مسلتے زرتاشہ کو گاڑی کے پاس کھڑے دیکھتے کہا۔

گھر کے اندر جاتے زمان کے قدم بھی ماہم کی بات پر رکے تھے۔

ماہم مجھے اب گھر جانا ہے مورے بہت پریشان ہورہی تھیں پلیز ڈرائیو کو کہو مجھے چھوڑ آئے۔۔زرتاشہ دھیمی آواز میں بولی۔

میں چھوڑ آتا ہوں۔۔زمان ماہم کے پاس آتا ہوا بولا۔

تھینک یو بھائی۔۔ماہم زمان سے بولتی اندر چلی گئی تھی۔

زرتاشہ کے زمان کے ساتھ اکیلے سفر کرنے کا سوچتے پسینے چھوٹ پڑے تھے۔

جلدی بیٹھو میرے پاس ٹائم نہیں ہے--زمان کے زور سے بولنے پر زرتاشہ تیزی بیک سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھنے لگی تھی جب زمان کی آواز نے اسے روک دیا تھا۔

تمھارا ملازم نہیں ہوں چپ چاپ نکھرے کیے بغیر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ جاؤ--یزدان کے حکم پر کلستی وہ خاموشی سی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔

ی--یہاں کیوں گاڑی روکی ہے زمان ؟ زرتاشہ نے اسے بیچ راستے گاڑی روکتے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

تمھیں جانے سے مارنے کے لیے---اپنی مسکراہٹ دباتا یزدان سنجیدگی سے بولتا زرتاشہ کے ہوش اڑا گیا تھا۔

زرتاشہ کا دل سہمنے لگا تھا۔نم ہوتی ہتھیلیوں کو اپنی چادر سے رگڑتے اس نے زمان کا دیکھا۔

اوئے چھوٹے بات سن۔۔زمان کے کسی کو آواز دینے پر زرتاشہ نے گاڑی سے باہر دیکھا تھا۔جہاں ایک چھوٹا سا بچہ گلاب کے پھول پکڑے کھڑا تھا۔

زمان نے سارے پھول بچے سے لیتے اسے پیسے تھماتے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کرتے ہوئے زرتاشہ کی طرف ایک ہاتھ سے پھول بڑھائے۔

زرتاشہ نے حیرت سے اس سرپھرے کو دیکھا جو ایک پل کو اس کے گلے تک پہنچ جاتا ہے۔۔جو گرگٹ کی طرف سیکنڈوں میں اپنا روپ بدل لیتا ہے۔

تمہارے لیے ہیں پکڑ لو۔۔زمان جھنجھلا کر تیز لہجے میں بولا۔

زرتاشہ نے کانپتے ہاتھوں سے پھول پکڑے تھے۔زمان کے غصے کا ڈر نہ ہوتا وہ یہ پھول اس کے منہ پر پھینک چکی ہوتی۔۔

زمان نے ایک ہوٹل کے باہر گاڑی روکی تھی۔زرتاشہ اب زمان کے ساتھ آنے پر پچھتا رہی تھی جو اب اسے باہر نکلنے کا بول رہا تھا۔

مجھے میرے گھر چھوڑ کر آئیں۔۔زرتاشہ گاڑی میں ہی بیٹھی غصے میں بولی تھی۔

اپنا بے ساختہ امڈنے والے غصے کو کنٹرول کرتے زمان نے سگریٹ سلگاتے لبوں میں دبا کر گہرے کش لیے تھے۔۔
زمان کی تنی ہوئی رگیں دیکھ کر زرتاشہ کا دل سوکھے پتے کی مانند تھر تھر کانپنے لگا تھا۔

ایک سیکنڈ سے پہلے گاڑی سے نکل آؤ زرتاشہ ورنہ سب کے سامنے اٹھا کر اندر لے جاؤں گا۔۔زمان کے دھمکانے پر وہ ہانپتی کانپتی گاڑی سے باہر نکل آئی تھی۔

زمان اس کا ہاتھ پکڑتا اسے اندر لے گیا تھا۔ایک ٹیبل پر بیٹھتے اس نے بنا زرتاشہ سے پوچھے اپنی مرضی سے دونوں کا کھانا آرڈر کیا تھا۔

آپ کو مجھ سے کیا دشمنی ہے زمان ؟ زرتاشہ کی دھیمی آواز زمان کے کانوں میں پڑی۔

تم سے میری بہت بڑی دشمنی ہے زرتاشہ۔۔ کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے تمھیں کچا چبا جاؤں۔۔ تمھیں قتل کرتے کہیں کسی ویران کونے میں دفنا دوں۔۔ زمان اس کا زرد چہرہ دیکھتے زیادہ دیر اپنی ہنسی کنٹرول نہیں کرپایا تھا۔

زرتاشہ نے غصے سے منہ پھولایا تھا۔وہ اپنے ڈرنے پر شرمندہ سی ہوگئ تھی۔روئی جیسے نرم و نازک گالوں پر لالی سی ابھر آئی تھی۔

یہ دشمنی بہت پرانی ہے زرتاشہ۔۔وقت آنے پر تمھیں پتا چل جائے گا۔۔زمان سنجیدہ سا بولا تھا۔زرتاشہ اس کی بات سمجھ نہ سکی تھی۔اس کے بعد وہ خاموش ہوگئ تھی۔
کھانا کھانے کے بعد زمان اسے آرام سے گھر چھوڑ آیا تھا۔

****

بجو آپ کہیں جارہی ہیں۔۔زرش جو یزدان سے جان چھڑواتی ہوئی زمل سے بات کرنے آئی تھی اس کے پاس موجود بیگز دیکھتے پوچھا۔۔

ہاں میں یہاں سے ہوسٹل شفٹ ہو رہی ہوں۔۔تم بتاؤ یزدان سے بات ہوئی تمھاری ؟ ذمل نے اسے بتاتے پوچھا۔

ہمارے درمیان سب سیٹ ہوگیا ہے یہ بتائیں آپ کیوں جارہی ہیں ؟ زرش نے پریشانی سے پوچھا۔

میں اور خان بہت الگ ہیں زرش۔۔ان کے مطابق ہمارا رشتہ کاغذی ہے جس سے میں جب چاہو رہائی لے سکتی ہوں۔میں مزید یہاں نہیں رہ سکتی۔۔زمل سنجیدگی سے بولی۔
یہ سب میری وجہ سے ہورہا ہے بجو۔۔۔زرش غمگین ہوئی۔
مجھے لگا تھا خان لالا بھی یزدان کہ طرح ہوں گے۔۔۔زرش کے مزید بولنے پر زمل ہنس پڑی تھی۔

یزدان اور خان بظاہری ایک جیسے ہی ہیں لیکن حقیقت میں وہ دونوں بہت مختلف ہیں۔یزدان تمھاری خاطر خود کو بدل لے گا کیونکہ اسے تم سے محبت ہے۔خان کا محبت کے 'م 'کا بھی علم نہیں۔ میں اسے صحیح راستہ دیکھانا چاہتی تھی اس نے مجھے ہی یہاں سے نکلنے کا راستہ دکھا دیا ہے۔زمل آخر میں اداس سی ہنسی۔۔زرش نے دکھ سے زمل کو دیکھا تھا۔

میں تم سے ملتے آتی رہوں گی یہاں قریب ہی رہوں گی۔۔زمل نے محبت سے زرش کا ماتھا چوما تھا۔

زمل زرش سے ملتی وہاں سے چلی گئی تھی۔۔

****

خان اپنے کام نبٹا کر واپس آچکا تھا۔سب کچھ معمول پر چلنے لگا تھا۔جب ایک دن اچانک کچھ ہوا۔۔ایمرجنسی میں یزدان کو اپنے ساتھ لے کر خان ایران روانہ ہوا تھا۔

یزدان زرش کو اکیلا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔خان کی اور کام کی وجہ سے وہ مجبورا اس کے ساتھ ایران آیا تھا۔

ان کا کام بہت خطرناک اور بڑا تھا۔

خان نے سارا پلان تیار کر لیا تھا۔اب بس اس پر عمل کرنا تھا۔جو بہت جلد انھوں نے کرلیا تھا۔

ایران کے تیل کے بنے کارخانے میں منہ پر نقاب کیے خان سپاٹ تاثرات سے ادھر ادھر دیکھتا گارڈز کی نظروں سے بچتا ہوا اس کے بیسمنٹ کی طرف بڑھا تھا۔

اچانک فائر الارم بجنا شروع ہوا تھا کام کرتے سارے ملازمین باہر کی طرف بھاگے تھے۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتا نچلے حصے میں پہنچا تھا۔جہاں موجود ایک میٹنگ روم کی طرز میں بنے کمرے سے لوگ اٹھتے ہوئے بھاگنا شروع ہوئے تھے۔

خان نے ارد گرد دیکھتے مطلوبہ بندے کو ڈھونڈا وہ بھیڑ میں اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہا تھا۔آگے بڑھتے تیزی سے خان نے اس کو کالر سے پکڑتے پیچھے کھینچا تھا۔

اس کے ہاتھ میں موجود شیر کی شکل والی انگوٹھی دیکھتے اپنی قمض کے اندر سے چاقو نکالتے اس کی شہ رگ پر خان نے چاقو ٹکایا تھا۔

ابو ہشام کو میری طرف سے پہلا تحفہ۔۔خان اس کے کان میں سرد آواز میں بولتا اس کے احتجاج کرنے سے پہلے اس کا گلا کاٹ چکا تھا۔

اس کا مردہ وجود زمین پر گرتے دیکھ کر خان نے اس کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر اپنی جیب میں ڈالی تھی۔گارڈز کو اس طرف آتا دیکھ کر خان تیزی سے واپس بھیڑ میں غائب ہو گیا تھا۔۔

باہر اس کے بیسمنٹ سے نکلتے خان نے وہاں موجود تیل کے ڈرم کو زمین پر گراتے لائٹر نکال کر وہاں آگ لگا دی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف آگ پھیلنے لگی تھی۔وہ اپنا کام کرچکا تھا۔آگ کے شعلے ہر طرف پھیلتے آسمان کو چھونے لگے تھے۔کالے دھواں کے مرغولے ہر طرف سے اٹھنے لگے تھے۔

یزدان گاڑی سٹارٹ کیے خان کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔خان کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔

اپنی مطلوبہ رہائش گاہ پر پہنچتے یزدان ابھی خان سے بات کرنے ہی لگا تھا۔جب پاکستان سے آنے والے فون نے اس کا دل سا بند کر دیا تھا۔

زرش کو کسی نے کیڈنیپ کر لیا تھا۔یہ خبر اس پر پہاڑ بن کر ٹوٹی تھی۔لیکن اس کے ساتھ ملنے والے دوسری خبر نے جیسے اس کی روح جھنجھوڑ دی تھی۔زرش امید سے تھی۔وہ ہوسپٹل سے واپس آرہی تھی جن راستے سے اسے کیڈنیپ کیا گیا۔

-

اپنے بند ہوتے دماغ اور بے جان وجود نے اسے سن سا کر دیا تھا۔ایک طرف باپ بننے کی جہاں خوشی ملی تھی وہاں ہی دوسری طرف زرش کے کیڈنیپ ہونے کا سن کر وہ خوشی مدہم سی ہوگئی تھی۔

....

زرش نے آنکھیں کھول کر اپنے ارد گرد دیکھا تھا۔وہ کسی بوسیدہ سی عمارت کے اندر تھی۔ہر جگہ مٹی اور دھول کے ساتھ مکڑی کے جالے موجود تھے۔

کچھ دور سے اسے لوگوں کے قہقہوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔خود کو اکیلا اور بے بس پاکر خوف کی ایک لہر اس کے وجود میں سرایت کرگئی تھی۔

یزدان نے اسے گھر سے نکلنے سے منع کیا تھا۔اب اسے خود پر شدید غصہ آرہا تھا۔

اسے کرسی سے باندھا گیا تھا۔دونوں ہاتھ اس کے پیچھے کی جانب مضبوطی سے باندھے گئے تھے۔وہ کوشش کرنے کے باوجود بھی خود کو آزاد نہیں کرسکتی تھی۔

باتوں کی آوازیں اپنے قریب آتی محسوس کرکے زرش اپنی آنکھیں بند کرکے بے ہوش ہونے کا ناٹک کرنے لگی تھی۔
یہ ابھی تک اٹھی نہیں۔۔

شیر خان نے یزدان کے آنے کے بعد اسے مارنے کا کہا تھا۔ابھی اسے بے ہوش ہی رہنے دو۔

وہ دو آدمی آپس میں باتیں کررہے تھے۔زرش ان کی باتیں سن کر ڈر گئی تھی۔وہ اسے مارنے کا پلان بنا رہے تھے۔

زرش کسی بھی طرح سے یہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔اپنے اردگرد خاموشی محسوس کرکے اس نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔خوف و بے بسی سے شفاف موتی اس کی آنکھوں سے نکلتے بے مول ہونے لگے تھے۔

****

خان میں مزید صبر نہیں کرسکتا۔دو دن ہوگئے ہیں زرش کو لاپتہ ہوئے۔یزدان بے بس سا بول رہا تھا۔

تم حوصلہ رکھو یزدان میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں۔خان لب بھینچ کر بولا۔وہ زرش کو کچھ نہیں ہونے دینا چاہتا تھا لیکن ابھی تک انھیں کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔

کب تک انتظار کرو خان ؟ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔یزدان اونچی آواز میں بولتا غصے سے لمبے لمبے ڈھگ برتا نکل گیا تھا۔

تم نے بھی کچھ کہنا ہے تو بول دو۔اپنے پیچھے زمل کی موجودگی محسوس کرتا خان پیچھے مڑتا ہوا بولا۔زرش کے کیڈنیپ ہونے کے فورا بعد زمل کو گھر واپس بلا لیا گیا تھا۔

مجھے امید ہے آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔زمل نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

اس کا دل اندر سے اپنی بہن کے لیے کانپ رہا تھا۔لیکن وہ خود کو مضبوط ظاہر کر رہی تھی۔

خان نے اس کے یقین بھرے انداز پر کچھ نہ کہا۔وہ جب اسے شیر خان سے نہ بچا سکا۔پھر زرش کو کیسے بچا سکتا تھا۔

اپنا سر جھٹکتا وہ زمل کے قریب سے گزرتا اس کے کان کی طرف جھکا۔

تمھاری بہن کے محفوظ ہونے کی میں کوئی گارنٹی نہیں دوں گا۔خان کی بات نے اسے ڈرا دیا تھا۔وہ اس سے امید لگائے بیٹھی تھی کہ شاید وہ ایک بار پھر زرش کو بچا لے گا۔ اس نے تو اس بار زمل کی ہمت ہی توڑ دی تھی۔

خان اسے ایک نظر دیکھتا باہر چلا گیا تھا۔زمل خود کو تسلی دیتی واپس کمرے میں لوٹ گئی تھی۔

****

یزدان وئیر ہاؤس میں موجود تھا۔جہاں لوگوں کو وہ ٹارچر کرتے تھے۔کسی شخص کو ٹارچر کرنے کے بعد وہ اپنے ہاتھ صاف کرتا باہر نکلا تھا۔اپنا موبائل نکالتے اس کی سب سے پہلی نظر سکرین پر موجود اناؤن میسج پر پڑی تھی۔

میسج کھولتے ہی اس میں زرش کا پتا دیا گیا تھا۔وہ ایک پل کو حیران ہوا۔تیزی سے باہر کی جانب بڑھتے وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا۔

مطلوبہ ایڈریس کی جانب روانہ ہوتے اس نے خان کو کال ملائی تھی۔

مجھے زرش کا پتا مل گیا ہے خان۔۔میں اسی طرف جا رہا ہوں۔میں تمھیں ایڈریس سینڈ کرتا ہوں۔۔تم بھی آجاؤ۔۔

تمھیں زرش کا پتا کہاں سے ملا ؟ خان نے حیرانی سے پوچھا۔

مجھے میسج ملا ہے۔۔خان میں مزید دیر نہیں کرنا چاہتا۔اس کی آواز میں بے صبری تھی۔

یہ ٹریپ ہے یزدان تم میرا انتظار کرو۔۔اکیلے مت جاؤ۔۔یزدان کی بات سنتے خان نے سخت لہجے میں کہا۔مگر دوسری جانب بیٹھا دیوانہ اپنی بیوی سے ملنے کو بےتاب تھا۔تبھی خان کی بات اگنور کرتا بولا

خان اگر یہ ٹریپ بھی ہوا مجھے فرق نہیں پڑے گا۔۔یزدان بولتا مزید خان کی بات اگنور کرتے کال کٹ کر گیا تھا۔

خان اپنی گن رکھتا تیزی سی باہر کی جانب بڑھا تھا۔

خانم کا خیال رکھنا۔میری اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں داخل مت ہونے دینا۔خان اپنے آدمی کو ہدایت دینے لگا۔

کہاں جا رہے ہیں آپ ؟ زمل جو اپنے کمرے سے نکلتی کیچن کی جانب جا رہی تھی۔خان کی اونچی آواز سنتی باہر آئی تھی۔

کیا زرش مل گئی ہے ؟ خان کے بولنے سے پہلے اس نے مزید پوچھا۔

کسی نے زرش کا ایڈریس یزدان کو سینڈ کیا ہے۔۔میں وہاں ہی جا رہا ہوں۔۔تم گھر سے باہر مت نکلنا۔۔خان سنجیدگی سے اس کی نقاب میں چھپی آنکھوں کو دیکھتا بولا

میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔۔زمل ایک دم سے بولی۔

وہاں تمھارا کوئی کام نہیں ہے۔۔چپ کر کے اندر واپس جاؤ۔۔خان کے سرد لہجے کو نظر انداز کرتی وہ خان کے پیچھے چلنے لگی۔

خان اسے اگنور کرتا لمبے لمبے ڈھگ بھرتا گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔زمل بھی تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھولتی اس کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

آپ جو مرضی کہیں میں آپ کے ساتھ ہی جاؤں گی۔۔زمل کے ضدی لہجے پر خان نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

گاڑی سٹارٹ کرتا وہ فل سپیڈ سے چلانے لگا تھا۔وہ جگہ تقریبا ایک گھنٹہ دور تھی۔راستے میں موسم خراب ہونے لگا تھا۔اچانک ہی بادل آسمان پر چھاتے تیز بارش برسانے لگے تھے۔

****

اسے کھول دو اور باہر نکالو۔۔کرسی پر باندھی ہوئی زرش کی طرف دیکھتا ایک آدمی بولا۔

زرش کو پتا تھا وہ لوگ کیا کر رہے تھے۔وہ اسے مارنے والے تھے۔وہ ان کی ساری باتیں پہلے ہی سن چکی تھی۔

اپنی آنکھوں میں جمع ہوتے آنسو اس نے بڑی مشکل سے روکے ہوئے تھے۔۔

زرش کو ایک ہی جگہ کھڑے دیکھ کر ان میں سے ایک نے زرش کو دھکا دیا تھا۔

چلو بی بی۔۔۔زرش خود کو سنبھالتی ان کے پیچھے چلنی لگی۔تیز بارش کی آواز اسے صاف سنائی دے رہی تھی۔

اس سے پہلے ہم تمھیں مار دیں بھاگو۔۔۔وہ تقریبا دو لوگ تھے جن میں سے ایک نے اپنا فون دیکھتے دوسرے کو اشارہ کیا تھا جس نے زرش کے سر پر گن تان کر اسے بھاگنے کا کہا۔۔

زرش کانپتی ٹانگوں سے بارش میں اندھا دھند بھاگنا شروع ہوئی تھی۔ایک گاڑی تیزی سے اس کے سامنے رکی تھی۔

یزدان کو باہر نکلتا دیکھ کر وہ خوش ہوتی اس کی جانب بڑھنے لگی تھی جب اپنے پیٹ میں شدید تکلیف اٹھتی دیکھ کر اس نے نیچے کی جان دیکھا جہاں تیزی سے خون اس کے جسم سے نکل رہا تھا۔

یزدان جو خوش ہوتا اس کے قریب بڑھنے لگا تھا۔اس کے وجود کو نیچے گرتے دیکھ کر اس نے جلدی سے تھاما تھا۔

زهته سره مینه کوم

(I love You)

زرش کے منہ سے الفاظ ٹوٹ پھوٹ کر ادا ہو رہے تھے۔

زما ژړګیه۔۔۔اس کے منہ سے یہ الفاظ سن کر یزدان ساکت ہوا تھا۔

زرش کو آنکھیں بند کرتے دیکھ کر یزدان نے دیوانوں کی طرح اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا۔

زرش۔۔زرش۔۔زرش کا بے جان سا وجود اس کو بھی صدمے میں مبتلا کر گیا تھا۔

تیز بارش میں زرش کا خون سے بھرا وجود تھامے یزدان ساکت بھی ساکت سا بیٹھا تھا۔

اس کی تھمی سانسیں ، ساکت سی دھڑکن نے یزدان کو پتھر کا بنا دیا تھا۔

زرش کے وجود سے نکلتا خون بارش کے پانی میں بہتا سب کچھ سرخ کر رہا تھا۔یزدان نے اسے کھو دیا تھا اپنی محبت کو ، اندھیرے سے روشنی میں لے جانے والی واحد انسان کو،اپنے دل کو۔۔۔

زرش کی بند آنکھیں اور پیلے چہرے کو دیکھتے اس کی آنکھ سے آنسو نکلتا بارش کے پانی میں کہیں گم سا ہو گیا تھا۔

ان کے قریب ایک گاڑی آکر رکی تھی۔ اس میں سے تیزی سے نکلتی زمل ان کی طرف آئی تھی۔

زرش۔۔۔زرش۔۔۔اس کے وجود سے نکلتے خون کو دیکھتے زمل نے روتے ہوئے اس کا ٹھنڈا سا چہرہ تھپتھپایا تھا۔

زرش اٹھو نہ۔۔۔روتے ہوئے اس کا چہرہ چومتے وہ اسے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

ڈرائیونگ سیٹ سے نکلتا خان بھی اپنی جگہ ساکت ہوا تھا۔یزدان کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے وہ اس کے اندر کا حال جاننے سے ناکام رہا تھا۔اس کی آنکھوں سے نکلتے آنسو وہ بخوبی دیکھ سکتا تھا۔زمل کی آہ و پکار نے خان کی توجہ اس کی طرف دلائی تھی جو اپنی واحد بہن کو کھو چکی تھی۔۔آسمان بھی آج ان کے ساتھ غم مناتا زور و شور سے برس رہا تھا۔۔

****

دو مہینے بعد :

خان خانم سکول سے ہاسٹل واپس پہنچ گئی ہیں۔۔اور خان آج ان سے ملنے کوئی لڑکا آیا تھا۔قاسم کی بات سنتا وہ جو بظاہر خود کو بے نیاز ظاہر کر رہا تھا۔ایک دم سیدھا ہوا۔

اس واقعے کے بعد زمل تقریبا ایک مہینہ ان کے ساتھ رہی تھی۔اس کے بعد واپس ہاسٹل شفٹ ہوگئی تھی۔خان اس کی پل پل کی خبر رکھ رہا تھا۔جو زرش کے ساتھ ہوا تھا وہ نہیں چاہتا تھا۔زمل کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہو۔

قاسم کو ایک بار پھر اس نے اپنے ساتھ کام کرنے کا موقع دیا تھا۔وہ زمل کی نظروں میں آئے بنا اس کا خیال رکھتا تھا۔

وہ لڑکا کون تھا ؟ خان نے سرد آواز میں پوچھا۔

پتا نہیں خان وہ بس ایک کاغذ خانم کو پکڑاتا بھاگ گیا تھا۔خانم نے وہ کاغذ غصے سے پھینک دیا تھا۔قاسم نے تھوک نگلتے ہوئے بتایا۔

کاغذ میں کیا لکھا تھا قاسم ؟ سپاٹ انداز میں خان نے قاسم کو دیکھتے پوچھا۔

اس لڑکے کا نمبر تھا خان۔۔قاسم کی بات سن کر غصے سے اس کی رگیں تن گئی تھی۔

تم اس لڑکے کا پتا لگواؤ۔۔میں اب سے خود خانم کو لے آیا کروں گا۔۔زمل کو دو بجے چھٹی ملتی تھی۔ابھی ایک گھنٹہ پڑا تھا۔قاسم نے حیرت سے خان کو دیکھتے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

****

آج زرتاشہ کی کلاسز نہیں تھی۔لیکن کچھ نوٹس لینے کے لیے وہ یونیورسٹی آئی تھی۔وہ اب واپس جارہی تھی۔جب راستے میں ان کی گاڑی خراب ہوگئی تھی۔

ڈرائیور کافی دیر سے گاڑی ٹھیک کر رہا تھا۔لیکن گاڑی ٹھیک ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

بی بی جی آپ گاڑی میں بیٹھی رہیں یہاں پاس ہی ایک میکینک کی دکان میں اس میں سے کسی کو بلا کر لاتی ہوں۔۔ڈرائیور زرتاشہ سے بولا تھا۔

ٹھیک ہے انکل جلدی واپس آجائے گا۔۔زرتاشہ گھبرا گئی تھی۔پھر خود کو سنبھالتی وہ دھیمی آواز میں بولی۔

گاڑی کا شیشے اوپر چڑھاتی وہ خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔بند گاڑی میں گرمی کی وجہ سے اسے گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔

پسینے سے اس کا سارا چہرہ بھیگ گیا تھا۔سڑک پر اس وقت کافی لوگ آ جا رہے تھے۔وہ ہمت کرتی گاڑی سے نکل کر فٹ پاتھ پر کھڑی ہوگئی تھی۔

آجاؤ میڈم ہم چھوڑ آتے ہیں۔۔اس کے بالکل سامنے ایک بائیک آکر رکی تھی۔زرتاشہ جو اپنا سرخ چہرہ صاف کر رہی تھی۔اس کا دل نازک پتے کی طرح کانپنے لگا تھا۔کانفڈینس کی اس میں پہلے سے ہی کمی تھی۔ایسی باتیں سنتی وہ زرد سی پڑنے لگی تھی۔

اس نے اپنے ارد گرد دیکھا تھا۔جہاں اب اسے چند ایک گاڑیاں ہی گزرتی دکھائی دے رہی تھی۔اسے اچانک اپنا آپ ایک تپتے سحرا میں کھڑا محسوس ہونے لگا۔

وہ لڑکا بائیک سے اترتا مسکراتا ہوا زرتاشہ کی جانب بڑھنے لگا تھا۔

اس کو اپنی جانب آتے دیکھ کر زرتاشہ ایک دم زور سے چیخی تھی۔

وہ لڑکا ارد گرد نظر ڈالتا ہنسنے لگا تھا۔دیدہ دلیری سے زرتاشہ کی جانب بڑھتے اس نے زرتاشہ کی چادر زور سے کھینچی تھی۔

زرتاشہ لڑکھڑا کر نیچے گری تھی۔اپنا بے حجاب وجود دیکھتے وہ گھٹڑی سی بن کر بیٹھ گئی تھی۔خوف و بے بسی سے آنسو اس کی آنکھوں سے نکلنے لگے تھے۔

اچانک اس لڑکے کی تکلیف دہ چیخیں سن کر زرتاشہ نے اپنا بھیگا چہرہ گھٹنوں میں سے اٹھایا تھا۔زمان اس لڑکے کو مارتا زرتاشہ کی چادر لیتا اس کے وجود کے گرد پھیلا کر اسے کھڑا کر چکا تھا۔

زرتاشہ اس کے سینے سے لگتی شدت سے رونے لگی تھی۔زمان آج اتفاقا ہی اس راستے سے گزرا تھا۔جب کسی لڑکے کو کسی لڑکی سے بدتمیزی کرتا دیکھ کر باہر نکلا تھا۔زرتاشہ کو دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔

یہاں اکیلے کیا کر رہی تھی ؟ زمان نے اسے اپنے سینے سے الگ کرتے سنجیدگی سے پوچھا۔

و۔۔وہ گاڑی خراب ہوگئی تھی۔۔م۔۔مجھے گ۔۔گرمی ل۔۔لگ رہی تھی۔۔و۔۔وہ۔۔

اچھا۔۔بس رونا بند کرو۔۔چلو میں تمھیں چھوڑ آتا ہوں۔۔اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے زمان نرم لہجے میں اسے ٹوکتا ہوا بولا۔۔

زرتاشہ بنا کوئی بحث کیے فورا مان گئی تھی۔یہاں اکیلا رہنے سے اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

زرتاشہ کو گاڑی میں بیٹھاتے اس نے آہستہ سے اس کے سر پر لب رکھے تھے۔اس کے ڈرائیور کو دیکھتے زمان زرتاشہ کو دو منٹ ویٹ کرتا خود اسے ساری بات بتاتا واپس آگیا تھا۔

زمان نے اسے باحفاظت گھر چھوڑ دیا تھا۔یہ پہلی بار تھا جو اس کے من میں زمان کے لیے اچھا احساس پیدا ہوا تھا۔

****

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں ؟ زمل نے سکول کے باہر کھڑے خان کو مشکوک نظروں سے دیکھتے پوچھا۔۔وہ گاڑی سے ٹیک لگائے اس کے نقاب کے ہالے میں چھپے چہرے پر ہی نظریں ٹکائے کھڑا تھا۔

میں یہاں سے گزر رہا تھا۔سوچا تمھیں ہوسٹل چھوڑ دوں۔۔خان اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں میں خود چلی جاؤں گی۔۔زمل نے سنجیدگی سے کہا۔خان کے کوئی جواب نہ دینے پر وہ اپنے کندھے پر لٹکا بیگ ٹھیک کرتی ہوسٹل جانے والے راستوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔

خان خاموشی سے اس کے پیچھے چلنے لگا تھا۔زمل جن راستوں سے جاتی تھی زیادہ تر وہ سنسان ہی ہوتے تھے یا پھر وہاں آوارہ لڑکے یا نشئی پڑے ہوئے ہوتے تھے۔

تیری جھیل سی ان آنکھوں پر میں قربان جاؤں۔۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتی چل رہی تھی جب پیچھے سے کسی لڑکے نے اس پر جملہ کسا۔زمل بنا کچھ بولے خاموشی سے تیز تیز چلنے لگی تھی جب گھٹی گھٹی چیخ کی آواز پر وہ ہلکے سے پیچھے مڑی۔خان کو اس لڑکے کو پیٹتے دیکھ کر اس کے قدم خود بخود ان کی جانب بڑھنے لگے تھے۔

خان اس لڑکے کا جملہ سنتا پاگل ہونے کو تھا۔اس کا خون کھول اٹھا تھا۔تبھی بنا کچھ سوچے سمجھے وہ اس کو دنوچتا مارنے لگا تھا۔

خان کیا کر رہے ہیں چھوڑے اسے۔۔خان کو دھڑا دھڑ اس لڑکے کے منہ پر مکے برساتے دیکھ کر وہ خشمگی نگاہوں سے خان کو دیکھتی تیز لہجے میں بولی۔۔

خان نے ایک گہرا سانس لیتے اپنے غصے کو قابو کرتے زمل کے کندھے کے گرد حصار پھیلا کر اپنی جیکٹ سے گن نکالی تھی۔

دوبارہ مجھے کوئی یہاں نظر آیا میں اس کی جان لے لوں گا۔۔ اگر میری بیوی پر غلط نظر ڈالی اس کی آنکھیں نکال دوں گا۔۔جس نے غلط جملہ بولا اس کی زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔۔یہ خان کا وعدہ ہے۔۔ گن کو دیکھتے وہاں موجود سب آوارہ لڑکے اور نشئی پل میں غائب ہوئے تھے۔

زمل نے گہری نگاہوں سے خان کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اس کے لیے ایسا گھنا درخت ثابت ہو رہا تھا جو اسے دنیا کی ہر کڑی دھوپ سے بچا کر رکھتا تھا۔

. . . .

زرتاشہ کس کے ساتھ آئی ہو ؟ مہناز بیگم کے پوچھنے پر زرتاشہ رونے والا منہ بنا چکی تھی۔اپناخشک حلق تر کرتے اس نے ساری بات مہناز بیگم کو بتا دی تھی۔

زمان ماہم کا بھائی ہے ؟ مہناز بیگم نے اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

جی مورے ؟ اس نے نظریں جھکائے جواب دیا۔

تم کسی کی امانت ہو زرتاشہ۔۔یہ مت بھولنا۔۔مہناز بیگم کی بات سنتے اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔

میں ایسا کچھ بھی نہیں کروں گی مورے۔۔وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

پھر دوبارہ زمان کے ساتھ مجھے دکھائی مت دینا۔۔اگر کسی کو بھی اس بارے میں معلوم ہو گیا تمھارے لیے اچھا نہیں ہوگا۔۔مہناز بیگم کے بولنے پر وہ لب بھینچ گئی تھی۔

اب انھیں وہ کیا بتاتی وہ پاگل ہی اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔اسے کہیں بھی سکون سے سانس نہیں لینے دیتا۔۔

مورے میں آئندہ خیال رکھوں گی اب میں ریسٹ کرنے جارہی ہوں۔تیزی سے جواب دیتی وہ سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔

اپنی چادر بیڈ پر پھینکتی وہ فریش ہونے چلی گئی تھی۔اپنے ہاتھ پر جلن محسوس کرتے اس کی نگاہ وہاں لگی رگڑ پر لگی تھی۔شاید جس وقت وہ گری تھی تب لگی تھی۔

ہاتھ کو میڈسن سے صاف کرتی وہ نماز پڑھ کر سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔ابھی آنکھ لگے اسے دس منٹ بھی نہ ہوئے تھے۔جب کسی کی کال نے اس کی نیند خراب کی تھی۔

اپنی نیند سے بھری آنکھیں کھولتے اس نے فون کو گھورا جیسے دوسری جانب موجود شخص کو نظروں سے ہی قتل کرنا چاہتی ہو۔

اپنی جمائی روکتے اس نے بنا نمبر دیکھے فون کان سے لگایا تھا۔

بے بی ڈول ؟ دوسری جانب سے بھاری مردانہ آواز سنتے اس کی نیند سے بند ہوتی آنکھیں پٹ سے کھل گئی تھیں۔

ک۔۔کون ؟ اس نے کانپتی آواز میں پوچھا۔

میں واپس آرہا ہوں تمھیں اپنے پاس قید کرنے کے لیے۔۔۔دوسری جانب موجود شخص نے اس کی ہواس اڑائے تھے۔

اس کا سانس اکھڑنے لگا تھا۔موبائل پر اس کی گرفت ہلکی ہوگئی جس سے موبائل چھوٹ کر اس کی گود میں گر چکا تھا۔

ہمت جمع کرتے اس نے گہرے گہرے سانس لینا شروع کیے تھے۔وہ موبائل کی دوسری جانب سے ہنسی کی آواز سن سکتی تھی۔

وہ شخص جیسے اس کی حالت سے واقف ہنس رہا تھا۔اپنا کانپتا ہاتھ بڑھاتے اس نے کال بند کردی تھی۔

اپنا سانس بحال ہوتے ہی وہ تیزی سے بستر سے اُٹھتی نیچے بھاگی تھی۔

مورے۔۔مورے۔۔

میں کیچن میں ہوں۔۔مہناز بیگم کی آواز سنتی وہ تیزی سے اس طرف بھاگی تھی۔

زرتاشہ کیا ہوا ہے۔۔زرتاشہ کا سہما سا چہرہ دیکھتے مہناز بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔

مورے۔۔و۔۔وہ ا۔۔اسے میرا پتا چل گیا ہے۔۔وہ مجھے یہاں سے لے جائے گا۔۔مورے مجھے بچا لیں۔۔سات سال بعد اس شخص کی آواز سنتے ساری سیاہ یادیں جیسے تازی ہوگئی تھی۔

کس کی بات کر رہی ہو زرتاشہ ؟مہناز نے اسے بازؤں سے پکڑتے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

اسفند خان کی۔۔۔وہ نمکین پانی سے بھری آنکھوں سے مہناز بیگم کو دیکھنے لگی جن کا رنگ بھی فق ہو گیا تھا۔

تمھیں کچھ نہیں ہوگا زرتاشہ۔۔وہ شخص تم تک کبھی نہیں پہنچ سکتا۔۔۔

و۔۔۔وہ مجھے ل۔۔لے جائ۔۔ئے۔۔۔وہ پھولی سانس سے بولتی ہوئی بے ہوش ہوگئی تھی۔

زرتاشہ۔۔زرتاشہ۔۔اس کو بے ہوش ہوتے مہناز بیگم نے ملازمی کو آواز دی تھی۔ملازمہ کی مدد سے زرتاشہ کو لے جاکر انھوں نے اسے اپنے کمرے میں لیٹا دیا تھا۔اس کا سر چومتی چادر اوڑھتی وہ اپنا فون لیتی کمرے سے نکل گئی تھیں۔

****

میں خود جا سکتی ہوں خان مجھے آپ کی ضرورت نہیں۔۔ صبح صبح سکول جانے کے لیے نکلتی وہ خان کو دوبارہ ہاسٹل کے باہر کھڑے دیکھ کر سنجیدگی سے بولی۔

یہ میرا فرض ہے۔۔خان اس کی نقاب سے جھانکتی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

مجھے کافی حیرت ہوئی۔۔اپنے بہت سے فرائض میں سے یہ فرض ادا کرنا آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔۔وہ بولتی ہوئی تیز تیز قدم اٹھانے لگی تھی۔۔

احسان ہی مان لو میرے لیے یہ ہی بہت ہے۔۔وہ نیلی جینز اور کالی شرٹ میں اس کے پیچھے ہی اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چلنے لگا تھا۔

آپ کا یہ احسان آپ کے آدمی بھی کر رہے تھے۔آپ کو خود کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔زمل کے جواب پر خان کے عنابی ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔

مجھے لگا تھا تم اپنے مجازی خدا کی تھوڑی سے قدر کرلو گی تمھارے اس جواب نے میرا دل توڑ دیا ہے۔۔خان مسکراہٹ دباتا ہوا بولا۔

زمل نے رک کر حیرت سے خان کو دیکھا۔

آپ کو کہیں بخار تو نہیں ہوگیا۔۔زمل نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

یا شاید آپ کے سر پر چوٹ لگ گئی ہو ؟؟۔۔زمل کے جواب پر وہ ہلکا سا ہنسا تھا۔زمل اس کی ہنسی سنتی پل میں ساکت ہوئی تھی۔وہ اپنے معمول کے مطابق کافی مختلف اور بدلہ بدلہ لگ رہا تھا۔

اسے خان کا یہ انداز زیادہ بھا رہا تھا۔وہ اپنی ہنسی چھپاتی پھر چلنے لگی تھی۔

مجھے کچھ نہیں ہوا۔۔اور اب سے میں خود تمھیں چھوڑ کر اور لے کر آیا کروں گا۔۔خان نے حکمیہ انداز میں کہا۔

مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے خان آپ بلاوجہ خود کو تکلیف دے رہے ہیں۔۔اللہ حافظ۔۔وہ سکول کے سامنے پہنچتی تیزی سے اندر چلی گئی تھی۔

اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا خان واپس پلٹتا کچھ دور کھڑے قاسم کی طرف بڑھ گیا تھا۔وہ کسی لڑکے کو کالر سے پکڑے کھڑا تھا۔

یہ کون ہے قاسم ؟ خان نے اس لڑکے کو دیکھتے پوچھا جو بمشکل سیکنڈ ائیر کا سٹوڈنٹ لگ رہا تھا۔

خان اس نے خانم کو اپنا نمبر دیا تھا۔قاسم کی بات سنتے خان نے قاسم کی گرفت میں پھڑپھڑاتے ہوئے لڑکے کو دیکھا جس کے منہ پر بھی قاسم نے اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

قاسم کو اس لڑکے کے چہرے سے ہاتھ اٹھانے کا اشارہ کرتے خان نے ایک تھپڑ اس لڑکے کے منہ پر مارا تھا۔

دوبارہ کسی لڑکی کو اپنا نمبر دینے کی غلطی مت کرنا۔۔ورنہ تمھارے ہاتھ کاٹ دوں گا۔۔اس لڑکے کے فق چہرے کو طنزیہ مسکراہٹ سے دیکھتے ہوئے وہ جھٹکے سے اسے چھوڑ چکا تھا۔

قاسم کو سکول کے باہر رکنے کا بولتا خان ہوسٹل کی طرف چل پڑا تھا۔وہاں موجود اپنی کار میں بیٹھتا وہ واپس اپنے کام پر لوٹ گیا تھا۔

****

خان بابا مجھے ان کے ساتھ نہیں جانا۔۔۔تیرہ سالہ زرتاشہ اپنے چادر کو ہاتھوں میں بھینچ کر روتے ہوئے بولی تھیں۔

آج اس کو بچانے والا کوئی مسیحہ گھر نہ تھا جس کا فائدہ خان بابا اس کا باپ اٹھا رہا تھا۔

بکواس بند کرو اپنی ایک بھی لفظ تمھارے منہ سے اب مجھے سنائی نہیں دینا چاہیے۔۔

تم وعدے کے مطابق اپنی جگہ مجھے دے دو گے اسفند۔۔زرتاشہ کو کوہنی سے پکڑتے اس نے اسفند کی طرف پھینکا تھا۔

وہ لڑکھڑاتی ہوئی اسفند کے قدموں میں گری تھی۔خان بابا کی دھمکی پر وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی سسکیاں روک رہی تھی۔۔

میں کسی کے نکاح میں ہوں خان بابا۔۔وہ روتے ہوئے اپنی ماں کی بات یاد کرتے ہوئے بولی۔۔

بے بی ڈول اب تم صرف میری ملکیت ہو باقی لوگوں کے ا بارے میں سوچنا چھوڑ دو۔۔اسفند پینتیس سالہ آدمی تھی۔جو خان بابا کے ساتھ کام کرتا تھا۔وہ زرتاشہ کے حسن پر مر مٹا تھا تبھی اس کا سودا کر کے وہ اپنی ملکیت بنا چکا تھا۔

زرتاشہ اس کا ہاتھ اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر پیچھے کی جانب ہٹی تھی۔اسفند ہنستے ہوئے اس کی جانب بڑھنے لگا تھا۔

اس کی پکڑ میں آنے سے پہلے زرتاشہ کی آنکھ کھل چکی تھی۔اس نے فورا اپنے کمرے کی لائٹ اون کی تھی۔

اس کا سارا چہرہ پسینے میں بھیگا ہوا تھا۔دو دن پہلے ہی اسے اسفند کا فون آیا تھا تب سے لے کر اب تک وہ اپنے کمرے میں بند تھی۔وہ کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھا پارہی تھی۔ہر وقت ایک انجانہ سا خوف اسے اپنے حصار میں لیے ہوئے تھا۔

اپنا منہ گھٹنوں میں دیلے وہ خاموشی سے رونے لگی تھی۔اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا وہ واپس سات سال پیچھے چلی گئی ہو۔۔

اپنے کمرے میں کھڑکی پر کسی چیز کے بجنے کی آواز سنتی وہ ڈر کر اچھلی تھی۔

کھڑکی پر ہوتی مسلسل کھٹ پٹ پر وہ کانپتی ٹانگوں سے اٹھتی کھڑکی کی جانب بڑھی تھی۔کھڑکی سے پردہ ہٹاتے اس کی نگاہ وہاں بنی چھوٹی سی بالکونی میں کھڑے زمان پر پڑی تھی۔

اسے دیکھ کر زرتاشہ کو شدید حیرت ہوئی تھی۔زمان اسے کھڑکی کھولنے کا اشارہ کر رہا تھا۔زرتاشہ نے اپنا سر نفی میں ہلایا تھا۔

زمان نے اپنے ہاتھ کی مٹھی کھول کر اس کے سامنے کی تھی۔وہ اس کا بریسلٹ تھا جو اس کے منکوح نے اسے تحفے میں بھیجا تھا۔

وہ بریسلٹ دیکھتے اس نے تیزی سے کھڑکی کھولی تھی۔

یہ آپ کے پاس کیسے آیا ؟ واپس کریں مجھے ؟ وہ سنجیدہ سی اپنی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلاتے ہوئے بولی۔

بریسلٹ یاد ہے بریسلٹ دینے والا نہیں ؟ زمان نے ایک ائبرو اچکاتے بریسلٹ واپس اپنی مٹھی میں دباتے اس سے پوچھا۔

آ۔۔آپ کو کیسے پتا یہ مجھے کسی نے دیا ہے ؟ زرتاشہ مے دھڑکتے دل سے بھنویں بھینچ کر پوچھا۔

پیچھے ہٹو اندر آنے دو پھر بتاتا ہوں۔۔زمان کے بولنے پر بھی زرتاشہ جب پیچھے نہ ہٹی زمان زبردستی اسے سائیڈ پر کرتا اندر گھس آیا تھا۔

وہ اس کے کمرے میں موجود ہر چیز کو غور سے دیکھنے لگا تھا۔

آپ مجھے میری بریسلٹ دیں اور جائیں یہاں سے مجھے آپ سے کچھ نہیں جاننا۔۔وہ زمان کے سامنے جاتی ہوئی بولی۔۔

زمان جو اس سے بمشکل نظریں ہٹا پا رہا تھا۔زرتاشہ کے ایسے سامنے آکر کھڑے ہونے پر دوبارہ اس کی نظریں زرتاشہ پر ٹک گئی تھی۔وہ کھلی شرٹ اور ٹراؤزر میں بکھرے بالوں کے ساتھ دوپٹے سے بے نیاز کھڑی تھی۔

اپنی چادر لو جاکر۔۔زمان کے سنجیدگی سے بولنے پر اس کا دھیان اپنی طرف گیا تھا۔خفت سے سرخ پڑتی وہ تیزی سے قریبی کرسی پر تہہ لگی اپنی چادر کو کھول کر اوڑھ چکی تھی۔

یہ لو اپنا بریسلٹ دوبارہ اس بات کا خیال رکھنا مجھے پسند نہیں میری پسند بے حجاب بن کر غیر لوگوں کے سامنے جائے۔۔زمان کی بات پر زرتاشہ نے بے ساختہ نظریں اٹھا کر زمان کو دیکھا تھا۔

زمان زرتاشہ کا ہاتھ پکڑتا اس کی ہتھیلی پر بریسلٹ رکھ چکا تھا۔

اس بار میں اپنی امانت میں خیانت برداشت نہیں کروں گا۔۔زرتاشہ کی بکھری لٹیں سنوارتے وہ سرد مہری سے بولا۔۔زرتاشہ نے تھوک نگلتے اسے دیکھا وہ زمان کی باتوں کا مطلب سمجھ رہی تھی لیکن وہ حقیقت کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس کو سوچوں میں ڈوبے دیکھ کر زمان اس کی پیشانی پر جھک کر اپنا دہکتا لمس چھوڑتا اسے اپنی سوچوں کے حصار میں چھوڑ کر واپس جا چکا تھا۔

****

واشروم سے باہر نکلتی زمل اپنے بال سکھانے لگی تھی۔جب کمرے میں کسی کی موجودگی محسوس کر کے وہ ایک دم پلٹی۔۔

اپنے پیچھے کھڑے خان کو دیکھتی وہ اچھل پڑی تھی۔
آپ یہاں کیا کر رہے ہیں ؟ اپنے دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھتے اس نے خان کو گھورا۔

خان نے گہری نگاہوں سے اس کا بھیگا بھیگا سا خوشبوؤں سے معطر وجود کو دیکھا۔مہرون شلوار قمیض اس کی صاف شفاف رنگت پر بے حد جچ رہا تھا۔

گیلے بال اس کی کمر پر آبشار کی طرح بکھرے پڑے تھے۔کچھ پانی کے قطرے اس کی گردن اور چہرے پر دکھائی دے رہے تھے۔

خان کی نظریں خود پر محسوس کرتی وہ گڑبڑا کر اپنا حولیہ دیکھتی تیزی سے پلٹ گئی تھی۔

میں تم سے ملنے آیا تھا۔خان کا جواب سنتے اس کے چہرے پر حیرانی کے تاثرات نمایا ہوئے۔

کوئی خاص وجہ ؟ زمل نے لب دبا کر پوچھا۔

وہ منہ بگاڑتی وہ اپنے دوپٹے کے لیے ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگی۔

کچھ دور ہی اسے بیڈ پر اپنا دوپٹہ پڑا ہوا نظر آیا۔خان نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دوپٹے کو دیکھا تھا۔

وہ تیزی سے بیڈ کی طرف بڑھتی اپنا دوپٹہ اٹھانے لگی تھی جب خان اس سے پہلے کی آگے بڑھتا اس کا دوپٹہ پکڑ چکا تھا۔

خان میرا دوپٹہ واپس کریں۔۔وہ شرمندہ سی اپنا رخ پھیر گئی تھی۔

اگر اتنی ہمت ہے مجھ سے لے کر دکھاؤ۔۔خان مسکراتا ہوا اسے زچ کرنے لگا تھا۔

زمل غصے سے پلٹتی خان سے اپنا دوپٹہ جھپٹنے لگی تھی۔لیکن اس سے پہلے ہی خان اس کا دوپٹہ اپنے ایک ہاتھ میں پکڑتا اوپر کی جانب کر چکا تھا۔

خان شرافت سے میرا دوپٹہ واپس کریں۔۔ زمل اس کے دراز قد کے سامنے چھوٹی موئی سی لگ رہی تھی۔

میں کونسا بدمعاشی کر رہا ہوں۔۔خان اسے کوششیں کرتا دیکھ کر اپنی مسکراہٹ دباتا سنجیدگی سے بولا

زمل نے خان کو گھورتے اچھل کر دوپٹہ پکڑنا چاہا تھا جب خان اس کا دوپٹہ مزید بلند کر گیا۔۔

وہ ناکام کوششیں کرتی منہ بگاڑتی واپس رخ پھیر کر کھڑی ہوگئی۔

یہ اب اپنے پاس ہی رکھ لیں۔۔وہ تیزی سے اپنی الماری کی طرف بڑھنے لگی تھی جب دوپٹہ اس کی کمر کے گرد ڈالتے خان نے اسے پیچھے کھینچا تھا۔

چچ اتنی جلدی ہمت ہار گئی تم۔۔۔خان اسے دوپٹے سے کھینچتا اسے اپنے بے حد قریب لے آیا تھا۔وہ خان کی گرم سانسیں اپنی گردن پر محسوس کرتے کپکپا اٹھی تھی۔

خان پلیز مجھے سمجھ نہیں آرہی آپ کو ہوا کیا ہے ؟ پہلے آپ مجھ سے جان چھڑوانا چاہ رہے تھے اور اب خود میرے قریب آرہے ہیں ؟ زمل کے سوال کرنے پر وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

اب تم مجھے میرے حق سے محروم کرو گی ؟ اس کے دائیں کان کے قریب جھکتے خان ہر لفظ پر زور دیتا ہوا بولا۔

زمل نے اس کی سانسیں اپنے بے حد قریب محسوس کرتے اپنی آنکھیں زور سے میچیں تھیں۔زمل کا ریکشن دیکھتا خان دلکشی سے مسکرایا۔اس کی گہری سبز آنکھوں میں بھی ایک خاص چمک دکھائی دے رہی تھی جس سے فلحال وہ خود انجان تھا۔

زمل کے بھیگے بالوں کی خوشبو خود میں اتارتا وہ اس کی سرد گردن پر اپنے ہونٹوں سے مہر لگاتا دوپٹہ اس کے کندھے پر ڈالتا دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

زمل نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنتے ہی گہرا سانس لے کر اپنی پاگل ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالا تھا۔اپنے تپتے گالوں پر ٹھنڈے ہاتھ لگاتی وہ خود پر نظریں محسوس کر کے واپس پلٹی تھی خان کو دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا دیکھ کر ایک بار پھر وہ اچھل پڑی تھی۔

خان اس کا ریکشن دیکھنے کے لیے رکا تھا۔اس کی حالت سے لطف اندوز ہوتا وہ مزید اسے تنگ کیے بنا چلا گیا تھا۔

زمل نے اس کے جاتے ہی شکر ادا کرتے ہوئے دروازے کو لاک لگا لیا تھا۔

. . . .

شیر خان کروفر سے لبوں میں سگار دبائے سنیک ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوا تھا۔سب لوگ اسے دیکھتے نظریں جھکا گئے تھے۔

لوگوں کی نظروں میں اپنے لیے خوف محسوس کرتے اس کے ہونٹ ہلکے سے اوپر اٹھے تھے۔شیر خان کے پیچھے اس کے دو آدمی چل رہے تھے۔

شیر خان بنا کسی کو دیکھے سیدھا وہاں موجود خان کے آفس میں دھرلے سے گھسا تھا۔خالی کمرہ دیکھتے وہ میز کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

ارمغان جو خان کو کال کر کے شیر خان کے بتانے کا سوچ رہا تھا۔شیر خان کے ایک آدمی نے اسے آکر کالر سے دبوچا تھا۔

یہ کیا کر رہے ہو ؟ چھوڑو مجھے۔۔ارمغان خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا۔اس کے زبردستی گھسیٹنے پر ارمغان نے اپنی پینٹ میں موجود پاکٹ نائف نکالتے اس آدمی کا ہاتھ کاٹا تھا۔

وہ جانتا تھا شیر خان کسی اچھے مقصد سے نہیں آیا۔۔سب لوگ خاموشی سے ارمغان کا دیکھ رہے تھے کوئی بھی اس کی مدد کے لیے آگے نہیں بڑھا تھا۔

ارمغان نے سب کو غصیلی اور ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔اپنے چاقو کی مدد سے اس نے مقابل کے بازو پر دوبارہ وار کرتے ایک دم گھومتے ہوئے اپنا پیر اٹھاتے اس کے سینے میں دے مارا تھا۔

مقابل وجود لڑکھڑایا تھا۔اس نے غصے میں اپنی گن نکالتے ارمغان کے سر کا نشانہ لیا تھا۔سب دل تھامے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔سب کو یقین تھا اب ارمغان مرجائے گا اسے کوئی نہیں بچا پائے گا۔۔

گولی کی آواز سنتے وہاں موجود لڑکیاں اپنے چہروں پر ہاتھ رکھ گئی تھیں۔جبکہ باقی لوگ خاموشی سے نظریں جھکا گئے تھے۔سب کے دل خوف سے کانپنے لگے تھے۔

ارمغان نے خود کو صحیح سلامت پاتے اپنے سامنے کھڑے آدمی کو دیکھا تھا جو زمین پر گر چکا تھا۔ایک گولی اس کی آنکھوں کے درمیان میں پیوست ہوئی تھی۔

ارمغان گہرا سانس لیتا ہوا پیچھے مڑا تھا۔خان کو دیکھ کر اس کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔

خان سپاٹ تاثرات سے نیچے گرے ہوئے وجود کو دیکھ رہا تھا ارمغان نے تیزی سے اس کے قریب جاتے اسے شیر خان کے آنے کی خبر دی تھی۔

تم جاکر اپنا کام کرو۔۔ارمغان کو بولتا خان اپنے طرف دیکھتے سب کو سخت نظروں سے دیکھتا اپنے آفس میں داخل ہوا تھا۔

اپنی جگہ پر بیٹھے شیر خان کو دیکھ کر کے چہرے کے تاثرات پتھریلے ہوئے تھے۔وہ سپاٹ نظروں سے شیر خان کو دیکھ رہا تھا۔جو ہونٹوں پر زچ کردینے والی مسکراہٹ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

آؤ خان تمھارا ہی انتظار ہو رہا تھا۔۔تمھارا وہ کت *کہاں گیا ہے ؟ میں نے سنا تمھیں اکیلا چھوڑ کر وہ دم دبا کر بھاگ گیا ہے ؟ اس کام میں ایک بار جو بھی آجائے وہ اس سے آزاد نہیں ہوسکتا اس لیے یہ معاملہ میں نے اپنے ہاتھوں میں لیتے اس کو ختم کرنے کے لیے اپنے آدمی بھیج دیے ہیں۔۔اس کی کمزور بیوی کو مارنے کے بعد مجھے لگا تھا وہ دوبارہ سخت ہوجائے گا لیکن میں غلط نکلا وہ تو اس سے بھی زیادہ بزدل بن گیا۔۔۔شیر خان یزدان کی بات کر رہا تھا۔شیر خان نے جب یزدان کو لالچ دی تھی۔دراصل وہ صرف اس کا استعمال کرنا چاہتا تھا۔یزدان نے اس کو ہاں کرکے ساتھ اس کے ساتھ ڈبل کراس کیا تھا۔

ابو ہشام اور اس کی ایران میں موجود پراپرٹی کو آگ لگانا شیر خان کی آکری حد تھی۔ابو ہشام بھی شیر خان کا ایک بہت اچھا دوست تھا جو اس کو ہر طرف اسلحہ اور بارود فراہم کر رہا تھا۔

لیکن خان کے اس کے بیٹے کو مارنے کے بعد وہ شیر خان کا بھی دشمن بن چکا تھا۔پہلے ہی رشیا سے سارے اسلحہ کی فراہمی بند ہونے لگی تھی۔اس کا آخری سہارا ابو ہشام تھا جس کے بیٹے کو قتل کرکے خان نے اس کا سارا کام بگاڑ دیا۔

یزدان کے بارے میں شیر خان کے منہ سے سنتے خان نے بمشکل خود کو اسے قتل کرنے سے روکا تھا۔وہ چاہتا تو ابھی اسی وقت شیر خان کو جان سے مار سکتا تھا۔لیکن پھر ساری آرگنائزیشن میں موجود لوگوں نے اس کے خلاف ہوجانا تھا ان کے کچھ قانون تھے جس کے مطابق وہ شیر خان کو مار نہیں سکتا تھا۔اور رہی بات خان کی یزدان کو مارنے کی وہ یہاں پاکستان میں ہوتا پھر ہی شیر خان اسے مار پاتا تبھی یزدان کو مارنے کی خبر پر وہ سپاٹ ہی کھڑا رہا تھا۔

تم یہاں کس کام کے لیے آئے ہو شیر خان ؟ خان نے سرد لہجے میں پوچھا۔اس کی آنکھوں کی چٹانوں سی سختی تھی۔

شیر خان اس کی خود سے جدو جہد دیکھتا ہنس پڑا تھا۔

تمھاری بیوی بہت خوبصورت ہے خان۔۔تم نے چن کر اپنے لیے ڈھونڈی ہے بڑی سخت جان ہے میرے مارنے کے باوجود بھی اس کا بچ جانا میرے لیے حیران کن ہے۔۔شیر خان مسکراتا ہوا بول رہا تھا۔جو خان کو مزید سلگا رہی تھی۔

وہ اپنے غصے سے زمل کو شیر خان کے سامنے اپنی کمزوری نہیں ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ تبھی ہونٹوں کا بھینچے بنا کوئی تاثر دیے کھڑا رہا۔

شیر خان اس کو کوئی بھی ریکشن نہ دیتے دیکھ کر ایک دم طیش میں آیا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر اپنا غصہ سنبھالتے وہ دوبارہ گویا ہوا۔۔

دو دن بعد سنیک آرگنائزیشن کی اینی ورسری پر تم اپنی بیوی کو ساتھ لاؤ گے میں سب کو اطلاع دے چکا ہوں۔۔ سب لوگ تمھاری بیوی دیکھنے کا بےتاب ہیں اگر تم اسے اپنے ساتھ نہ لائے میں اسے زبردستی اٹھوا کر لے آؤں گا یاد رکھنا۔۔۔ شیر خان کے استہزایہ لہجے میں بولنے پر خان کی رگیں تن گئی تھی۔ شیر خان کی باتوں کا مطلب سمجھتے اس کا روم روم سلگ اٹھا تھا۔

تم نے اگر بھونک لیا ہو تو باہر کا راستہ وہاں ہیں۔۔ تمھارے گندے وجود سے میرے آفس میں بدبو پھیل گئی ہے۔۔ خان کے چند الفاظ ہی شیر خان کو آگ لگا گئے تھا۔

مت بھولو خان تم اپنے باپ سے بات کر رہے ہو۔۔۔میں اب بھی ویسا ہی ظالم سفاک ہوں جس طرح پہلے تھا جیسے تمھارے بھائی کی زبان کاٹ دی تھی تمھاری بھی کاٹنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔۔شیر خان کرسی سے اٹھتا قدم بہ قدم چلتا خان کے روبرو آکر کھڑا ہو گیا تھا۔

مجھے وہ ڈرپوک زرخان سمجھنے کی کوشش مت کرنا۔۔جس دن مجھے موقع ملا تمھیں اتنی تکلیف دہ موت دوں گا تم مجھ سے پناہ مانگو گے اور دوبارہ اپنے منہ سے میرے بھائی کا نام مت لینا۔۔۔خان سرد برفیلے لہجے میں شیر خان کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

اس کی آنکھوں میں موجود بغاوت دیکھتے شیر خان کے دل میں ایک ڈر سا پیدا ہو گیا تھا۔وہ اب ہر حال میں خان کو مارنا چاہتا تھا۔

شیر خان نے ایک دم اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرتے خان کے منہ پر تھپڑ مارنا چاہا تھا۔مقابل بھی خان تھا جس نے بجلی کی تیزی سے اس کا بازو پکڑتے جھٹکے سے مڑورتے اسے پیچھے دھکیلا تھا۔

شیر خان کا بازو آزاد کرتے خان نے اپنی گن نکالتے شیر خان کے سر پر تانی تھی۔ وہ جو آگ بگولہ ہوکر کھڑا تھا۔خان کو اپنی طرف گن کرتے دیکھ کر ہنس پڑا تھا۔

کس چیز کا انتظار کر رہے ہو خان ؟ مارو مجھے۔۔۔ورنہ میں پہلی فرصت میں موقع پاتے ہی تمھیں ختم کردوں گا۔۔شیر خان اسے اکسا رہا تھا۔

شیر خان کی آنکھوں میں سپاٹ تاثرات سے دیکھتے خان نے اس کے پیچھے کھڑے خاموشی سے باتیں سنتے اس کے آدمی کے سر میں گولی ماری تھی۔

یہ گولی تمھارے لیے بھی ہوسکتی تھی لیکن میں تمھیں اتنی آسان موت نہیں دوں گا۔۔اور دوبارہ اپنے ان پالتو کت **کو میرے آفس میں لے کر آنے کی غلطی مت کرنا۔۔شیر خان کو دھمکاتے خان اپنی گن واپس اپنی ویسٹ میں رکھ چکا تھا۔

شیر خان غصے سے سرخ ہوتا خان کو گھورتا ہوا چلا گیا تھا۔وہ خان کی یہ اکڑ توڑنا چاہتا تھا۔اسے خان کی پل پل کی خبر تھی۔اس نے ابھی تک زمل کو اس لیے کچھ نہیں کیا وہ اسے پہلے خان کی مجبوری سے کمزوری بنانا چاہتا تھا۔جس میں وہ کامیاب ہونے لگا تھا۔

لیکن وہ بھول گیا تھا زرخان کبھی اپنی کمزوری نہیں بناتا۔۔۔

****

زمل سکول کے گیٹ سے باہر نکلی تھی۔اس کی منتظر نگاہیں خان کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹکی تھیں۔خان کو نہ پاکر اس کے تاثرات بدلے تھے۔

اپنا موڈ درست کرتے وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوسٹل کی جانب روانہ ہوگئی تھی۔یہ جاب اس نے کچھ دیر پہلے ہی شروع کی تھی۔ہوسٹل میں سارا سارا دن بیکار پڑے رہنے سے اسے جاب کرنا زیادہ بہتر لگا تبھی اس قریبی لوکل سکول میں اس نے چھوٹے بچوں کو پڑھانا شروع کیا تھا۔

اسے پیسوں کی اتنی فکر نہ تھی کیونکہ وہ بینک میں موجود پیسوں سے اپنا گزارا کر رہی تھی۔وہ نظریں جھکائے چل رہی تھی۔اس کی سوچوں کا مرکز خان تھا۔اس کے اچانک بدلے تیوروں نے زمل کو جہاں خوشگوار حیرت میں مبتلا کیا تھا وہاں ہی اس کے رویے نے اسے پریشان بھی کر دیا تھا۔

وہ سوچوں میں پوری طرح ڈوبی ہوئی تھی۔اچانک اپنے قریب آکر گاڑی رکنے پر وہ ڈر گئی تھی۔وہ بنا رکے تیزی سے چلنے لگی تھی۔جب جانی پہچانی آواز سن کر وہ پیچھے مڑی تھی۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔رمیز کو اتنی مہنگی گاڑی سے نکلتے دیکھ کر زمل کے تاثرات بدلے تھے۔وہ واپس مڑتی دوبارہ چلنے لگی تھی جب رمیز نے اسے آواز دی تھی۔۔

زمل میری بات سنو۔۔۔ رمیز نے تیزی سے جاکر اس کا بازو پکڑنا چاہا تھا۔۔زمل جب اچانک پیچھے مڑتی اس کا ارادہ سمجھ کر ایک سائیڈ پر ہٹی تھی۔

قاسم جو اس سے کچھ فاصلے پر چل رہا تھا۔وہ فورا تیزی سے زمل کے قریب آتا اس کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔قاسم کو دیکھتے زمل کے تھوڑا حوصلہ ملا تھا۔

تم کون ہو ؟ ہٹو میرے راستے سے۔۔۔تم ابھی مجھے جانتے نہیں ہو میں کون ہوں۔۔اس لیے خاموشی سے پیچھے ہٹ جاؤ۔۔رمیز اپنی کلائی پر بنا سنیک کا ٹیٹو قاسم کو دکھاتا ہوا بولا تھا۔قاسم نے حیرانی سے وہ ٹیٹو دیکھا تھا۔وہ ٹیٹو صرف شیر خان کے خاص ساتھیوں کے بنایا جاتا تھا۔

تم خان کو جانتے ہو گے اور خان کی ملکیت کو تم یقینا ہاتھ نہیں لگانا چاہو گے کیونکہ تم جانتے ہو تمھارا یہ ٹیٹو بھی تمھیں خان کے قہر سے نہیں بچا سکتا۔۔۔قاسم اسے مار نہیں سکتا تھا لیکن اسے دھمکا ضرور سکتا تھا۔

رمیز نے ناگواریت سے قاسم کو دیکھا۔۔خان کا نام سن سن کر وہ پک گیا تھا۔شاید ابھی تک اس کے سارے کارناموں کا اسے نہیں معلوم تھا شاید اس لیے وہ اتنا بہادر بن کر دندنانے لگا تھا۔

میں کسی بزدل خان سے نہیں ڈرتا۔۔اسے بتادینا میں بہت جلد زمل کو لے جاؤں گا۔۔اس سے پہلے زمل پر میرا حق ہے۔ اور مجھے اپنا حق چھننا آتا ہے۔۔۔رمیز کی بات سن کر زمل کی ریڑھ کی ہڈی می سنسناہٹ ہوئی۔۔وہ مکمل طور پر زمل کو ایک الگ انسان لگ رہا تھا۔

رمیز نے زمل کی طرف دیکھتے اسے سمائل پاس کی تھی۔زمل نے ناگواریت سے اسے دیکھتے نظریں جھکا لی تھیں۔۔رمیز قاسم کو گھورتا ہوا چلا گیا تھا۔

زمل قاسم کا شکریہ ادا کرتی دوبارہ چلنے لگی تھی۔قاسم نے زمل کو روکتے اس سے رمیز کے بارے میں پوچھا تھا۔زمل کے رمیز کے بارے میں بتانے پر وہ اسے بحفاظت ہوسٹل چھوڑ آیا تھا۔

قاسم نے کال ملاتے سب کچھ خان کا بتا دیا تھا۔خان جو پہلے ہی شیر خان کی باتوں سے تپا بیٹھا تھا۔مزید یہ بات سن کر آگ بگولہ ہو گیا تھا۔اس نے قاسم کو چوبیس گھنٹے زمل کی حفاظت کے لیے کسی کو ہائیر کرنے کا کہا تھا۔

قاسم نے خان کو بے فکر رہنے کا بولتے اپنے جان پہچان سے زمل کے لیے ایک گارڈ کا انتظام کر دیا تھا۔

****

اپنے سارے کام مکمل کرتا خان زمل سے بات کرنے کے لیے اپنی گاڑی میں بیٹھتا ہوسٹل روانہ ہوا تھا۔

ہوسٹل کسی بھی لڑکے کا آنے کی اجازت نہیں تھی لیکن خان کے ڈرانے اور دھمکانے پر ہوسٹل وارڈن نے اسے زمل سے ملنے کی اجازت دے دی تھی۔

وہ نظریں جھکائے ہوسٹل میں داخل ہوتا بنا کسی کی طرف دیکھے زمل کے روم کی طرف گیا تھا۔کمرے کا دروازہ لاک نہیں تھا جس سے باآسانی وہ روم میں داخل ہو گیا تھا۔۔

زمل کو نماز پڑھتے دیکھ کر وہ خاموشی سے وہاں موجود سنگل بیڈ پر ایزی ہوکر بیٹھ گیا تھا۔اس کی نظریں زمل پر ہی ٹکی ہوئی تھیں۔کتنا سکون تھا اس کے چہرے پر نماز پڑھتے ہوئے۔۔زمل خان کی موجودگی محسوس کر چکی تھی۔

نماز مکمل کرتے وہ دعا مانگتی ہوئی اٹھی تھی۔خود پر نظریں ٹکائے خان کے قریب آتے اس نے منہ میں کچھ سورتیں پڑھ کر اس پر پھونک ماری تھیں۔

خان کو اپنے اندر سکون اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔زمل اس سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھاتی خان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ کر پانی پینے لگی تھی۔

آپ کو کچھ کہنا ہے ؟ وہ دونوں خاماش بیٹھے ہوئے تھے۔زمل خان کو دو تین بار بات کرنے کے لیے منہ کھول کر بند کرتے ہوئے دیکھ کر بولی۔۔

ایک فنکشن آرہا ہے اس میں تمھاری موجودگی لازم ہے۔۔کیا تم میرے ساتھ چلوگی ؟ خان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

کیسا فنکشن ؟ زمل نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

سنیک آرگنائزیشن کی اپنی ورسری ہے۔۔سب کو تمھارے بارے میں معلوم ہے اس لیے تمھیں میرے ساتھ فنکشن میں شرکت کرنی پڑے گی۔۔خان نے اس کی کنفیوژن دور کی۔۔

میں وہاں جاکر کیا کروں گی خان ؟ اور ویسے بھی مجھے گیدرنگ زیادہ پسند نہیں ہے۔۔زمل لب دباکر بولی تھی۔وہ خان کی بات سنتی گھبرا گئی تھی۔

تمھارا جانا لازم ہے زمل۔۔۔اور تم میرے ساتھ جاؤ گی اس بات پر کوئی بحث نہیں ہوگی۔۔زمل کو دوبارہ اعتراض کرنے کے لیے منہ کھولتے دیکھ کر خان فورا بول اٹھا تھا۔

زمل میں تمھیں کبھی اپنے ساتھ نہیں لے کر جاتا۔۔یہ میری مجبوری ہے مجھے تمھیں اپنے ساتھ لے کر جانا ہوگا۔۔وہ زمل کے خاموش ہونے پر نرمی سے اس کا بیڈ پر دھرا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا تھا۔زمل نے چونک کر اپنا ہاتھ خان کی گرفت میں دیکھا تھا۔

کس دن فنکشن ہے ؟ زمل اس کی بات کا مطلب سمجھتے بے بسی سے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

دو دن بعد میں تمھیں خود یہاں سے پک کرنے آوں گا تم شام چھ بجے تک تیار ہوجانا میں شاید کل تم سے ملنے نہ آپاؤں اب ہماری ملاقات دو دن بعد ہی ہوگی۔۔اپنے موبائل پر آتی کال دیکھتا وہ اٹھا تھا۔

زمل کے حجاب کے ہالے میں چھپے پرنور چہرے پر نظر ڈالتے خان اس پر نظر ڈالتا ایک دم سے زمل کے چہرے کی طرف جھکا۔۔زمل نے سٹپٹا کر اسے دیکھا وہ کچھ پیچھے کی طرف ہوئی۔۔خان نے تیزی سے اس کی نرم گال پر اپنے ہونٹوں سے لمس چھوڑا تھا۔

زمل کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھتے وہ بنا اسے کچھ بولنے کا۔موقع دیے اپنے موبائل پر آتی کال پک کرتا باہر نکل گیا تھا۔

زمل خان کے جانے کے بعد کچھ دیر تک اپنے گال پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہی تھی۔پھر ہوش میں آتی اپنا سر جھٹک کر لیٹ گئی تھی۔وہ زبردستی اس کی حواسوں پر قابض ہونے لگا تھا۔

سوئٹزرلینڈ :

زما زڑگیہ۔۔یزدان نے محبت سے اس کے بال سہلائے۔۔زرش نے مندی مندی آنکھیں کھولتے یزدان کو دیکھا۔

ایک خوبصورت سی مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں پر احاطہ کیا۔یزدان نے اس کی مسکراہٹ دیکھتے جھک کر اس کا ماتھے کو چوما۔

اب اٹھ جاو گیارہ بج گئے ہیں۔۔یزدان کے بتانے پر زرش کے آنکھیں پوری کھل گئی تھیں۔

آپ نے مجھے جلدی کیوں نہیں اٹھایا یزدان۔۔میں نماز بھی نہیں پڑھ سکی۔۔۔وہ کچھ برہم سی لگ رہی تھی۔

میں خود نو بجے اٹھوں ہوں تمھیں ہی شوق تھا رات کے ایک بجے باہر نکل کر گھومنے پھرنے کا۔۔۔یزدان نے اس کی ناک دبائی تھی۔

زرش نے منہ پھولایا تھا۔وہ اتنی خوبصورت جگہ موجود تھے اس کا دل ہر وقت باہر گھومنے پھرنے کو ہی کرتا تھا۔

یزدان کیا میں اتنی بری ہوں اب مجھے باہر بھی نہیں جانے دیتے ؟ آپ کو میری زرا پرواہ نہیں ہے۔۔وہ ہر بار کا حربا آزماتی یزدان کو اموشنل بلیک میل کرنے لگی۔

یزدان بھی ہر بار کی طرح اس کی رونے والی شکل دیکھتا پگھل گیا تھا۔

زما زڑگیہ میں نے ایسے کب کہا ؟ یزدان پریشان سا بولا۔
اب میرا باہر ناشتہ کرنے کو دل کر رہا ہے مجھے باہر لے کر چلیں گے۔۔۔وہ کہاں کی بات کہاں لے گئی تھی۔۔یزدان نے اس کی چالاکی سمجھتے سر نفی میں ہلایا۔

دو مہینے پہلے زرش مرتے مرتے بچی تھی۔یہ ایک معجزہ ہی تھا جو وہ بچ گئی۔خان کے کہنے پر وہ فورا زرش کو لے کر ہوسپٹل آئے تھے۔۔زرش تو بچ گئی تھی لیکن اس کا بچہ نہیں بچ سکا۔یہ

یزدان اور زرش کے لیے سب سے مشکل وقت تھا۔زرش ڈیپریشن کا شکار ہونے لگی تھی۔زمل نے بھی اس کو خوش رکھنے کی بہت سی کوششیں کی تھیں۔

لیکن بدقسمتی سے وہ صحیح نہیں ہو رہی تھی۔

اس دوران یزدان نے خان سے سنیک آرگنائزیشن کو چھوڑنے کا کہا تھا۔خان پہلے اس کی بات پر بھڑک اٹھا پھر یزدان کے سمجھانے اور منانے پر وہ زرش اور یزدان کو یہاں سے خفیہ طور پر پاکستان سے نکلوا چکا تھا۔

ماحول بدلنے کے بعد زرش بھی صحت مند ہونے لگی تھی۔وہ یہاں اپنی خوشگوار زندگی کا آغاز کرچکے تھے۔

زرش جلدی سی فریش ہوچکی تھی۔یزدان کے بازوں میں بازوں ڈالے وہ باہر گھومنے پھرنے کے لیے نکل گئے تھے۔

****

زرتاشہ نے ڈر کی وجہ سے یونیورسٹی جانا بند کر دیا تھا۔مہناز بیگم اسے کئی بار یونیورسٹی جانے کا بول چکی تھیں۔زرتاشہ کے دل میں ایک انجانہ خوف بیٹھ گیا تھا اگر وہ باہر گئی تو اسفند اسے پکڑ لے گا۔۔

زرتاشہ جلدی سے یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہوجاؤ۔۔مہناز بیگم نے زبردستی زرتاشہ کو بیڈ سے اٹھایا تھا۔

مورے میں نہیں جاؤں گی۔۔وہ نفی میں زور و شور سے سر ہلاتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

تمھارے بھائی نے گارڈ کا انتظام کردیا ہے وہ تمھارے ساتھ جائے گا۔۔مہناز بیگم نے اسے بتایا۔

ک۔۔کون ؟ زرتاشہ نے چہرہ اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

قاسم آرہا ہے۔۔مہناز بیگم نے اسے بتایا۔وہ تھوڑا بہت ہی قاسم کے بارے میں جانتی تھی۔

مہناز بیگم کے کہنے پر وہ یونیورسٹی کے لیے تیار ہونے چلی گئی تھی۔

چادر لے کر اپنا بیگ اٹھاتی وہ نیچے آئی تھی جہاں قاسم کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

السلام علیکم لالا۔۔ زرتاشہ نے دھیمی آواز میں اس سے سلام کیا۔

وعلیکم اسلام۔۔قاسم نے اس کی طرف دیکھے بنا جواب دیا تھا۔۔قاسم کے ساتھ یونیورسٹی پہنچ کر گاڑی سے اترتے زرتاشہ کی نظر ماہم پر پڑی تھی جو گاڑی سے اتر رہی تھی۔

زمان پر نظر پڑتے ہی اس نے اپنی نگاہیں پھیر لی تھیں۔ماہم اسے دیکھتے خوشی سے اس کے قریب آتی اس سے نہ آنے کی وجہ پوچھنے لگی تھی۔۔

زمان کی نظریں محسوس کرتے وہ پہلو بدل رہی تھی۔ماہم کا ہاتھ پکڑتی وہ کلاس لینے کے لیے چلی گئی تھی۔

زمان نے قاسم کو زرتاشہ کے پیچھے جاتے اپنی مٹھیاں بھینچیں تھیں۔۔

یہ کون ہے زرتاشہ ؟ ماہم نے اپنے پیچھے آتے قاسم کو دیکھتے ہوئے زرتاشہ سے پوچھا۔

و۔۔وہ۔۔یہ میری حفاظت کے لیے ہمارے ساتھ رہیں گے۔۔ماہم نے حیرانی سے زرتاشہ کو دیکھا جس نے نظریں زمین کی طرف کرلی تھیں۔ماہم نے بھی بات کو زیادہ نہ کریدا اور اس سے دوسری باتیں کرنے لگی۔۔

****

سفید رنگ کی فل سلیو پاؤں تک میکسی پہنے جس پر ہلکا ہلکا کام ہوا تھا۔اس کے ساتھ سفید ہی حجاب اور نقاب کیے۔زمل اپنے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے خان کا انتظار کر رہی تھی۔

یہ ڈریس خان نے ہی اسے صبح بھجوایا تھا۔زمل فنکشن میں جانے کا سوچ کر گھبرا رہی تھی۔

بیڈ پر پڑے موبائل پر میسج کی رنگ ٹون سنتے زمل نے فون اٹھایا تھا۔جس میں خان نے اسے ہوسٹل سے باہر آنے کا میسج کیا تھا۔

زمل میسج کا جواب دیتی موبائل اپنے ہاتھ میں لیتی گہرے سانس لیتی خود کو پرسکون کرتی باہر نکلی تھی۔

سامنے ہی خان کھڑا کسی سے کال پر بات کر رہا تھا۔بلیک تھری پیس سوٹ پہنے خان فون بند کر کے زمل کی طرف مڑا تھا۔

نقاب میں چھپی اس کی ہیزل براؤن آنکھوں کو دیکھ کر اسے بے ساختہ زمل پر فخر محسوس ہوا تھا۔وہ حادثاتی طور پر زبردستی اس کی زندگی میں آنے والی لڑکی اب آہستہ آہستہ اس کے سخت دل کو موم کرتی بڑی شان و شوکت سے اس کے دل کی سلطنت پر براجمان ہوگئی تھی۔

خان نے خاموشی سے اس کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔زمل کو بیٹھاتے اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تھی۔

گاڑی میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔خان نے زمل کی گھبراہٹ محسوس کرتے اس کا گود میں دھرا ہاتھ تھاما۔

خانم وہاں مجھ سے الگ مت ہونا۔۔ مجھ سے پوچھے بغیر کسی سے بات کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ کسی کو جواب دینے کی ضرورت ہے۔۔تم فکر مت کرو میں تمھارے ساتھ ہی رہوں گا۔۔خان نے اس کے ہاتھ کی پشت کو اپنے انگوٹھے سے سہلایا تھا۔اس کے لمس سے زمل کی گھبراہٹ کم ہوگئی تھی۔ جبکہ خان کے منہ سے اپنے لیے خانم لفظ سن کر اسے خوشگوار احساسات محسوس ہوئے تھے

ایک بڑے سے ہوٹل کے باہر گاڑی روکتے خان نے ڈیش بورڈ سے اپنی گن نکالتے ویسٹ میں لگاتے چاقو نکلاتے اپنے شوز میں دیتے اسے پینٹ سے چھپا دیا تھا۔

زمل نے پریشانی سے خان کو دیکھا جو اس کی نظروں کے معنی کو اگنور کرتا گاڑی سے نکلا تھا۔

زمل کی جانب سے دروازہ کھولتے اس نے زمل کے سامنے کھڑے ہوتے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اس کے ماتھے پر اپنا پرحدت لمس چھوڑا۔زمل کی پلکیں لرزتے ہوئے جھک گئی تھیں۔

زمل سے اٹھتی بھینی بھینی خوشبو اس کے تنے ہوئے اعصابوں کو سکون بخش رہی تھی۔

مجھے بتائے بغیر کہیں مت جانا خانم۔۔جو بھی باتیں میں نے بتائی ہیں انھیں اچھے سے یاد رکھنا۔۔اندر کوئی بھی شریف نہیں ہیں وہاں مردوں سے لے کر عورتوں تک سب درندے ہیں ان کے اندر رحم نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔۔وہ سب شکاری ہیں اور تمھارے ڈر کو دیکھ کر تمھارا شکار کرنے کی کوشش کریں گے۔۔اس لیے تم نے ڈرنا نہیں۔۔خان کی باتوں سے وہ سہم گئی تھی۔

میں ان باتوں کا دھیان رکھوں گی خان۔۔زمل نے ایک گہرا سانس بھرتے خود کو مضبوط ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

خان نے اسے ہاتھ سے پکڑ کرباہر نکلاتے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے ساتھ لگایا زمل نے خان کی گرفت پر گڑبڑا گئی تھی۔

خانم گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے میں کچھ یہاں ایسا ویسا کچھ نہیں کروں گا۔۔خان ذومعنی انداز میں بولا۔زمل مطلب سمجھتی سرخ پڑ گئی تھی۔

آر یو ریڈی ؟ خان نے ہال کے اندر داخل ہونے سے پہلے زمل سے پوچھا۔زمل نے دھیرے سے اپنا سر ہلایا تھا۔

خان اسے لیتا مین ہال میں داخل ہوا تھا۔اس کے چہرے پر سرد و سپاٹ تاثرات تھے۔وہاں رنگ و بو کا سیلاب چھایا ہوا تھا۔ایک طرف بنے سٹیج پر مختلف رقاصہ رقص کر رہی تھیں۔ان کے سامنے کھڑے مرد شرابوں کا جام ہاتھ میں تھامے شباب اور شراب دونوں سے لطف اندوز ہورہے تھے۔

وہاں ہر طرح کے لوگ موجود تھے۔زمل وہاں موجود عورتوں کی بے باک ڈریسنگ دیکھتی نظریں جھکا گئی تھی۔

اپنا سر مت جھکاؤ۔۔خان کے سختی سے بولنے پر زمل تیر کی طرح سیدھی کھڑی ہوگئی تھی۔سب لوگ حیرت سے خان کے پہلو میں کھڑی اس حجابن کو دیکھ رہے تھے۔کچھ لوگ ناگواریت اور ناپسندیدگی سے زمل کو دیکھ رہے تھے جبکہ کچھ مرد ہوس زدہ نگاہوں سے اس کا چھپے ہوئے وجود کا ایکسرا کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔

یہ پہلی بار تھا جو خان اپنے ساتھ کسی عورت ذات کو لایا تھا۔وہاں موجود خان کی توجہ کی طلب گار عورتیں جلن اور حسد سے زمل کو گھور رہی تھیں۔

سب کی گندی نظریں زمل پر محسوس کرتے خان نے سب کو گھورتے اس کی کمر پر گرفت مضبوط کرتے اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

سب خان کی وارننگ سمجھتے دوبارہ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے تھے۔

آگیا میرا بیٹا خان۔۔اپنے سامنے سے شیر خان کو آتے دیکھ کر خان نے اپنی مٹھیاں بھینچتے خود کو اس کا منہ توڑنے سے باز رکھا تھا۔

زمل شیر خان کو ڈرتی مزید خان کے ساتھ لگی تھی۔اس کے بازو پر موجود جلنے کا نشان اور کمر پر بیلٹوں کے نشان ابھی تک موجود تھے۔شیر خان کو دیکھتے اسے اپنے سارے نشانوں پر جلن سی محسوس ہونے لگی تھی۔

کتنی بار کہا ہے اپنی گندی زبان سے مجھے بیٹا نہ پکارا کرو تمھارے اس بڈھے دماغ میں یہ بات کب فٹ ہوگی ؟؟ خان بے زاریت سے گویا ہوا۔۔شیر خان کا چہرہ اہانت سے سرخ پڑا تھا۔خان کی آواز اتنی اونچی ضرور تھی کہ ارد گرد موجود لوگ آسانی سے سن پاتے۔۔

زبان سنبھال کر بات کرو خان۔۔ورنہ تمھیں ان سب کے سامنے عبرت کا نشان بنا دوں گا۔۔شیر خان غرایا تھا۔اس کی آواز سے پورے ہال میں خاموشی چھا گئی تھی۔

تمھاری یہ دھمکیاں مجھے ڈرا نہیں سکتی۔۔۔شیر خان کی آنکھوں میں دیکھتے وہ نڈر انداز میں بولتا ہوا زمل کو لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔

زمل سفید فراک میں ان شیطانوں کے درمیان پاکیزہ اپسرا لگ رہی تھی۔جبکہ اس کے ساتھ کھڑا خان بلیک تھری پیس سوٹ میں اپنی ساحرانہ پرسنیلٹی کے ساتھ ڈیول لگ رہا تھا۔

خانم میں دو منٹ کے لیے سٹیج پر جارہا ہوں یہاں سے ہلنا بھی مت۔۔ میری نظر تم پر ہی رہے گی۔۔۔خان اس کا گال اپنی دا انگلیوں سے چھو کر چلا گیا تھا۔

زمل کی نظریں خان پر ہی ٹکی ہوئی تھیں۔جس نے میوزک بند کرواتے مائک ہاتھ میں پکڑا تھا۔

اٹینشن ایوری بڈی۔۔اینڈ لسن ٹو می کیئر فلی۔۔ جیساکہ آپ سب جانتے ہیں ابو ہشام جو ہمیں ویپنز سمگل کرتا تھا اور جس کا بیٹا سنیک آرگنائزیشن کی ڈائرکٹرز کی ٹیم میں ایک اہم رکن تھا۔۔اسے میں نے قتل کردیا ہے۔۔خان نے بولتے ہوئے اپنی جیب سے انگوٹھی نکالی

تھی۔سب خان کو خوف سے دیکھ رہے تھے۔جس نے رولز کے خلاف جاکر سنیک آرگنائزیشن کے اہم رکن کو قتل کردیا تھا۔

اور یہ انگوٹھی جیسے کہ اب میرے پاس ہے تو رولز کے مطابق اس کی سیٹ مجھے ملتی ہے جسے آج کے فنکشن پر میں کلیم کرتا ہوں اب سے میں ڈائرکٹرز کی ٹیم کا سربراہ ہوں۔۔اگر کسی کو اعتراض ہو وہ بتا سکتا ہے۔۔اپنا کوٹ ویسٹ سے پیچھے کرتے اپنی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے خان نے دراصل انھیں اپنی گن دکھاتے وارننگ دی تھی کہ اگر دم ہے تو میرے خلاف بول کر دکھاؤ۔۔

شیر خان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا خان ایسا کچھ کرے گا۔۔وہ خود اونر تھا سنیک آرگنائزیشن کا اور ڈائرکٹرز کی ٹیم اس کے انڈر کام کرتی تھی۔خان کسی کے انڈر کام نہیں کرتا تھا۔اور نہ ہی کسی ڈائرکٹر سے ملتا تھا۔لیکن اس آرگنائزیشن کی اگلی سیٹ چونکہ ڈائرکٹرز میں سے ہی کوئی ایک بندہ سنبھالتا ہے تو اس لیے شیر خان نے شروع سے ہی اسے ڈائرکٹرز کی ٹیم سے دور رکھا تھا۔

خان شیر خان کی طرف دیکھ طنزیہ مسکرایا تھا۔کسی نے بھی اس کے خلاف اعتراض نہیں اٹھایا تھا۔ سٹیج سے اترتے ہوئے اس کی نظر خاموش کھڑی زمل پر ہی تھی۔لوگوں نے خان کو گھیرے میں لیتے مبارک باد دینا شروع کی تھی۔

زمل خان کی بات پر زیادہ حیران نہیں ہوئی تھی۔اسے شروع سے ہی خان کے پیشے کا معلوم تھا۔

ہے بیوٹیفل لیڈی۔۔اچانک زمل کے قریب سوٹڈ بوٹڈ آدمی آیا تھا۔زمل نے ناگواریت سے شراب کی بو اپنے پاس محسوس کی تھی۔وہ فورا اس سے کچھ فاصلے پر ہوئی تھی۔اس آدمی نے زمل کی کلائی پکڑ کر اسے اپنی جانب کھینچا تھا۔

لوگوں میں گھیرے خان کی آنکھوں میں یہ منظر دیکھ کر خون اترا تھا۔سب کو دھکا دے کر ہٹاتے وہ تیزی سے زمل کے قریب گیا تھا۔

اس آدمی کو دھکا دے کر زمل سے دور کرتے اس نے زمل کو سر تا پیر تک دیکھا تھا۔زمل کا رنگ اڑا ہوا لگ رہا تھا۔خان کو دیکھتے زمل کو سکون ملا تھا۔

سب لوگ خان کی جانب متوجہ تھے جو اب سرخ آشام آنکھوں سے زمین پر گرے آدمی کو دیکھ رہا تھا۔وہ اسے جانتا تھا۔وہ بھی ان کے لیے کام کرتا تھا۔وہ آدمی کھڑا ہوتا ڈھیٹوں کی طرح بنا ڈرے زمل کو دیکھنے لگا تھا۔

اپنی آنکھیں بند کرو۔خان کی سرد آواز میں کی گئی سرگوشی پر زمل آنکھیں زور سے میچ گئی تھی۔

اپنی گن نکالتے خان نے اپنے سامنے کھڑے شخص پر تانی تھی۔

زمل کو اس کی گندی نگاہوں سے بچانے کے لیے وہ پہاڑ بن کر زمل کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔زمل کا روم روم سماعت بنا ہوا تھا۔

سب لوگ اپنی جگہ کھڑے خان کو گن پکڑے دیکھ رہے تھے۔

خان پاگل مت بنو گن نیچے کرو۔۔شیر خان اپنی مسکراہٹ چھپاتا خان سے بولا۔۔خان نے غصیلی نظروں سے شیر خان کی طرف دیکھتے اپنے سامنے کھڑے انسان کا نشانہ لیا تھا۔

گولی کی زوردار آواز پر سب کی نظریں زمین پر گرے بے جان وجود پر گری تھی۔خان نے اپنی گن میں موجود ساری گولیاں اس شخص کے وجود میں اتار دی تھیں۔

She is my girl If anyone try to touch her agian I will kill all of you without a blink.

خان زمین پر گرے بے جان وجود کی طرف دیکھتا وارننگ دے رہا تھا۔

زمل نے شور کی آواز سن کر آپنی آنکھیں وا کی تھی۔چمکتی ہوئی فلور ٹائل پر بکھرے خون کے نشان اور بے جان وجود کو دیکھتے زمل کا رنگ سفید پڑا تھا۔

شیر خان چالاکی سے مسکرایا تھا۔اسے خان کی کمزوری مل گئی تھی۔ خان نے گن واپس اپنی ویسٹ میں لگاتے زمل کی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

وہ اس آدمی کو سب کے لیے عبرت کا نشان بنا کر چھوڑتا زمل کو اپنے ساتھ لگائے لے گیا تھا۔

زمل کو گاڑی میں بیٹھاتے اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔زمل جیسے صدمے میں گھری خاموش بیٹھی تھی۔

آپ۔۔آپ نے اسے کیوں مارا خان ؟ زمل نے خوف سے کانپتی آواز میں پوچھا۔

خانم وہ اچھا شخص نہیں تھا پہلے بھی بہت سی لڑکیوں کے ساتھ وہ غلط کر چکا تھا۔اگر میں اسے نہ مارتا وہ پھر کسی اور لڑکی کے ساتھ زور زبردستی کرنے چلا جاتا۔۔خان سپاٹ انداز میں بولا۔

زمل نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔۔ایسے لوگوں کو واقعی مار دینا چاہیے۔۔

ہم کہاں جارہے ہیں ؟ وہ مختلف راستہ دیکھتی خان سے پوچھنے لگی۔

ہم گھر جا رہے ہیں۔۔خان نے اس کی طرف گردن موڑتے جواب دیا۔

خان مجھے ہوسٹل چھوڑ کر آئیں۔۔وہ سنجیدگی سے بولی۔۔

خان نے اس کی بات پر دھیان نہیں دیا تھا۔آرام سے گاڑی اپنے گھر لیجاتے وہ باہر نکلا تھا۔زمل نے گھور کر خان کو دیکھا تھا۔

خانم تم باہر نکل رہی ہو یا سب کے سامنے اٹھا کر اندر لے جاؤں ؟ زمل کو کار کی سیٹ پر جمے ہوئے دیکھ کر خان نے ائبرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

زمل تیزی سے باہر نکل آئی تھی۔زمل کو اگر پتا ہوتا خان آج اس کے ساتھ کیا کرنے والا ہے تو شاید وہ کار سے کبھی نہ نکلتی۔

خان پلیز مجھے ہوسٹل چھوڑ کر آئیں۔۔زمل اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

تم میری بیوی ہو زمل اور میرے ساتھ ہی رہا کرو گی اب چپ چاپ اندر چلو۔۔خان کے لہجے میں ایک دم سختی در آئی تھی۔خان جانتا تھا وہ جاتنی نمازی پرہیزی ہے کبھی بھی خان کی بات پر انکار نہیں کرے گی۔۔

لیکن آپ مجھے چھوڑنے والے تھے ؟ آپ نے کہا تھا یہ صرف کاغذی رشتہ ہے ؟ زمل نے کھوجتی نگاہوں سے خان کو دیکھا۔

میں نے اب فیصلہ بدل لیا ہے خانم۔۔تم میری بیوی ہو اور میں اب تم سے چاہ کر بھی کبھی دستبردار نہیں ہوں گا۔۔خان نے اس کے نقاب میں چھپے گال پر ہاتھ رکھا تھا۔

زمل اس کے ہاتھ کی گردش محسوس کرتی نظریں جھکا گئی تھی۔

کیا جب آپ کا دل کرے گا آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟؟ زمل آج اس سے ساری باتیں کلئیر کرنا چاہتی تھی۔وہ جانتی تھی خان کو وہ اس کا حق لینے سے نہیں روم سکتی تبھی پہلے ساری باتیں کلئیر کرنا چاہتی تھی۔

میں نے ابھی کہا ہے اب دوبارہ بول رہا ہوں تمھیں اب مجھ سے رہائی کبھی نہیں ملے گی میں نے تمھیں خود سے دور جانے کا موقع دیا تھا۔لیکن تم نہیں گئی۔اب ساری زندگی تمھیں میرے ساتھ ہی گزارنی پڑے گی۔۔خان اسکا ہاتھ پکڑتا اپنے کمرے کی جانب لے جانے لگا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتے خان نے اپنی بات مکمل کرتے اس کا نقاب چہرے سے ہٹایا تھا۔زمل لرزتی پلکوں کو جھکائے گلابی چہرہ لیے خان کی نظریں خود پر محسوس کرتی سمٹ رہی تھی۔۔

کیا آج میں اپنا حق لے سکتا ہو؟ خان نے زمل کا نقاب ایک طرف پھینکتے اس کے نرم وگداز گال پر ہونٹ رکھتے پوچھا تھا۔

زمل چاہ کر بھی انکار نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے نظریں اٹھاتے خان کی سبز آنکھوں میں دیکھا تھا۔جہاں آج پہلی بار اسے اپنے لیے ایک نیا جذبہ نظر آرہا تھا۔اس نے آنکھیں بند کرتے منتظر نگاہوں سے خان کو دیکھتے اپنا سر ہلایا تھا۔

خان اس کے جواب پر کھل کر مسکرایا تھا۔پھر چہرے پر سنجیدہ تاثرات لیے وہ الماری کی طرف بڑھا اس میں سے مطلوب چیز نکالتے وہ زمل کے پاس آیا۔۔وہ کچھ دنوں پہلے ہی یہ زمل کے لیے اپنی پسند سے لایا تھا۔

اس کے جذبات تو کافی مہینے پہلے سے ہی بدلنے لگے تھے مگر احساس اسے اب ہوا تھا۔

خ۔۔۔خان۔۔

جاؤ چینج کر کے آؤ۔۔اسے گلابی رنگ کی ساڑھی پکڑاتے خان نے سرد لہجے میں کہا۔

میں یہ کیسے پہنوں گی خان ؟ اس نے لب کاٹتے شرم سے نظریں جھکالیں تھیں اسے پہننے کا سوچ کر ہی اس کے پسینے چھوٹ پڑے تھے۔

اپنے شوہر کا حکم نہیں مانو گی ؟ خان نے پینترا بدلہ--زمل نے بے ساختہ رخ پھیرا کچھ سوچتی وہ ساڑھی پکڑے واشروم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

خان بے صبری سے بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔سر کے پیچھے بازو رکھے وہ بے تابی سے نظریں واشروم کے دروازے پر ٹکائے بیٹھا تھا۔

دس منٹ گزرے-- پھر پندرہ--- پھر بیس--آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا مگر وہ باہر نہ آئی--

خانم فورا باہر آؤ مجھے پتا ہے تم جان بوجھ کر باہر نہیں آرہی--خان واشروم کا دروازہ کھٹکاتا ہوا بولا۔

زمل نے گھبراتے ہوئے خود پر نظریں ڈالی گلابی باریک شفون کی ساری پر تاری کا کام کیا گیا تھا جو اس کے نازک اندام سراپے پر بے حد جچ رہی تھی۔

مگر زمل کو اس کا بلاؤز بالکل پسند نہیں آیا تھا۔جس کا اگلا گلا انتہا کا گہرا تھا جبکہ پیچھے سارا ڈوریوں سے بند کیا گیا تھا۔

ساری کا پلو کھولتے اس نے کمر سے گزارتے اپنے دوسرے کندھے سے آگے کر کے خود کو چھپایا مگر وہ جانتی تھی یہ بے بنیاد سا احتجاج خان کے ارادے نہیں بدل سکتا۔

میں آرہی ہوں۔۔بس پانچ منٹ۔۔وہ خان کی آواز پر اچھلی تھی پھر خشک حلق تر کرتی مری مری آواز میں بولی۔

خانم میں پانچ تک گنوں گا ورنہ دروازہ توڑ کر اندر آجاؤں گا۔۔خان کی دھمکی پر وہ ایک گہرا سانس خارج کرتی دروازے کی طرف بڑھی۔

ٹک کی آواز پر دروازہ کے کھلنے پر خان فاتح مسکراہٹ سے تھوڑا پیچھے ہٹا تھا۔

لب دبا کر وہ جو زمل کو گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا اس کو ساڑھی کے پلو میں خود کو چھپاتے دیکھ خان بدمزہ ہوا۔

وہ کانپتی ٹانگوں سے باہر نکلی شرم سے لرزتی پلکیں جھکائے اس کی نظریں خان کی طرف اٹھنے سے انکاری تھیں۔۔

خانم۔۔مجھے حق ہے تم پر خود کو چھپاؤ مت۔۔اس کی طرف قدم بڑھاتے خان نے زمل کا چہرہ اوپر اٹھایا زمل کی نظریں خان سے ٹکرائی تھیں۔۔

خان کی نظروں سے نگاہیں ملانے پر اس کے گال مزید تپ اٹھے تھے۔وہ بے ساختہ سر ہلاتی نگاہیں جھکا گئی۔

خان نے اس کا چہرہ چھوڑتے اس کا پلوں دوسرے کندھے سر سرکایا۔۔اب پلو ایک کندھے پر ہی تھا۔

اس سے پیچھے قدم ہٹاتے خان نے اوپر سے لے کر نیچے تک غور سے زمل کو دیکھا جیسے اس کا ہر نقش زبر کر رہا ہو۔۔

گھبراہٹ سے زمل نے سختی سے آنکھیں میچ لی تھی۔خان کی جان لیوا قربت کا سوچتے ہی اس کی سانسیں اٹکنے لگی تھیں۔

خ۔۔خان۔۔ مسلسل خان کے خاموش رہنے پر زمل نے کانپتی آواز میں اسے پکارا۔

میری طرف دیکھو خانم۔۔خان کے سرد لہجے میں بولنے پر زمل نے جھٹکے سے آنکھیں کھولتے اس کی طرف دیکھا۔

مجھے سے نظریں مت ہٹانا۔۔زمل کو بولتے خان نے نیچے جھکتے اپنے شوز میں چھپا چاقو نکالا تھا۔

زمل چاقو دیکھتی گھبرا گئی تھی۔اپنے ہونٹ تر کرتے وہ خان پر ہی نظریں جمائے کھڑی تھی۔آج اسے کافی دیر بعد خان سے خوف محسوس ہوا تھا۔

خان چاقو نکالتا اس کی طرف بڑھا۔۔زمل نے خان کو دیکھتے نظریں جھکا لی تھیں۔

تم نے میری بات نہیں مانی خانم اب سزا ملے گی۔۔ایک ہی جست میں اس کے قریب پہنچتے ٹھوڑی سے اس کا چہرہ تھام کر اٹھاتے خان نے بولتے ہی جھک کر اس کے ہونٹ کو شدت سے اپنی گرفت میں لیا۔

اس کے لمس سے خان کو اپنے پورے وجود میں سکون اترتا محسوس ہوا۔اس کا نچلا ہونٹ اپنے لبوں میں دباتے اس نے ہلکا سا کھینچا پھر آہستہ میں اس میں اپنے دانت گاڑھے۔زمل کی حالت ایسی تھی جیسے ابھی بے ہوش ہونے والی ہو۔۔

چاقو زمل کی کمر کی طرف لے جاتے خان نے پہلی نازک ڈوری کاٹی تھی۔زمل نے سختی سے خان کے کندھے کو دبوچا تھا۔جو اب بھی زمل کا سانس اپنی دسترس میں لیے ہوئے تھے۔

اس کے ہونٹوں کو آزاد کرتے بہکی نگاہوں سے خان نے زمل کو دیکھا جو تیز تیز سانس لیتی گلے تک سرخ پڑ گئی تھی۔اس کے گہرے گلے پر نظر پڑتے خان کا سانس سوکھا۔زمل کا پلو زمین پر گر چکا تھا۔

زمل کی کمر پر اپنا ہاتھ اوپر کی طرف بڑھاتے اس نے دوسری ڈوری کاٹی تھی۔زمل نے خان کے کندھے پر سر رکھ کر اپنا چہرہ چھپانا چاہا لیکن خان نے اسے ایسا کرنے ہی نہ دیا۔

اس کی گردن پر جھکتے خان نے اپنی ہونٹوں سے پھول کھلائے۔جبکہ کمر پر موجود چاقو والے ہاتھ نے اگلی ڈوری بھی کاٹ دی تھی۔اب صرف ایک نازک ڈوری سے سارا بلاؤز اٹکا ہوا تھا۔

زمل نے بے ساختہ اپنے ہاتھوں سے آگے سے بلاؤز کو تھامنا چاہا مگر خان نے اس کا ہاتھ پکڑتے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

دوبارہ اپنی جگہ سے ہاتھ مت ہلانا۔۔آخری ڈوری بھی خان کاٹ چکا تھا۔زمل بگڑے تنفس سے آنکھیں بند کر گئی تھی۔اس کی جان لیوا قربت زمل کو جھلسا رہی تھی۔خان کی سانسیں اپنے سینے کے قریب محسوس کرتے اس کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تھا۔

خان نے اس کی بیوٹی بون پر ہونٹ رکھتے کندھے سے بلاؤز سرکا دیا تھا۔جبکہ چاقو والا ہاتھ اب زمل کی کمر کو سہلا رہا تھا۔

خان میں برداشت نہیں کرپاؤں گی۔۔زمل نے بمشکل الفاظ ادا کیے۔خان مسکرایا۔۔اس کے کندھے پر اپنے تشنہ لب رکھتے وہ اس کی تیز دھڑکن صاف سن سکتا تھا۔

آج یہ ساری دوریاں میں ختم کردوں گا۔۔اجازت ہے ؟ اس کے چہرے کو تھامتے خان نے جابجا اپنا لمس چھوڑنا شروع کیا تھا۔وہ ایک بار پھر اجازت مانگ رہا تھا۔

زمل نے آنکھیں میچے سر ہلایا۔خان نے اجازت ملتے ہی دوسرے کندھے سے شرٹ کھسکاتے وہاں اپنے لب جماتے چاقو اس کی بیوٹی بون پر پھیرا۔بلیڈ کی ٹھنڈک محسوس کرتی زمل کپکپانے لگی تھی۔

اسے جھک کر اٹھاتے خان اسے بیڈ پر لے گیا تھا۔آج ان کے رشتے نے منزل پالی تھی۔دو روحوں کا ملاپ ہوگیا تھا۔

. . . .

زرتاشہ یونیورسٹی سے واپس آکر کھانا کھا کر کچھ دیر کے لیے سو گئی تھی۔نیند سے اٹھ کر کچھ دیر بیڈ پر بیٹھے رہنے کے بعد وہ منہ ہاتھ دھونے کے لیے واشروم گئی تھی۔اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے اس نے اپنا چہرہ شیشے میں دیکھا جب ایک دم اپنے پیچھے کھڑے زمان کو دیکھ کر ایک زوردار چیخ اس کے حلق سے نکلنے والی تھی زمان نے اپنا ہاتھ زرتاشہ کے منہ پر سختی سے رکھ دیا تھا۔

اس کو کندھے سے پکڑتے زمان نے اسے اپنے سینے سے لگاتے اس کی گردن کو ہلکے سے اپنے ہونٹوں سے چھوا تھا۔زرتاشہ کی ہتھیلیاں نم پڑنے لگی تھی۔آنکھیں پھیلائے وہ زمان کو خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔جب زمان نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کے پیٹ کے گرد ہاتھ باندھتے اسے ایک جگہ ساکت کیا تھا۔

وہ شخص آج تمھارے ساتھ کیوں موجود تھا ؟ زرتاشہ کے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے زمان نے اس کی گردن پر اپنی انگلیاں چلاتے ہوئے سرگوشی میں سخت میں سختی سے پوچھا تھا۔

وہ پہلے ہی ماہم سے باتوں ہی باتوں میں ساری بات نکلوا چکا تھا مگر اصلی وجہ ماہم کو بھی نہ معلوم تھی۔

زرتاشہ کو اپنے وجود میں سنسناہٹ سی محسوس ہونے لگی تھی۔زمان کی انگلیوں کی حرکت اس کے حواس جھنجھوڑ رہی تھی۔

زمان کے چہرے سے ہاتھ ہٹانے پر وہ گہرے گہرے سانس لینے لگی تھی۔زمان کی پکڑ اپنے پیٹ پر سخت ہوتی محسوس کر کے وہ دبی آواز میں چیخ اٹھی

میں آپ کو جواب دہ نہیں ہوں۔۔زرتاشہ کے جواب نے زمان کو حیران کیا تھا۔اس کے عنابی ہونٹ ہلکے سے اوپر کی طرف اٹھے زرتاشہ کی گردن پر ہونٹ جماتے وہ اس کے کانپتے ہوئے سراپے کو محسوس کر کے محظوظ ہوا۔

یہ تم بہتر جانتی ہو تم ہر طرح سے مجھے جواب دہ ہو۔۔مجھے سختی پر مجبور مت کرو جلدی سے اچھے بچوں کی طرح میرے سوال کا جواب دو۔۔اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکاتا زمان شیشے سے اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھتا ہلکا سا مسکرایا۔

زرتاشہ نے اپنی مٹھیاں بھینچتے زور سے زمان کے کندھے پر مارنا شروع کی تھیں۔زمان نے جھٹکے سے اسے موڑتے تیزی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کمر سے اٹھا کر اسے سلیب پر بیٹھایا تھا۔

ز۔۔زمان ی۔۔یہ کیا کر رہے ہیں۔۔وہ ہانپتی زمان کو اپنے اوپر جھکتے دیکھ کر بول رہی تھی۔

زمان نے ایک ہاتھ اس کے کمر میں ڈالتے اسے اپنے قریب کرتے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ زرتاشہ نے بے ساختہ ڈر مر زمان کو کندھوں سے تھاما تھا۔

تم نے ابھی تک میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔۔زرتاشہ کے گال سرخ پھولے ہوئے گالوں پر اپنے لب رکھتے زمان بوجھل سے لہجے میں بولا۔اس کی قربت زمان کے منہ زور جزبات کو بے قابو کر رہی تھی۔

و۔وہ ب۔۔ بھائی نے۔۔زمان کی بھرتی جسارتوں سے اسے الفاظ بھولنے لگے تھے۔زمان اس کی گردن سے بال پیچھے کی طرف ہٹاتا وہاں اپنا لمس چھوڑ رہا تھا۔

ہمم۔۔بولتی جاؤ میں سن رہا ہوں۔۔زرتاشہ کے گلابی ہونٹوں کو اپنے انگوٹھے سے رگڑتے ہوئے زمان مخمور لہجے میں بول رہا تھا۔

آپ پلیز پیچھیں ہٹیں تھوڑا مم--میں بتاتی ہوں--زرتاشہ گہرے گہرے سانس لیتی اس کے لمس پر بے حال سی ہوتی بول رہی تھی۔

زمان اس کی بیوٹی بون پر لب رکھتا زرا سا پیچھے ہٹا تھا۔

میری حفاظت کے لیے قاسم بھائی میرے ساتھ یونیورسٹی جاتے ہیں--وہ لب کاٹتی آدھی بات اسے بتا چکی تھی--

کس سے حفاظت ؟ زمان نے نا سمجھی سے زرتاشہ کو دیکھا--زرتاشہ ابھی وہ سب کچھ زمان کو بتانے کے لیے تیار نہ تھی۔اسی لیے زمان کی ڈھیلی گرفت کا فائدہ اٹھاتے زرتاشہ اسے پیچھے کی طرف دھکا دیتے نیچے اتری۔

زمان اس کی ہوشیاری پر ہلکا سا مسکرایا تھا۔بجلی کی پھرتی سے زرتاشہ کو پکڑتے زمان نے کھینچ کر زور سے دیوار سے لگایا تھا۔

زور سے دیوار میں بجنے سے زرتاشہ کے منہ سے سسکاری نکلی تھی۔زمان کے سینے پر تھپڑ اور مکے برساتی وہ زمان کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔دفعتا زرتاشہ کا ہاتھ دائیں طرف لگے شاور کے وال پر لگا تھا جس سے شاور کھلتا ان دونوں کو بھیگانے لگا تھا۔

زرتاشہ کے دونوں بازو قابو کرتے زمان نے اوپر کی طرف دیوار سے لگائے تھے۔ زرتاشہ کی کوششیں آہستہ آہستہ بند ہوگئی تھیں۔بے بسی سے آنسو موتیوں کی صورت نکلتے اس کے چہرے پر گرتے پانی میں گم ہونے لگے تھے۔

دونوں تقریبا پورا بھیگ چکے تھے۔۔زمان زرتاشہ کے چہرے پر پی نظریں ٹکائے کھڑا تھا۔اس کے گال پر بہنے والے آنسو کو اپنے لبوں سے چن کر زمان نے اس کی بھیگی سرخ آنکھوں کو دیکھتے اس کی بے حال سانسوں کو ہونٹوں کے ذریعے خود میں اتارا تھا۔

زرتاشہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہونے لگی تھی۔۔زمان کا لمس اس کے حواس جھنجھوڑ رہا تھا۔اس کے ہونٹوں کو شدت سے چومتے زمان اس کی سانسیں بند کرنے کے در پر تھا۔زرتاشہ سانس بند ہوتا محسوس کرتی زمان سے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی تھی۔

E-mail pdfnovelbank@gmail.com WhatsApp 03061756508

مقابل بنا اس کی کسی مزاہمت کو دیکھے اس کے لمس سے خود کو سراب کر رہا تھا۔زرتاشہ کی مزاحمت دم توڑتی دیکھ کر زمان نے اس کے ہونٹوں کو آزاد کیا تھا۔

زرتاشہ پھولی سانسوں سے زمان کے کندھے پر سر ٹکا گئی تھی۔شاور ابھی بھی چلتا ان دونوں کو بھگو رہا تھا۔زمان نے اس کے بازو آزاد کرتے اس بھیگے بال جو گردنسے چپک چلے تھے انھیں پیچھے ہٹایا تھا۔اس کی ٹھنڈی سرسراتی انگلیوں کا لمس محسوس کرتی زرتاشہ کپکپانے لگی تھی۔

کندھے سے اپنی شرٹ کھسکتے محسوس کرکے زرتاشہ نے زمان کے کندھے سے سر اٹھا کر ہاتھوں سے ایک بار پھر اسے پیچھے دھکیلنا شروع کیا تھا۔

زمان نے اس کے کندھے پر ہلکے سے دانت گاڑھے تھے۔۔زرتاشہ کی دودھیاں رنگت پر اس کے دانتوں کا سرخ نشان بے حد جچ رہا تھا۔زمان نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زور سے اسے خود میں بھینچا تھا۔

اتنے سال تمھارا انتظار کیا ہے اب مجھ سے مزید صبر نہیں ہوگا۔۔زمان کی جذبات سے بوجھل آواز سن کر زرتاشہ کے چودہ طبق روشن ہوگئے تھے۔۔

جھٹکے سے خود کو زمان سے تھوڑا دور کرتے زرتاشہ کا ہاتھ بے ساختہ زمان کے بھیگے گال سے ٹکرایا تھا۔تھپڑ کی گونج پورے واشروم میں گونجی تھی۔

زمان نے اپنے گال پر جلن محسوس کرتے سرخ نظروں سے زرتاشہ کو دیکھا تھا۔اس کی وحشت بھری نظریں دیکھ کر زرتاشہ گھبرا گئی تھی۔

ز۔۔زمان۔۔زرتاشہ کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے تھے۔زمان ساکت سا اسے گھور رہا تھا۔

تم میری بیوی ہو جتنی جلدی سمجھ لو تمھارے لیے بہتر ہے۔۔زرتاشہ کے بال اپنی مٹھی میں جکڑتے زمان نے اس کا چہرہ اوپر کی طرف اٹھایا تھا۔

زرتاشہ کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔اپنے دوسرے ہاتھ سے زمان نے بے دردی سے زرتاشہ کا پانی میں جذب ہوتا آنسو رگڑا تھا۔

آ۔۔آپ کے پاس کیا ثبوت ہے میں آپ کی بیوی ہوں۔۔جواب دیں مجھے۔۔وہ بھی دفعتاً اس کے کالر کو پکڑتی چیخ اٹھی تھی۔

تمھارے نام کے ساتھ موجود میرا نام سب سے بڑا ثبوت ہے۔۔میں جانتا ہوں تم پہلی ہی ملاقات میں مجھے پہچان گئی تھی تبھی بھاگی تھی نہ مجھ سے دور۔۔اس کی بھیگی گردن میں ہاتھ ڈالتا زمان اسے اپنے بے حد قریب کر گیا تھا۔زمان کی گرم سانسیں زرتاشہ کے ٹھنڈے چہرے پر پڑ رہی تھیں۔۔

نہیں۔۔زرتاشہ نے اپنی گردن نفی میں ہلائی تھی۔زمان کا اپنے منکوح ہونے کا علم اسے مہناز بیگم کے پاس اس کے نکاح کی موجود چند تصاویروں کو دیکھ کر ہوا تھا۔

زرتاشہ کو کانپتا محسوس کر کے زمان نے شاور بند کیا تھا۔۔وہ زرتاشہ کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا تاکہ پتا لگوا سکے وہ آیا سچ بول بھی رہی ہے یا نہیں۔۔

زرتاشہ اس کی نظریں محسوس کرتی اپنے سن ہوتے ہاتھوں کو الجھانے لگی تھی۔

جاؤ کپڑے چینج کر لو میں تب تک شاور لے لوں۔۔زرتاشہ کا ماتھا چومتا زمان اپنی گیلی شرٹ کے بٹن کھولنے لگا تھا۔۔زرتاشہ اس کا برہنہ سینہ دیکھتی گھبراتی بھاگنے لگی تھی جب پاؤں سلپ ہونے پر گرنے لگی تھی لیکن بروقت زمان نے اس کی کمر کو پکڑتے اسے بچا لیا تھا۔۔

وہ شرمندہ سی سرخ پڑ گئی تھی۔زمان کے سیدھا کھڑا کرنے پر وہ ہلکی آواز میں اس کا شکریہ ادا کرتی وہاں ایک سائیڈ پر پڑا تولیہ اٹھا کر باہر نکل گئی تھی۔

تولیہ بالوں کو باندھے کپڑے چینج کرنے کے بعد زمان کے گیلے کپڑوں کا خیال آنے پر وہ دبے قدموں اپنے کمرے سے نکل کر ساتھ والے بند کمرے میں گئی تھی۔وہاں اس کا بھائی سال یا دو سال بعد آکر کچھ دنوں کے لیے رہتا تھا۔۔

کمرے میں داخل ہوتے الماری میں سے اس نے ایک پینٹ اور شرٹ نکال لی تھی۔۔وہاں سے کپڑے لے کر نکلتی وہ واپس اپنے کمرے میں آتی ڈور لاک کر گئی تھی۔

اب اسے سمجھ نہیں آرہا تھا یہ کپڑے زمان کو کیسے دے۔۔کچھ دیر لب کاٹنے کے بعد وہ واشروم کے قریب گئی۔ہلکا ڈور ناک کرتے وہ زمان کے بولنے کی منتظر تھی۔

میرے ساتھ شاور لینے کا ارادہ ہے تو ویسے ہی اندر آجاؤ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔زمان کی بے باک بات سن کر وہ کانوں کی لو تک سرخ پڑ گئی تھی۔

م۔۔میں آ۔۔آپ کے لیے کپڑے لائی ہوں۔۔وہ ہانپتی آواز میں سنبھل کر بولی تھی۔۔زمان نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اپنا ہاتھ باہر بڑھایا تھا۔۔

زرتاشہ نے تیزی سے کپڑے اسے تھمائے تھے زمان نے اسے تنگ کرنے کے لیے اس کی کلائی پکڑتے اسے ہلکا سا اپنی طرف کھینچا تھا۔

دروازے میں سے جھانکتا اس کا سینہ دیکھتے زرتاشہ مزید شرم سے لال ہوئی تھی۔۔زمان نے اس کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہونٹوں سے چھوا تھا۔۔

زرتاشہ گھبراہٹ سے دوبارہ اس کے بدلے تیور دیکھتی اپنا ہاتھ چھڑوا کر تیزی سے کمرے سے باہر بھاگ گئی تھی۔۔

زرتاشہ کھانا کھانے کے بعد کافی دیر تک مہناز بیگم کے پاس بیٹھی رہی تھی تاکہ زمان تب تک چلا جائے۔۔

آدھی رات کو وہ مہناز بیگم کے کمرے سے نکلتی اوپر اپنے کمرے میں گئی تھی۔۔ڈرتے ڈرتے وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔ادھر ادھر دیکھنے کے بعد کسی کو نہ پاکر وہ سکون کا سانس خارج کرتی اپنا نائٹ ڈریس پہننے چلی گئی تھی۔

ریڈ شرٹ اور ٹراؤزر پہنے وہ بیڈ پر بیٹھی پانی پی رہی تھی جب اچانک بیڈ کے نیچے سے کسی کو اپنی پنڈلی پکڑتے دیکھ کر پانی اس کے حلق میں پھنس گیا تھا۔۔بیڈ کے نیچے سے زمان ہنستا ہوا نکلا تھا۔زرتاشہ کی حالت اسے لطف دے رہی تھی۔

زمان کو دیکھ کر زرتاشہ کی آنکھیں باہر نکل آئیں تھیں۔۔کھانستے ہوئے وہ بے حال سی زمان کو ہنستا دیکھ رہی تھی۔

زرتاشہ کے قدموں کے قریب بیٹھتے زمان نے اس کی دائیں ٹانگ اپنی گود میں رکھتے اس کا ٹراؤزر پنڈلی سے اٹھایا تھا۔زرتاشہ کا رنگ اڑا تھا۔۔زمان سے اپنی ٹانگ آزاد کروانے کی کوشش میں وہ ہلکان ہونے لگی تھی۔۔

زمان نے اپنے ہاتھ سے اس کی دودھیاں پنڈلی کو سہلایا تھا۔۔زرتاشہ کا سانس سینے میں اٹک گیا تھا زمان کے ہونٹوں کا لمس اپنی پنڈلی پر محسوس کرتے۔۔

زمان پلیز۔۔۔وہ آنکھیں میچتے اپنی ٹانگ کھینچنے کی کوشش میں زمان کو التجایا آواز میں پکار بیٹھی تھی۔

اس کی حالت سے محظوظ ہوتے زمان اس کی پنڈلی کو آزاد کرتا بیڈ پر بیٹھا تھا۔۔

زمان کے آزاد کرنے پر وہ گھبراتی کانپتی بیڈ پوسٹ سے جالگی تھی۔۔جبکہ ٹانگیں بھی وہ سمیٹ چکی تھی۔۔

زمان کے بدلے انداز نے اس کے دل میں ہلچل سی مچا دی تھی جبکہ اس کا دہکتا لمس اسے کو عجیب سا سرور دے رہا تھا۔۔شاید اسفند کے ناگوار لمس کے بعد اپنے محرم کا لمس پاکر وہ ایسا محسوس کر رہی تھی۔۔

زرتاشہ کے روبرو جاتے زمان نے اس کے اوپر جھکتے اس کے سر کے ارد گرد بیڈ پر اپنے بازو ٹکاتے اس کو قید کیا تھا۔۔زرتاشہ پھولی سانسوں سے نظریں زمان پر ٹکائے ہوئے تھی۔۔

زمان کا محبت بھرا لمس اپنے لبوں پر محسوس کرتے زرتاشہ نے تڑپ کر اس کی شرٹ کو کالر سے سختی سے پکڑا تھا۔۔

زمان اس کی ٹھوڑی پکڑے شدت سے اپنی سانسیں زرتاشہ مین انڈیل رہا تھا۔۔اس کی سانسوں کو پیتے زمان نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے بالوں میں پھنساتے اسے مزید اپنے قریب کیا تھا۔۔

زرتاشہ کی سانسیں مدہم محسوس کرتے زمان نے اس کے ہونٹوں کو آزاد کرتے اس کے پھولے نرم و نازک سرخ قندھاری گالوں کو شدت سے چوما تھا۔۔زرتاشہ بے حال سی اس کے رحم و کرم پر لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔۔

زمان اس کے چہرے کے پور پور کو اپنے ہونٹوں سے چھو رہا تھا۔۔اس کے سرخ گال کو دیکھتے زمان نے دانتوں میں لے کر ہلکا سا اسے کاٹا تھا۔۔زرتاشہ ہلکا سا سسکی تھی۔

اس کے گال پر ہلکا سا سرخ رنگ کا نشان دیکھتے وہ ایک ادا سے مسکرایا تھا۔

زمان پلیز رک جائیں۔۔زمان کے دوبارہ اپنے ہونٹوں کو ہلکا سا چھونے پر وہ ممنائی تھی۔۔اس کی آواز میں ایک التجا تھی۔۔

زمان آخری بار اس کے ہونٹوں کو چھوتا اسے باہوں میں بھر کر لیٹ گیا تھا۔۔زرتاشہ کا سر اپنے سینے پر رکھ کر دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر وہ زور سے اسے خود میں بھینچ گیا تھا۔۔

آ۔۔آپ نے جانا نہیں ؟زرتاشہ نے گھبرائے لہجے میں پوچھا۔۔

نہیں آج رات میں تمھارے ساتھ گزاروں گا۔۔زمان اس کے بالوں پر لب رکھتا بولا تھا۔۔

فکر مت کرو کچھ نہیں کروں گا۔۔زرتاشہ کا رنگ اڑتا دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکر کر بولا۔۔زرتاشہ نے ایک سکون کا سانس خارج کیا تھا۔۔

زمان کے سینے پر سر رکھے وہ جلد ہی نیند کی وادیوں میں کھو گئی تھی۔۔لیکن زمان کافی دیر تک اس کے بالوں سے کھیلتا جاگتا رہا تھا۔۔

. . . .

خان بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھا زمل کو دیکھ رہا تھا۔وہ پرسکون سی اس کے ساتھ لگی لیٹی ہوئی تھی۔سائیڈ ٹیبل کے دراز سے سگریٹ نکالتے اس نے سلگاتے ہوئے عنابی لبوں میں دبائی۔

سگریٹ کے کش لیتا وہ زمل کے نرم گالوں کو انگلیوں سے سہلانے لگا تھا۔سگریٹ کی ناگوار بو سے زمل کی آنکھ کھلی تھی۔خان کو دیکھ کر وہ شرماتی گھبراتی چادر میں منہ چھپا گئی تھی۔

خان اس کے شرمانے پر ہلکا سا مسکرایا۔سگریٹ ایش ٹرے میں پھینک کر اس نے جھٹکے سے چادر زمل کے اوپر سے ہٹائی تھی۔
زمل گڑبڑا گئی تھی۔

خان یہ کیا کررہے ہیں آپ؟ وہ خان کو دوبارہ خود پر جھکتا محسوس کرتی دبی آواز میں آنکھیں پھیلائے پوچھنے لگی تھی۔

ابھی تو وہ اس کی رات کے قربت کے نشے سے نہ نکلی تھی کہ وہ دشمن جان دوبارہ اوپر حاوی ہونے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

خان کی گرم سرسراتی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کر کے وہ آنکھیں سختی سے میچ گئی تھی۔

خان اس کی بند آنکھوں کو دیکھ کر مسکراتا اس کا سر چوم کر تھوڑا سا پیچھے ہٹا تھا البتہ ابھی تک وہ زمل کے اوپر جھکا ہوا تھا۔
اس کی کانپتی پلکوں کا رقص دیکھتے زرخان نے اسے تنگ کرنے کا سوچتے اپنی انگلی سے اس کے ماتھے سے بیوٹی بون تک ایک لکیر کھینچی تھی۔

زمل سانس روکے خان کے ردِ عمل کی منتظر تھی جس نے ہولے سے اس کے چہرے پر پھونک مارتے زمل کی سانسیں خشک کردی تھیں۔

زمل کے گلنار گالوں کو اپنے لبوں سے چھوتے خان نے اس کے بالوں پر بھی ایک بار پھر لب رکھے تھے۔اس کی جان بخشتا وہ دور ہوا تھا۔

زمل نے اپنا سانس بحال کرتے ایک آنکھیں ہلکی سی کھول کر خان کو دیکھا تھا اسے اپنی طرف دیکھتے وہ گڑبڑا کر دوبارہ آنکھیں بند کر گئی تھی۔

کمرے کی فضا میں خان کا قہقہہ گونجا تھا۔زمل نے فورا آنکھیں کھولتے خان کو ہنستے دیکھا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے بالکل کئیر فری لگ رہا تھا۔

آج پیکنگ کر لینا زمل ہم دونوں آج شام پشاور جا رہے ہیں۔۔خان نے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا۔

پشاور کیوں جارہے ہیں ؟ زمل نے کچھ حیرت سے اسفسار کیا تھا۔

مجھے ایک ضروری کام ہے پشاور میں اور تمھیں یہاں کسی کے سہارے چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔۔کیونکہ مجھے کسی پر بھی بھروسہ ہے یہاں کب شکاری خود شکار بن جائے خبر بھی نہیں ہوتی۔۔خان نے اسے ساتھ لے جانے کی وجہ بتائی۔

میں آپ کے ساتھ ہی چلوں گی خان۔۔زمل نے اس کے بیڈ پر پڑے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔خان پرسوچ سا اس کا جواب سن کر اپنا سر ہلا گیا تھا۔

****

شیر خان میں مزید انتظار نہیں کر سکتا زرتاشہ کو تم نے مجھے دیا تھا جس کے عوض تمھیں میں نے اپنی جگہ دی تھی۔اب تمھاری وہ بیٹی بھاگ گئی ہے تو مجھے اپنا عہدہ واپس چاہیے۔۔یہ آرگنائزیشن میں نے بنائی ہے اور اس کا حق دار بھی میں ہوں شرافت سے یہ جگہ چھوڑ دو شیر خان ورنہ دوسری صورت جو نتیجہ نکلے گا وہ تمھیں پسند نہیں آئے گا۔۔

اسفند خان کی دھمکی نے شیر خان کو طیش دلا دی تھی۔سگار بھجاتے اس نے اسفند کو غصیلی نظروں سے دیکھا۔

میں اسے تمہارے حوالے کر چکا تھا یہ تمھاری ذمہداری تھی مگر چچ۔۔افسوس تم ایک لڑکی تک کو نہ سنبھال سکے۔۔شیر خان کی باتوں نے مقابل بیٹھے اسفند خان کو آگ لگا دی تھی۔

مجھے دوبارہ دھمکی مت دینا ورنہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے ایسی جگہ پھینکواوں گا ساری زندگی یاد رکھو گے۔۔۔اس کی دھمکی سے اسفند خان کا چہرہ غصے سے سرخ پڑ گیا تھا۔

میں تمہاری یہ باتیں بھولوں گا نہیں شیر خان اور تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے میں خود کتوں کو کھلاوں گا۔۔اسفند خان کی دھمکی سے آگ بگولہ ہوتے شیر خان نے اپنی گن نکالتے اسفند کے سر کا نشانہ باندھا تھا۔

دوبارہ میرے سامنے اپنا گندگی سے بھرا منہ کھولنے سے پہلے سوچ لینا۔۔اس کی ٹانگ کا نشانہ باندھتے شیر خان نے گن چلائی تھی۔

بلٹ اس کی ٹانگ کو چیرتی زخمی کرگئی تھی۔اسفند خان درد سے بلبلاتا اپنی ٹانگ پکڑتا زمین پر گر چکا تھا۔

ایک مہینے بعد آرگنائزیشن کے نئے چیئرمین کا انتخاب ہونے والا ہے اگر وہ پوزیشن حاصل کرنا چاہتے ہو تو میدان میں اتر آنا اب یہاں سے دفع ہوجاو۔۔اپنے آدمیوں کو اشارہ کرتا وہ اسے باہر پھینکوا چکا تھا۔

خان لالہ ان اسفند خان اور شیر خان کے درمیان لڑائی ہوگئی ہے اب آپ آسانی سے دونوں کو مار سکتے ہیں۔۔پندرہ سالہ احتشام خان شیر خان کی جاسوسی کرتا خان کو خبر کر چکا تھا۔

اوکے ٹھیک ہے شام اب تم اپنا کام کرو تمھیں اب جاسوسی کرنے کی ضرورت نہیں میں خود پشاور آرہا ہوں۔۔۔خان نے اسے اپنی آمد کی خبر دی تھی۔

مجھ سے ملنے آئیں گے لالہ۔۔احتشام نے ایک آس سے پوچھا۔

ٹائم ملا پھر شاید تم سے مل پاؤں اب خاموشی سے جاکر اپنا کام کرو۔۔۔خان کے تحکم بھرے انداز میں بولنے پر احتشام جلدی سے فون بند کرتا اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا تھا۔وہ یہاں شیر خان کے پاس کام کرتا تھا۔لیکن سب چیزوں کی خبر خان کو اب دینے لگا تھا۔

****

کہاں سے آرہے ہیں یزدان ؟ زرش یزدان کا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھتی اونچی آواز میں بولی تھی۔

وہ ایک ہفتے سے نوٹ کر رہی تھی کہ یزدان اس سے کتراتا پھر رہا ہے وجہ کیا ہے ؟ وہ نہیں جانتی تھی۔اور ہر روز رات اس کا گھر لیٹ آنا زرش کو چڑچڑا کر گیا تھا۔آج وہ شام سے ہی لاونچ میں بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی۔اب اس کو دیکھتے ہی فورا پوچھ بیٹھی تھی۔

جوب سے واپس آرہا ہوں اور کہاں سے آنا تھا میں نے زرش ؟ یزدان نے سرد آواز میں غراتے ہوئے پوچھا۔زرش نے اس سے ڈرتے دو قدم پیچھے لیے تھے۔

یہ کوئی جواب نہیں ہے ہر روز لیٹ گھر آتے ہیں میری طرف دیکھنا گوارا نہیں کرتے مجھے اگنور کرتے ہیں۔۔میں یہ سب برداشت نہیں کرسکتی یزدان۔۔وہ نم آواز میں بولی تھی۔

یزدان نے اس کے قریب جاتے کمر سے تھام کر اسے اپنے سینے میں بھینچا تھا۔

آئی ایم سوری زما زڑگیہ آج کل کام کا بہت زیادہ پریشر ہے اور پھر نئے لوگوں کے ساتھ کام کرنا آسان نہیں ہے۔۔یزدان نے پیار سے اسے بتایا۔۔

زرش نے اس کے سینے سے سر اٹھا کر دیکھا تھا وہ کچھ بولنے والی تھی جب یزدان کے کالر پر نظر پڑتے الفاظ اس کے حلق میں دم توڑ گئے تھے۔۔

خون کا ایک دھبہ اس کی شرٹ پر واضح دکھائی دے رہا تھا۔یزدان نے اس کی نظروں کے تعاقب میں اپنی شرٹ دیکھتے ہی جبڑے بھینچ لیے تھے۔۔

دور ہٹیں مجھ سے۔۔یہاں آکر بھی آپ نے لوگوں کو مارنے کا کام شروع کر دیا ہے۔۔وہ مچل کر یزدان کی گرفت سے نکلتی پیچھے کی طرف قدم اٹھاتی چیخ کر بولی تھی۔۔

زرش مجھے ایکسپلین کرنے کا موقع دو۔۔۔ یزدان التجائیہ بولا۔
مجھے کچھ نہیں سننا یزدان آپ کو میری پرواہ ہی نہیں ہےآپ کو جو کرنا ہے کریں مجھے اب فرق نہیں پڑے گا۔۔وہ تھک چکی تھی اسے سمجھا کر صحیح راہ دکھلاتے ہوئے۔۔

وہ لوگ مجھے مارنے آئے تھے اگر میں انھیں نہ مارتا وہ مجھے مار دیتے۔۔تمھیں کبھی خبر بھی نہ ہوتی مجھے قتل کر دیا گیا ہے۔ اور تمھیں کتنی بار سمجھاوں جن لوگوں کو میں مارتا ہوں وہ گنہگار ہوتے ہیں معصوم لوگوں کو نوچتے ہیں اسی لیے ان کو مارتے ہوئے مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔

یزدان زرش کے قریب آتا اس کے بازو تھام کر اس کی آنکھوں میں دیکھتا بولا تھا۔زرش نے اپنے حلق میں اٹکے آنسوؤں کے گولے کو بمشکل بند توڑنے سے روکا تھا۔

کیا ہم یہاں بھی محفوظ نہیں ہے یزدان ؟ وہ نم آواز میں یزدان کے سینے پر سر ٹکاتے پوچھنے لگی تھی۔آخر کب جان چھوٹے گی ان کی اس سب سے۔۔

ہم یہاں مکمل طور پر محفوظ ہیں تم فکر مت کرو اس بار میں تمھیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔یزدان نے اس کی کمر کے گرد بازو باندھتے محبت سے کہا تھا۔زرش نے اس کی شرٹ کو مٹھی میں دبوچتے اس کے سینے پر لب رکھے تھے۔

مجھے دوبارہ اگنور مت کیجیے گا یزدان مجھ سے آپ کی بے رخی برداشت نہیں ہوتی۔۔۔زرش شکوہ کرتی بولی تھی۔

اب دوبارہ ایسا نہیں کروں گا زما زڑگیہ۔۔۔یزدان نے اس کے گرد حصار مزید تنگ کیا تھا۔زرش نے سکون کا سانس لیا تھا۔

****

زرتاشہ اٹھو یونیورسٹی نہیں جانا کیا ؟ اپنے کمرے کے دروازے پر ہوتی مسلسل دستک سے زرتاشہ کی آنکھیں پٹ سے کھلی تھی۔اس کی سب سے پہلی نگاہ اپنے گرد حصار باندھ کر دیکھتے زمان پر پڑی تھی۔زرتاشہ دروازے کی جانب دیکھتی مہناز بیگم کی آواز سنتی گھبرا گئی تھی۔

زرتاشہ۔۔۔زرتاشہ۔۔زمان سے خود کو چھڑوانے کی کوشش میں نڈھال ہوتی وہ ہانپتی ہوئی مہناز بیگم کو جواب دینے لگی تھی۔

مورے م۔۔میں اٹھ گئی ہوں۔۔۔زمان کا لمس اپنے کندھے پر محسوس کرتے وہ لڑکھڑاتی زبان میں بولی تھی۔زمان اسے گھبراتا دیکھ کر مسکراتا ہوا اس کی صاف شفاف چمکتی گردن پر اپنی ناک پھیرتا اس کے وجود کی خوشبو خود میں بسانے لگا تھا۔زرتاشہ کی دھڑکنیں بے قابو ہونے لگی تھی۔۔اس کی ہتھیلیوں میں نمی آنے لگی تھی۔

دروازہ تو کھولو۔۔مجھے بات کرنی ہے۔۔۔مہناز بیگم کے تحکم بھرے انداز پر زرتاشہ کا رنگ اڑ گیا تھا۔

مورے ابھی میں لیٹی ہوئی ک۔۔کچھ دیر میں آپ سے نیچے آکر ملتی ہوں۔۔پلیز بس پانچ منٹ لیٹنے دیں۔۔زمان کی پوروں کو اپنی کمر پر حرکت کرتا محسوس کر کے وہ پسینے میں بھگتی منت بھرے انداز میں بولی تھی۔

زمان اس کی حالت سے خاصا محظوظ ہو رہا تھا۔تبھی مزید اسے چھیڑ رہا تھا۔

زرتاشہ نے زمان کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکنے کی کوشش کی تھی۔
اچھا جلدی آجاو میں انتظار کر رہی ہوں۔۔مہناز بیگم بول کر چلی گئی تھیں۔زرتاشہ نے مہناز بیگم کے جاتے ہی سکھ کا سانس لیا تھا۔

زمان نے زرتاشہ کے بالوں کو نرمی سے اپنی گرفت میں لے کر ہلکا سا جھٹکا دیتے اس کی گردن مکمل اپنی طرف موڑی تھی۔زرتاشہ نے آنکھیں پھیلا کر زمان کو دیکھا جس نے محبت سے اس کے سر پر بوسہ دیا تھا۔

زمان آپ پلیز اب جائیں۔۔زرتاشہ گہرے سانس بھرتی اس کو مزید خود پر جھکتے دیکھ کر بولی تھی۔زمان اس کی حالت دیکھتا اپنے منہ زور جذبات پر قابو پاتا اس کے گلابی روئی جیسے گالوں کو شدت سے چومتا پیچھے ہٹا تھا۔

زرتاشہ نے اپنی رکی ہوئی سانسیں بحال کی تھیں۔اپنے ہاتھ میں موجود زمان کا ہاتھ چھوڑتے اس نے اپنت تپتے گالوں پر رکھا تھا۔

زرتاشہ زمان کا ہاتھ دوبارہ اپنی کمر پر محسوس کرتی پھرتی سے اٹھتی واشروم میں بھاگی تھی۔زمان کچھ دیر بیڈ سے ٹیک لگانے کے بعد بیڈ سے اٹھتا جس راستے سے آیا تھا وہاں سے واپس چلا گیا تھا۔

****

پشاور میں موجود اپنے اصلی گھر پہنچتے خان زمل کو چھوڑ کر کچھ دیر کے لیے باہر گیا تھا۔یہاں ہر طرف سخت سکیورٹی کا انتظام تھا۔گھر میں ملازمین بھی موجود تھے۔زمل بور ہوتی خود ہی فریش ہونے کے بعد اپنا اور خان کا سامان الماری میں رکھنے لگی تھی۔

کپڑے الماری میں رکھتی وہ دروازہ کھلنے کی آواز پر مسکاتی پیچھے مڑی تھی۔جب خون سے بھرے خان کو دیکھتے اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔

خان اسے ایک نظر دیکھتا الماری سے اپنا سوٹ نکالتا فریش ہونے چلا گیا تھا۔زمل ساکت سی اپنی جگہ جمی کھڑی تھی جب خان فریش ہوکر واپس آیا تھا۔اسے ایک جگہ کھڑا دیکھ کر خان اپنے گیلے بالوں کو ہاتھوں سے جھٹکتا زمل کے قریب آیا تھا۔

میرے قریب مت آئیے گا خان۔۔۔وہ سرد آواز میں بولی تھی۔خان نے ایک سرد آہ خارج کی تھی۔

زمل اس بات پر ہماری پہلے بحث ہوچکی ہے میں تمھیں بتا چکا ہوں میں یہ کام نہیں چھوڑ سکتا۔۔خان سپاٹ انداز میں بولا تھا۔

کیا آپ چاہتے ہیں آپ کے بچے اس ماحول میں پرورش پائیں جہاں اس کا باپ ہر دوسرے دن لوگوں کے خون میں نہا کر واپس آتا ہے ؟ کیا آپ چاہتے ہیں آپ کی بیٹی کو بھی کوئی زرش کی طرح کڈنیپ کر کے مار دے یا پھر میری طرح اس پر تشدد کر کے اسے جلا دیا جائے۔۔۔وہ اپنے بازو پر بنے جلے نشان کو دیکھتی تکلیف سے بولی تھی۔

اس کی باتوں سے خان کی رگیں تن گئی تھیں۔ وہ صحیح کہہ رہی تھی یقیناً آج نہیں تو کل جلد اس کی بھی اولاد ہو جائے گی کیا پھر بھی وہ ایسا ہی کرے گا ؟

میں اس بارے میں سوچوں گا زمل۔۔۔خان اپنی آنکھیں بند کر کے کھولتا تنے ہوئے اعصابوں سے بولا تھا۔زمل اس کے قریب آئی تھی۔

خان کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے اس نے نرمی سے سہلائے تھے۔خان کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑنے لگی تھی۔

آپ ایک قدم صحیح راستے کی طرف اٹھائیں اللہ پاک آپ کے لیے آسانیاں پیدا کرے گا۔وہ بہت رحیم ہے۔اس کی طرف لوٹ آئیں۔آپ کی ہر منزل آسان ہوجائے گی۔۔زمل کی بات سے خان نے سر ہلایا تھا۔

میں ہر پل آپ کے ساتھ رہوں گی میں چاہتی ہوں آپ بھی ایک عام انسان کی طرح خوشحال زندگی میرے ساتھ گزاریں۔۔۔زمل نے اسے سمجھایا۔۔۔

خان نے اس کا جلے ہوئے بازو والا ہاتھ پکڑا تھا۔ اس کی شرٹ کو بازو سے کھسکاتے خان نے وہاں بنے نشان پر محبت سے اپنا لمس چھوڑا تھا۔

تمھاری جان کی حفاظت میری ذمہداری تھی اور میں اس میں بھی کامیاب نہ ہوسکا۔۔۔اس کے لہجے میں ملال تھا۔

یہ میری قسمت میں تھا آپ چاہ کر بھی مجھے بچا نہیں سکتے تھے۔۔۔وہ خان کے بالوں میں اپنا دوسرا ہاتھ پھیرتی بولی تھی۔

اس کا لمس زمل کو سکون بخش گیا تھا۔ خان نے دھیرے سے سر ہلایا تھا۔

میں آپ کا انتظار کر رہی تھی اب آپ آگئے ہیں تو کھانا کھاتے ہیں مجھے بہت بھوک لگی ہے۔۔۔زمل اس کا ہاتھ پکڑتی باہر لے گئی تھی۔

****

شیر خان کو یہاں خان کے آنے کی خبر مل چکی تھی۔ وہ خان کو مروانے کے نئے طریقے ڈھونڈ رہا تھا۔

اسے یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی بیوی اب اس کی کمزوری بن چکی ہے۔ اب وہ اس کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ یزدان کو ڈھونڈنے کے لیے بھی اس نے اپنے کتے چھوڑے ہوئے تھے۔

وہ خان کو ختم کر کے آرام سے ساری زندگی اس سیٹ پر بیٹھ کر راج کرنا چاہتا تھا۔

خان کے گھر کے گرد آدمیوں کو تعینات کردو۔۔شکار خود چل کر شیر کی کچھار میں آیا ہے۔۔۔موقع پاتے ہی اس کی بیوی کو اٹھا لینا۔۔اور اسفند خان پر نظر رکھو آج کل بڑا سر پر چڑھ رہا ہے۔۔۔سگار ہونٹوں میں لیے شیر خان نے اپنے آدمی سے کہا تھا۔

سرکار خان نے اپنے گھر بہت سخت سکیورٹی رکھی ہے کوئی اس کے گھر کے دس میل کے فاصلے تک بھی نہیں آ سکتا۔۔۔اس کے آدمی نے شیر خان کو بتایا۔

اس کی سکیورٹی کو خرید لو۔۔جتنے پیسے لگے مجھ سے لے لینا۔۔لیکن جلد سے جلد کام ہو جانا چاہیے۔وہ چیئر مین کے لیے ہونے والے انتخاب سے پہلے خان کو ختم کرنا چاہتا تھا۔

جیسا آپ کہیں سرکار۔۔۔شیر خان کا ملازم سر ہلاتا وہاں وے چکا گیا تھا۔ شیر خان کسی بھی حال میں خان کو مزید مضبوط نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ اگر وہ ایک بار آرگنائزیشن کا چیئر مین بن جاتا پھر اس کے لیے شیر خان کی جگہ حاصل کرنا مشکل نہیں تھا اور اسی سے شیر خان ڈرتا تھا۔

اور یہی ڈر وہ خان کو قتل کروا کر ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے خان اس کی اولاد نہیں تھا بلکہ اولین دشمنوں میں سے ایک تھا۔

. . . .

زمان کا معمول بن گیا تھا وہ ہر شام اپنے کام ختم کرتا زرتاشہ کے ساتھ وقت گزارنے آتا تھا زرتاشہ کو اس دن کے بعد سے اسفند کا کوئی فون نہیں آیا تھا البتہ سارا دن قاسم اس کے ساتھ رہتا تھا جبکہ ہر شام وہ زمان کے ساتھ گزارتی تھی۔

وہ فریش ہوکر باتھ روم سے نکلی تھی اپنے گیلے بالوں کو صاف کرتی اچھے سے کنگھی کرتے وہ کمرے میں چکر کاٹتی زمان کا انتظار کر رہی تھی زمان نے آج اسے کچھ دکھانا تھا جس کا وہ بے صبری سے انتظار کر رہی تھی۔

کچھ دیر بعد ہی کھڑکی پر ہونے والے ناک اور ساتھ ہی زمان کے اندر آنے پر وہ خاموشی سے ایک جگہ کھڑی ہوگئی تھی۔

زمان نے اسے دیکھتے ہی اپنے بازو پھیلائے تھے۔زرتاشہ نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ زمان کی باہوں میں سمائی تھی ۔

زمان نے محبت سے اس کے سر پر اپنے ہونٹ رکھے تھے۔جس سے زرتاشہ کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی۔اپنی زندگی کے ان حسین لمحوں کو وہ بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہی تھی۔

کب سے انتظار کر رہی ہو ؟ زرتاشہ کے گیلے بالوں کی مہک خود میں اتارتے زمان نے ہلکی سی مسکان کے ساتھ پوچھا تھا۔

زیادہ دیر نہیں ہوئی۔۔آپ نے مجھے کچھ دکھانا تھا شاید ؟ زرتاشہ نے زمان کی آنکھوں میں دیکھتے جیسے اسے یاد دلایا تھا۔

ہاں دکھانا تو ہے لیکن میرے سر میں درد ہو رہا ہے پہلے میرے سر کو دباو۔۔۔اسے بیڈ پر بیٹھاتے زمان اس کی گود میں سر رکھ گیا تھا۔

زرتاشہ نے نرمی سے اس کے سر کو دبانا شروع کیا تھا۔زمان سکون محسوس کرتے سونے لگا تھا۔کچھ ہی دیر میں وہ زرتاشہ کی گود میں سر رکھے سو گیا تھا۔

زرتاشہ زمان کے چہرے کو کافی دیر تکتی رہی تھی۔۔ڈنر کا ٹائم ہوتے ہی وہ مہناز بیگم کے پکارنے سے پہلے ہی زمان کا سر آہستہ سے سرہانے پر ٹکاتی کھانا کھانے چلی گئی تھی۔

کمرے میں آنے کے بعد کافی دیر زمان کا انتظار کرنے کے بعد وہ لائٹ اوف کرتی اس کے ساتھ ہی لیٹ گئی تھی۔

****

ہم پشاور کس کام سے آئے ہیں خان ؟ لیپ ٹاپ پر کام کرتے خان کو دیکھتے زمل نے آہستہ آواز میں خان سے پوچھا تھا۔

تمھاری بات پر عمل کر رہا ہوں یہاں موجود شیر خان کے کچھ چھپے ہوئے اڈوں کو ختم کرنے آیا ہوں۔۔اس کے بعد ہم بہاولپور چلیں گے۔۔خان نے لیپ ٹاپ پر ٹائیپنگ کرتے زمل کو اپنے ارادے بتائے تھے۔

آپ صبح سے بزی ہیں اب کچھ دیر ریسٹ کر لیں۔۔خان کے تھکے ہوئے چہرے کو دیکھتی زمل بولی تھی۔وہ جب سے پشاور آئے تھے اس نے ایک بھی دن خان کو دو یا تین گھنٹے سے زیادہ سونے نہیں دیا تھا۔

یہ کام ختم کرکے ریسٹ ہی کرنا ہے۔۔تب تک مجھے ایک کپ چائے کا بنا دو۔۔خان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ زمل سے کہا تھا۔

زمل سر ہلاتی جھٹ سے اٹھ کر کیچن کی طرف گئی تھی۔رات کا ٹائم تھا اور تقریبا سب ملازم اپنے اپنے کاٹیج میں چلے گئے تھے۔اس لیے سارے گھر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔زمل بھی بنا حجاب کیے گلے میں دوپٹہ ڈالے آسانی سے کسی کے بھی آنے کی فکر کیے کھڑی تھی کیونکہ خان نے اس کی سہولت کے لیے کسی بھی آدمی کو رات میں گھر کے اندر آنے سے منع کیا تھا۔

زمل چائے کپ میں ڈال رہی تھی جب اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔۔اس سے پہلے زمل چیختی ایک آدمی نے سختی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔۔

زمل اپنے آپ کو چھڑوانے کی مکمل کوشش کر رہی تھی۔مگر اپنے پیچھے موجود دیو نما شخص کے آگے وہ بے بس تھی۔۔

اگر ہلکی سی بھی آواز نکالی تمھارا حشر بگاڑ دوں گا۔۔زمل اس آدمی کی آواز سنتی گھبرا گئی تھی۔

زمل شلف پر ہاتھ مارتی کوئی چیز پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی تاکہ اپنے پیچھے موجود شخص کو خود سے دور کر سکے۔۔

گرم پین جس میں سے ابھی بھی بھاپ نکل رہی تھی خوش قسمتی سے زمل کا ہاتھ اس پر گیا تھا۔۔زمل نے بنا کچھ سوچے سمجھے وہ اٹھا کر اپنے پیچھے موجود شخص کے سر پر مارنے کی

کوشش کی تھی جو کامیاب ٹھہری تھی لیکن پین میں موجود گرم چائے کے قطرے زمل کی گردن کو جھلسا گئے تھے۔۔

اپنے چہرے سے گرفت ڈھیلی پڑتے ہی زمل مچل کر اس کی گرفت سے نکلی تھی۔۔جبکہ وہ اونچی آواز سے خان کو پکارنے لگی تھی۔

خان۔۔۔آہہ۔۔پیچھے موجود شخص نے زمل کے دوپٹے کو پکڑ کر کھینچا تھا جس سے زمل کا سانس گھٹنے لگا تھا۔

خان جو زمل کا انتظار کر رہا تھا اس کی چیخ سنتا فورا اپنی گن پکڑتا روم سے باہر نکلتا دبے قدموں سے کیچن کی طرف گیا تھا۔

کسی دوسرے شخص کو زمل کے قریب دیکھ کر اس کی رگیں تن گئی تھی۔۔غصے سے سارے چہرے پر سرخی پھیل گئی تھی۔

زمل کی حالت دیکھتے اپنے ہاتھ میں موجود گن پر اپنی گرفت مضبوط کرتے خان نے اس شخص کے بازو کا نشانہ لیا تھا جس سے اس نے زمل کو کندھے سے تھاما ہوا تھا جبکہ دوسرا ہاتھ زمل کے منہ پر جمائے وہ اسے اپنے ساتھ کھینچ کر لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

سائلنسر نہ لگے ہونے کی وجہ سے گن چلنے کی آواز زمل کے کان میں پڑی تھی ساتھ ہی خود پر گرفت ڈھیلی محسوس کرتی زمل تیزی سے اس سے دور ہوئی تھی۔

خان نے دوسری گولی اس کی ٹانگ پر ماری تھی جس سے وہ شخص تکلیف سے تڑپنے لگا تھا۔۔گن چلنے کی آواز پر گھر کی حفاظت پر معمور سارے گارڈز گھر کے اندر داخل ہوئے تھے۔۔

ایک سینکڈ سے پہلے اپنی نظریں جھکا لو ورنہ سب کی آنکھیں نکال دوں گا اور اس آدمی کو لے کر باہر نکل جاو ورنہ سب کی لاشیں بچھا دوں گا ۔۔۔زمل کو بے حجاب دیکھتے تیزی سے زمل کو اپنے حصار میں لیتا خان رخ پھیرتا غصے سے دھاڑا تھا۔

اس کو کوئی شخص میری اجازت کے بغیر ہاتھ نہیں لگائے گا۔۔اگر کسی نے میرے خلاف جانے کی کوشش کی اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔۔زمل کے گرد حصار مضبوط کرتے وہ اس شخص کو گھسیٹ کر لے جاتے اپنے آدمیوں سے بولا تھا۔

جیسا آپ کا حکم خان۔۔خان کے آدمی مودب طریقے سے جواب دیتے چلے گئے تھے۔۔

میرا دل کرتا ہے اس کی کھال ادھیڑ دوں جس نے تمھیں تکلیف دی ہے۔۔
وہ آنکھیں نوچ لوں جس نے میری بیوی کو دیکھا ہے۔۔
وہ ہاتھ کاٹ دوں جس سے اس نے تمھیں چھوا ہے۔۔

خان شدت سے زمل کو خود میں بھینچے بول رہا تھا۔۔

زمل اس واقع سے ڈرتی خان کے سینے میں سر چھپائے کھڑی تھی۔۔خان کی باتیں سن کر خوف کی ایک سرد لہر اسے خود میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔

تمھیں کہیں چوٹ تو نہیں لگی ؟ اپنی گن ویسٹ میں رکھتے خان نے زمل کا چہرہ تھامتے نرمی سے پوچھا تھا۔

زمل نے کانپتے ہاتھوں سے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا تھا جہاں سے اس کی ساری جلد سرخ ہوئی پڑی تھی لیکن اس کے چہرے پر بھی ہلکی ہلکی انگلیوں کے نشانہ دکھائی دے رہے تھی۔

میری خانم۔۔۔خان نے محبت سے اس کی گردن پر ہونٹ رکھے تھے۔۔تم پر آنے والی ہر تکلیف کا بدلہ میں اس شخص کا خون نچوڑ کر لوں گا۔۔کسی کی جرت نہیں ہوگی دوبارہ تمھاری طرف دیکھنے کی بھی۔۔زمل کے ماتھے پر ہونٹ رکھتے وہ شدت پسندی سے بولا تھا۔۔

زمل نے سختی سے آنکھیں میچ لی تھی۔۔یہ تکلیف و درد شاید اب ساری زندگی کے لیے اس کی قسمت میں لکھ دیے گئے تھے۔۔

زمل کو اپنے حصار میں لیتے خان اسے کمرے میں لے کر آیا تھا۔اتنی سکیورٹی سے بچ کر اس شخص کا زمل تک پہنچ جانا خان کے لیے شدید حیرت کا باعث تھا۔

زمل اچھا خاصا ڈر گئی تھی اسے ابھی تک اپنا سانس بند ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔خان فرسٹ ایڈ باکس لے جانے لگا تھا جب زمل نے فورا اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

مجھے اکیلا مت چھوڑیں۔۔اس کی آنکھوں میں ڈر دیکھ کر خان نے سختی سے اپنی مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔۔

خانم میں یہاں ہی ہوں فرسٹ ایڈ باکس لینے جا رہا ہوں۔۔خان نے اس کے چہرے کو تھامتے نرم لہجے میں محبت سے کہا تھا۔۔

زمل نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا پھر گہرا سانس لے کر اپنا سر ہلایا تھا۔خان اس کے سر پر لب رکھتا واشروم میں سے ایڈ باکس لینے چلا گیا تھا۔

اس کی گردن سے بال ہٹاتے خان نے احتیاط سے دوائی لگائی تھی۔زمل کے لبوں سے بے ساختہ سسکی نکلی تھی۔۔

تم یہاں مزید محفوظ نہیں ہو اس لیے میں تمھیں بہاولپور دو دنوں تک بھیج دوں گا۔۔فرسٹ ایڈ باکس واشروم میں رکھ کر خان واپس آکر زمل کے پاس بیٹھا تھا

وہاں بھی میں آپ کے بغیر محفوظ نہیں رہوں گی خان۔۔زمل نے نم آنکھوں سے خان کو تکتے ہوئے کہا۔

خانم وہاں تم بالکل محفوظ رہو گی مجھ پر یقین رکھو۔۔خان نے نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھے تھے۔۔زمل نے بے ساختہ خان کی شرٹ پکڑ کر اس کے کندھے سے سر ٹکایا تھا۔۔

اپنا کندھا بھیگتے محسوس کرتے خان نے اپنے آپ کو ایک بار پھر زندگی میں بے بس محسوس کیا تھا۔

خانم وہاں میری مورے اور میری بہن زرتاشہ رہتی ہیں اس جگہ کا کسی کو علم نہیں۔۔۔بہت جلد میں یہاں کام ختم کرتے تمھارے پاس پہنچ جاوں گا۔۔خان نے زمل کی کمر کے گرد حصار باندھتے اسے خود میں زور سے بھینچ لیا تھا۔

میں کمزور نہیں ہوں خان۔۔۔لیکن میں کمزور ہو رہی ہوں۔۔وہ دھیمی آواز میں ممنائی تھی۔۔

تم میری خانم ہوں تم کبھی کمزور نہیں پڑو گی۔۔خان نے اس کی کمر سہلاتے ہوئے کہا تھا۔۔

زمل نے ایک گہرا سانس لیتے خان کے کلون کی خوشبو خود میں اتاری تھی۔۔خان کی موجودگی اسے سکون دے رہی تھی۔۔

میں نے آپ کے لیے چائے بنائے تھی۔آپ کو چائے کی طلب ہو رہی ہوگی۔میں فریش ہوکر آپ کے لیے دوبارہ چائے بنا دیتی ہوں۔۔وہ خان سے دور ہوتے ہوئے اپنے لب کاٹتی ہلکے پھلکے لہجے میں بولتی ماحول میں موجود تناو کو ختم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

مجھے اس وقت کسی اور چیز کی طلب ہو رہی ہے۔۔خان اس کے ہونٹوں کو دیکھتا معنی خیز لہجے میں بولا تھا۔۔

زمل اس کی نظروں کا ارتکاز دیکھتی سٹپٹائی تھی۔۔

میں فریش ہونے جا رہی ہوں۔۔وہ پھرتی سے اٹھتی واشروم کی طرف بھاگی تھی۔۔اپنے پیچھے سے خان کا ہلکا سا قہقہہ سن کر زمل کے ہونٹوں پر بھی ہلکی مسکراہٹ ابھری تھی۔

****

زمان کی آنکھ آدھی رات کو کھلی تھی۔۔زرتاشہ کو اپنے قریب سویا دیکھ کر اس کی چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ نمایا ہوئی تھی۔

وہ سوتے ہوئے کوئی معصوم بچی لگ رہی تھی۔وہ نیند کی وادیوں میں گم زمان کے جذبات جگا رہی تھی۔۔

اس کو تنگ کرنے کا سوچتے زمان نے آہستہ سے اس کے دائیں گال پر اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔زرتاشہ زرا سا ہلکی بھی نہ تھا زمان نے جا بجا اس کے چہرے پر اپنا لمس چھوڑا تھا۔

زرتاشہ نیند میں اپنے چہرے پر جھلستا لمس محسوس کرتی کسمسائی تھی۔۔زمان نے اسے جگانے کے لیے زور سے اس کی گال میں دانت گاڑھے تھے۔۔

زرتاشہ کی آنکھیں پٹ سے کھلی تھیں۔۔اس نے آنکھیں پھیلائے بے ساختہ اپنے گال پر ہاتھ رکھتے شرارتی مسکان لیے زمان کو دیکھا تھا۔

جس طرح تم سو رہی تھی مجھے لگا کہیں بے ہوش ہی نہ ہوگئی ہو۔۔زمان نے اس کی ناک پر لب رکھتے شریر انداز میں کہا تھا۔

زرتاشہ اس کے بہکے انداز کو محسوس کرتی گھبرائی تھی۔اس کی بے ساختہ ہتھلیاں بھیگنے لگی تھیں۔۔

آپ نے مجھے کچھ دکھانا تھا۔۔اپنے خشک حلق تر کرتی زرتاشہ منمنائی۔۔

ہاں یہ دیکھو اسے میں نے کافی دیر سے اپنے پاس سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔۔زمان نے اسے ایک پرانی سی تصویر اپنی پاکٹ سے نکال کر پکڑائی تھی۔

وہ زرتاشہ کے نکاح کے دن والی تصویر تھی جس میں وہ سرخ جوڑا پہنے نروس سی خان کے ساتھ لگی بیٹھی نکاح نامے پر سائن کر رہی تھی۔

وہ دن یاد کرتے زرتاشہ کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے شیر خان کے شہر سے باہر جانے کا فائدہ اٹھاتے خان نے موقع دیکھتے ہی زرتاشہ کا پہلی فرصت نکاح کر دیا تھا۔۔۔ان کی رخصتی ایک مہینے بعد طے پائی تھی۔۔لیکن شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا تبھی خان کی غیر موجودگی میں شیر خان نے اسے بیچ دیا تھا۔۔اپنا ماضی یاد کرتی وہ کانپ اٹھی تھی۔۔

ششش۔۔۔تمھارے یہ آنسو بہت انمول ہیں۔۔زمان نے آہستہ سے اس کے آنسو اپنے ہونٹوں سے چنے تھے۔۔

مجھے بہت ڈر لگتا ہے زمان میرا ماضی مجھے کبھی جینے نہیں دے گا۔۔وہ اسفند کے بارے میں سوچتی کانپ اٹھی تھی۔۔

آپ کو تو مجھ سے کئی گنا زیادہ اچھی لڑکی مل جائے گی پھر آپ کیوں میرے پیچھے اپنی زندگی برباد کر رہے ہیں ؟؟ زرتاشہ سسکی تھی۔۔

I want you.

I want us.

I want it all.

With you.

Only you.

Because I love you jana You are my girl whom I love from bottom of my heart.You are my lifeline.You are my everything.

زمان نے اس کا چہرہ تھام کر ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے زرتاشہ کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا تھا۔۔زرتاشہ جو سانس تھامے اسے سن رہی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو مزید روانی سے بہنے لگے تھے۔۔زمان نے اس کا ماتھا اپنے ماتھے سے ٹکاتے اپنے انگھوٹے سے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔۔

Your tears are hurting me jana.

زمان نے اس کی آنکھوں پر نرمی سے لب رکھتے تکلیف دہ لہجے میں کہا تھا۔۔

آپ مجھ سے پہلے اتنے برے طریقے سے کیوں پیش آتے تھے ؟ زرتاشہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔

میں ناراض تھا تم سے۔۔۔میں چاہتا تھا جسے میں تکلیف میں رہا تم بھی میری تکلیف محسوس کرو۔۔میں بے وقوف تھا بھول گیا تھا کہ تم نے مجھ سے زیادہ تکلیف برداشت کی ہے۔زمان نے لب بھینچ کر اس کی نم پلکوں کو ہلکے سے چھوتے بتایا تھا۔۔

مجھے اپنے وجود سے نفرت محسوس ہوتی ہے زمان۔۔۔میں آپ کے قابل نہیں ہوں۔۔۔وہ سسکتے ہوئے بولی تھی۔۔

مجھے خود سے گھن سی محسوس ہوتی ہے جب خود پر ان چاہا لمس محسوس کرتی ہوں۔۔وہ زمان کی آنکھوں میں دیکھتے تکلیف سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔۔

آپ جائیں یہاں سے میں فلحال اکیلی رہنا چاہتی ہوں۔۔زمان کے چپ رہنے پر وہ زمان سے دور ہٹنے کی کوشش کرتی بولی تھی۔

میری نظروں میں تم سب سے بہادر لڑکی ہو جس نے ایک بار پھر جینا سیکھا اپنے ڈر کو اپنے راستے میں آنے نہیں دیا۔۔

میری یہ بات غور سے سنو اور اپنے ذہن میں بٹھا لو مجھے تمھارے ماضی سے فرق نہیں پڑتا میں خوش ہوں کیونکہ مجھے تم واپس مل گئی ہو۔۔اور میں یہ لمحات ماضی کو یاد کر کے گنوانا نہیں چاہتا میں تمھارے ساتھ ایک حسین زندگی جینا چاہتا ہوں۔۔زمان نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر شدتِ جذبات سے کہا تھا۔۔

زرتاشہ نم آنکھوں سے مسکرا اٹھی تھی زمان نے محبت سے اس کا ماتھا چوما تھا۔۔یہ قسمت ہی تھی جس نے اسے زرتاشہ سے ملایا تھا۔۔ورنہ نہ جانے کتنے سال وہ اسے ڈھونڈتا رہتا۔۔

****

زمل کے سونے کا یقین کرتے خان اس کے سر پر بوسہ دے کر بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔وہ زمل کو میڈسن دے چکا تھا جس سے اب اس نے صبح ہی اٹھنا تھا۔۔اس نے سب سے پہلے قاسم کو کال کر کے کل پشاور بلایا تھا۔وہ زمل کو جلد سے جلد یہاں سے بھجوانا چاہتا تھا۔۔

زمل پر ایک نظر ڈالتا وہ کمرے سے باہر نکلا تھا۔۔سب سے پہلے وہ اس آدمی سی نبٹنا چاہتا تھا جس نے اس کی بیوی کو دیکھنے ، چھونے اور تکلیف پہنچانے کی غلطی کردی تھی۔

خان لاونچ میں جاکر صوفے پر بیٹھا تھا جبکہ اس کی ایک کال پر مطلوبہ شخص لاونچ میں اس کے پاس پہنچ چکا تھا۔۔

خان کے حکم کے مطابق کسی نے اس آدمی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا لیکن اسے مرنے سے بچانے کے لیے اس کی مرہم پٹی کردی گئی تھی۔۔

اس کو کرسی پر باندھو اور اس کے منہ میں کچھ ٹھوسو اس کی ہلکی سی بھی آواز مجھے سنائی نہیں دینی چاہیے۔۔۔خان نفرت سے اس آدمی کو دیکھتے اپنے ساتھیوں سے بولا تھا۔

خان کے آرڈر پر اس آدمی کو کرسی پر باندھ دیا گیا تھا اور اس کا منہ بھی بند کر دیا گیا تھا۔

خان کے اشارے اس کے آدمیوں میں سے ایک نے اسے کٹر پکڑایا تھا۔۔

میں اپنی خانم کے معاملے میں بہت پوزیسیو ہوں تم نے غلطی کردی میری خانم کو اپنے ان گندے ہاتھوں سے چھونے کی۔۔اس کا دائیں ہاتھ پکڑتے خان نے اس کی پہلی انگلی کاٹی تھی۔۔

ایک تکلیف دہ چیخ مقابل کے حلق میں دبی تھی۔۔وہ بے بسی سے اور تکلیف سے تڑپ رہا تھا۔۔وہ تو یہ سوچ کر آیا تھا کہ آسانی سے زمل کو قتل کر دے گا مگر اس نے غلط سوچا تھا۔

خان نے اپنا عمل کئی بار دہرایا تھا۔۔خون سفید فرش پر گرتا اس کا رنگ سرخ کرنے لگا تھا۔خان کی سفاکیت پر سارے آدمی کانپ رہے تھے۔۔ان لوگوں نے قصے سنے ہوئے تھے مگر آج پہلی بار اس بربریت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔۔

میں صرف ایک بار پوچھوں گا تمھیں یہاں کس نے بھیجا اگر تم نے جواب نہ دیا تمھاری آنکھیں ایک ایک کرکے نکال دوں گا جس سے تم نے میری بیوی کو بے حجاب دیکھا تھا۔۔خان سفاکیت سے بولا تھا۔۔مقابل بندھے آدمی نے زور سے سر ہلایا تھا۔۔

خان کے اشارے پر ایک آدمی نے اس کے چہرے سے ٹیپ اتاری تھی جب وہ طوطے کی طرح تکلیف سے بھرے لہجے میں بولنا شروع ہوا تھا۔۔

ا۔۔۔اسفند خان نے مج۔۔۔مجھے۔۔۔ا۔۔اس لڑکی کو مارنے کو ب۔۔ بھینا تھا۔۔اس نے لڑکھڑاتی زبان میں بتایا تھا۔۔

اس کے جواب کے ساتھ ہی لاونچ میں گولی چلنے کی تیز آواز گونجی تھی

اس کی باڈی اسفند خان کو بھجوا دو اور یہ سارا لاونچ شیشے کی طرح مجھے ایک گھنٹے میں صاف ملنا چاہیے۔۔خان سرد مہری سے بولتا اپنے خون سے بھرے ہاتھوں اور گن کو لیتا گیسٹ روم میں فریش ہونے چلا گیا تھا۔۔وہ اس حالت میں اس کمرے میں بھی داخل نہیں ہونا چاہتا تھا جہاں زمل سو رہی تھی۔۔

فریش ہونے کے بعد لاونچ میں نظر ڈالتا خان زمل کے ساتھ لیٹ گیا تھا۔۔جب سے وہ زرخان "سے "خان "بنا تھا یہ زندگی میں پہلی بار وہ ڈر گیا تھا۔۔زمل کی حالت دیکھ کر اس کے" دل میں خوف پیدا ہوا تھا۔اس کو کھونے کا ہھر اسے احساس ہوا تھا زمل اس کی کمزوری بن چکی ہے۔۔

اپنی سوچوں پر لگام ڈالتے زمل کو اپنے حصار میں لیتا خان اس کے وجود کی خوشبو خود میں اتارتا نیند کی وادیوں میں اتر گیا تھا۔۔

....

مورے آج ماہم گھر میں اکیلی ہے کیا میں اس کے گھر رات کو رک سکتی ہوں۔۔

قاسم خان کے بلانے پر پشاور گیا تھا۔ اسی موقعے کا فائدہ اٹھاتے زرتاشہ نے مہناز بیگم سے پوچھا تھا۔

اچھا ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔۔مہناز بیگم نے ایک گہرا سانس بھرتے زرتاشہ کے کھلے چہرے کو دیکھتے اجازت دی تھی۔اسے ہر گزرتے دن کے ساتھ خوش ہوتے دیکھ کر مہناز بیگم بھی بہت خوش تھی آخر کار ان کی بیٹی کو بھی خوشیاں نصیب ہوئی تھیں۔۔

تھینک یو سو مچ مورے۔۔۔زرتاشہ نے خوشی سے انھیں گلے سے لگایا تھا۔۔مہناز بیگم نے محبت سے اس کے سر پر بوسہ دیا تھا۔۔

میں فریش ہوجاوں۔۔آپ ڈرائیور انکل کو کہیں مجھے چھوڑ آئیں۔۔زرتاشہ بولتی تیزی سے سیڑھیاں چڑھتی اپنے کمرے میں گئی تھی۔۔اپنی مطلوبہ چیزیں ایک چھوٹے سے بیگ میں رکھتی وہ ماہم کے گھر چلی گئی تھی۔۔

ان کے گھر داخل ہوتے ہی ماہم کا سامنا زمان سے ہوا تھا۔۔ماہم اپنی مما کے ساتھ کسی قریبی رشتے دار کے گھر گئی تھی ان لوگوں نے دو دن سے پہلے واپس نہیں آنا تھا۔۔زمان نے منتیں کر کے زرتاشہ کو یہاں آنے کے لیے منایا تھا۔

زرتاشہ کو مہناز بیگم سے جھوٹ بولنے پر دکھ ہوا تھا لیکن زمان کے آگے مجبور ہوتے ہوئے اس نے ایسا کیا تھا۔

تم فریش ہوجاو پھر ہم باہر لنچ کریں گے۔۔زرتاشہ کا ہاتھ پکڑتے زمان اسے اپنے روم میں لے کر آیا تھا۔اس کا ماتھاچومتے زمان نے محبت سے ہلکی سی مسکان کے ساتھ کہا تھا۔

زرتاشہ سر ہلاتی اپنے ساتھ لائے بیگ میں سے شفون کا پرپل رنگ کی ٹراوزر شرٹ نکالتی فریش ہونے چلی گئی تھی۔

زرتاشہ کا ویٹ کرتا زمان بیڈ پر لیٹ کر اپنا موبائل استعمال کرنے لگا تھا۔

کچھ دیر بعد نکھری نکھری سی زرتاشہ گیلے بالوں کو تولیے میں لپیٹے باہر نکلی تھی۔۔اپنا موبائل سائیڈ پر رکھتا زمان اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا زرتاشہ کے پاس گیا تھا اس کی گردن پر چپکے گیلے بالوں کو جھٹکتاّّ وہ اس کی کمر کے گرد ہاتھ باندھتا اس کی گردن پر اپنی ٹھوڑی ٹکا چکا تھا۔

زرتاشہ اس کے عمل پر گھبرا گئی تھی وہ اپنا آپ زمان کو سونپنا چاہتی تھی لیکن ناجانے کیوں اس کا دل عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا۔ یا شاید سب سے چھپ کر یہاں آنے پر وہ ایسا محسوس کر رہی تھی۔

زمان کے ہونٹ اپنے دائیں گال پر محسوس کرتی وہ کپکپا گئی تھی۔

کیا سوچ رہی ہو؟ زمان نے سرگوشی میں پوچھا۔

کچھ نہیں۔۔بس ڈر لگ رہا ہے مورے سے جھوٹ بول کر آئی ہوں تو کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔۔وہ نظریں جھکائے دھیمی آواز میں بولی تھی۔

ایک دن کی تو بات ہے کل تم نے گھر چلے ہی جانا ہے۔۔اب ان سب باتوں کو چھوڑ کر مجھ پر دھیان دو۔۔زمان اس کے گیلے بالوں کی مہک خود میں اتارتا بہکے انداز میں بولا تھا۔

زمان مجھے بال تو بنانے دیں۔۔۔

ششش۔۔ایک لفظ نہیں ۔۔ تم صرف میری سانسوں کو سنوں گی۔۔وہ اس کے ماتھے کو شدت سے چومتا ہوا گویا ہوا۔۔

زرتاشہ اس کے شدت بھرے لمس کو محسوس کرتی اپنی آنکھیں میچ گئی تھی۔وہ زمان کو مکمل طور پر اپنا آپ سونپ چکی تھی۔

زمان نے اس کے چہرے پر جابجا محبت بھرا لمس چھوڑا تھا۔اس کی سانسوں کو خود میں قید کرتے اس کی بھیگی زلفوں کو اپنی انگلیوں میں الجھاتے اس نے اس کا چہرہ مزید اونچا کرتے اس کے لبوں کو مکمل طور پر اپنی دسترس میں لے لیا تھا۔

زرتاشہ سرخ پڑتی اس کے کندھے کو سختی سے دبوچ گئی تھی اسے اپنی ٹانگوں میں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔زمان کے سانسوں کو آزاد کرنے ہر وہ سرخ گلال ہوتی گہرے سانس لیتی اپنا سانس بحال کرنے لگی تھی۔

زمان کی بڑھتی شرارتوں اور شدتوں سے وہ کانپتی اور ہانپتی ہوئی اس کی گردن میں منہ چھپا گئی تھی۔جبکہ زمان قطرہ قطرہ اس کے وجود میں گم ہونے لگا تھا۔

بڑھتی رات ان دونوں کی محبت کے افسانے لکھنے لگی تھی جو ایک لمبی جدائی کے بعد ملے تھے۔۔

****

خان۔۔۔کہاں جارہے ہیں آپ ؟۔۔ مندی مندی آنکھیں کھول کر وہ خان کو کلائی پر گھڑی پہنتے دیکھ کر پوچھ رہی تھی۔رات والے واقعے سے وہ ابھی تک سہمی ہوئی تھی۔اسے پتا چل گیا تھا وہ یہاں ایک پل بھی خان کے بغیر محفوظ نہیں ہے۔۔۔۔

میں فلحال یہی ہوں خانم تم اٹھ کر فریش ہوجاو پھر باہر کہیں گھومنے چلتے ہیں قاسم آنے والا ہے پھر اس کے ساتھ تمھیں میں بھاولپور بھیج دوں گا۔۔۔خان اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتا زمل کے پاس آیا تھا نرمی سے بال اس کے کندھے سے ہٹاتا وہ اس کی گردن پر گرم چائے گرنے کی وجہ سے ہوئی سرخ جلد کو دیکھنے لگا تھا جس کی لالی قدرے کم ہوگئی تھی۔

میں آپ کے بغیر نہیں جانا چاہتی خان۔۔۔زمل نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اٹل لہجے میں کہا۔۔

اس بات پر کوئی بحث نہیں ہوگی خانم۔۔۔تم یہاں محفوظ نہیں ہوں اور ابھی مجھے یہاں بہت سے کام نبٹانے ہے۔۔۔میں تمھاری حفاظت نہیں کرپاوں گا بہتر یہ ہی ہے کہ تم چلی جاو میں بھی ایک ہفتے تک کام نبٹا کر آجاو گا مورے سے ملے ہوئے بھی کافی عرصہ ہو گیا ہے اور زرتاشہ سے بھی مجھے ملنا ہے۔۔۔اس لیے میں جلد سے جلد آنے کی کوشش کروں گا۔۔۔خان زمل کی پیشانی پر ابھرتی لکیروں کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کرتا بولا تھا وہ فلحال کوئی بھی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔۔

لیکن خان۔۔۔۔زمل نے اعتراض کرنا چاہا تھا جب خان نے اس کے نرم ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر خاموش کروا دیا تھا۔

شششش۔۔۔میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔۔جیسا میں چاہتا ہوں تم ویسا ہی کرو گی خانم ورنہ تمھیں بچاتے بچاتے میں یہاں خون کی ندیاں بہا دوں گا۔۔۔اس کا انداز بے حد سرد تھا۔۔زمل نے بے ساختہ جھر جھری لی تھی۔۔

تم فریش ہوجاو پھر ہمیں نکلنا ہے۔۔۔وہ زمل کی گال کو انگلیوں سے سہلاتا ہوا بولا تھا۔۔

زمل خاموشی سے اٹھتی فریش ہونے چلی گئی تھی۔۔خان اپنا موبائل لیتا روم سے باہر نکلا تھا۔۔ارمغان کا نمبر ملاتا وہ لاونج میں موجود صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔۔۔

خان عبیر ملک سے کنٹیکٹ ہو گیا ہے۔۔۔ارمغان نے کال اٹھاتے ہی اسے نیوز دی تھی۔۔

تم نے بات کی اس سے کیا وہ ہمارا ساتھ دینے کے لیے راضی ہے؟ خان نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے آنکھیں موندتے پوچھا تھا۔۔

وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے خان۔۔۔

مجھے اس کا نمبر سینڈ کر دو میں فری ہوکر بات کرتا ہوں اور ہاں کچھ آدمیوں کا انتظام کرواو جو اسفند اور شیر خان پر نظر رکھیں۔۔۔

جیسا آپ کہیں سر۔۔۔ارمغان نے مودب انداز میں جواب دیا تھا۔۔فون بند کرتے خان نے اپنی پیشانی مسلی تھی۔۔وہ زمل کو بہاولپور بھجوانے سے پہلے اس کے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنا چاہتا تھا یہی وجہ تھی اس نے اپنے اور زمل کے لیے ایک چھوٹا سا ٹور پلان کیا تھا تب تک قاسم نے بھی بہاولپور سے آجانا تھا۔۔

وہ زمل کا تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد بے صبر ہوتا روم میں واپس گیا تھا جہاں اسے بلیک ابائے میں حجاب کیے نقاب سیٹ کرتے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں فخریہ چمک آئی تھی۔۔

ناجانے اس نے ایسا کونسا اچھا عمل کیا تھا جو خدا نے اتنی نیک اور پاکیزہ بیوی اس جیسے شخص کے حصے میں لکھ دی تھی جو قتل کرنے سے پہلے سوچتا بھی نہ تھا۔۔

خان کو دیکھتے زمل نے اسے میٹھی سی مسکراہٹ پاس کی تھی۔۔خان نے بھی کالی شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی جو اس کے گورے رنگ پر بے حد جچ رہی تھی۔۔

خان ایک ہی جست میں زمل کے پاس پہنچا تھا اس کے ہاتھ سے نقاب پکڑتے ڈریسنگ پر رکھتے خان نے اس کی ٹھوڑی پکڑتے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔۔

خان کیا کر رہے ہیں۔۔۔اس نے سوالیہ نگاہوں سے خان کو دیکھا۔۔

ایک بار مجھے میرے مکمل نام سے پکارو۔۔۔ وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا عجیب خواہش ظاہر کر گیا تھا۔۔ناجانے آج کیوں اس کا دل اپنا نام زمل کے منہ سے سننے کو کر رہا تھا۔۔زمل نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔۔۔اسے خان کا مکمل نام کا نہیں پتا تھا۔۔

زرخان نام ہے میرا۔۔۔وہ زمل کی سوالیہ نگاہیں دیکھ کر بولا۔۔

زرخان۔۔۔وہ اپنی شیریں آواز میں بولتی خان کی دھڑکنوں میں ارتعاش برپا کر گئی تھی۔۔۔

زمل زرخان۔۔۔وہ خان کی آنکھوں میں دیکھتی سرشار سی بولی تھی۔۔خان نے بے ساختہ جھکتے اس کی پیشانی پر اپنے تشنہ لب رکھے تھے۔۔۔زمل نے آنکھیں بند کرتے اس کی لمس کو خود پر محسوس کرتے گہرا سانس خارج کیا تھا۔۔

خان خود پر قابو پاتا زمل سے دور ہٹا تھا نقاب اٹھا کر اس نے زمل کو پکڑایا تھا جو گلابی چہرے کے ساتھ تیزی سے نقاب سیٹ کرنے لگی تھی۔۔اس کے بعد خان اسے اپنے ساتھ لیتا سفر پر روانہ ہو گیا تھا۔۔

ہم کہاں جارہے ہیں آپ نے بتایا نہیں زرخان اور کتنی دیر لگے گی مجھے بھوک لگی ہے۔۔۔زمل نے خان کی طرف رخ کرتے پوچھا تھا انھیں سفر کرتے تقریبا ایک گھنٹے سے زیادہ ہو گیا تھا۔۔۔

بیک سیٹ پر بیگ پڑا ہے اس میں کھانے کا سامان ہے نکال لو خانم اور ہمیں ابھی مزید تین گھنٹے لگ جائیں گے۔۔۔خان نے اس کا پہلا سوال اگنور کر کے باقی دو کا جواب دیا تھا۔۔۔

آپ بہت تیز ہیں جان بوجھ کر نہیں بتا رہے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔۔زمل نے بیک سیٹ سے بیگ اٹھا کر کھولا تھا جس میں مختلف سنیکس تھے۔۔بیک سیٹ پر اور بھی بہت سی چیزیں پڑی تھی جن پر زمل نے پہلے غور نہیں کیا تھا۔۔

****

اسے نہیں پتا کتنا وقت گزر گیا تھا لیکن مزید چار گھنٹے بعد رک کر انھوں نے سوات سے لنچ کیا تھا۔۔زمل وہاں کی خوبصورتی دیکھتی مسمرائز تھی وہ کبھی ان جگھوں پر نہیں آئی تھی وہاں کی خوبصورتی دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ایک خوشگوار مسکراہٹ تھی اس کو خوش دیکھ کر خان بھی مطمئن تھا۔۔

تم کچھ دیر سو جاو ہمیں ابھی کافی دیر لگے گی۔۔۔خان نے زمل سے کہا تھا۔۔

نہیں مجھے یہ خوبصورت مناظر دیکھنے ہیں ۔۔۔وہ بضد ہوئی تھی۔۔خان خاموش ہو گیا تھا۔۔گاڑی کی خاموشی کو ختم کرنے کے لیے خان نے ریڈیو چلا دیا تھا۔۔۔زمل ایک گھنٹے بعد ہی سو گئی تھی۔۔خان نے چمکتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔۔

زمل۔۔۔زمل اٹھ جاو ہم پہنچ گئے ہیں۔۔خان نے زمل کے کندھے کو ہلا کر اسے اٹھایا تھا آسمان پر کالے سائے چھا چکے تھے جبکہ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔۔۔

زمل نے آنکھیں کھولتے خان کو دیکھا تھا جو اپنی سیٹ بیلٹ کھولتا کار سے باہر نکل گیا تھا۔۔زمل اپنا نقاب صحیح کرتی باہر نکلی تھی۔۔ٹھنڈی ہوا اس کی جسم دے ٹکراتی کپکپی طاری کر گئی تھی۔۔

خان نے بیک سیٹ سے بلیک کوٹ نکال کر اس کے کندھوں پر ڈالا تھا۔۔زمل نے تشکرانہ نگاہوں سے خان کو دیکھا تھا۔۔

رات کی خاموشی میں زمل کے پیٹ سے آتی آواز نے ارتعاش پیدا کیا تھا۔۔اسے بھوک لگی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کے پیٹ سے آوازیں آرہی تھی۔۔زمل شرمندہ سی ہوگئ تھی جبکہ خان نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے اپنا رخ سیدھا کیا تھا۔۔

ہم کہاں ہیں ؟ زمل نے شرمندگی کم کرنے کے لیے پوچھا تھا۔۔

تمھاری بھوک کا علاج کرنے۔۔۔وہ مسکراہٹ دباتا اس کے کندھے کے گرد بازو پھیلا کر چلنے لگا تھا کچھ فاصلے پر لائٹس تھی جہاں اوپن ایریا میں ڈنر کا انتظام سپیشل خان نے کروایا تھا۔۔۔

زمل نے چمکتی آنکھوں اور خوشگوار مسکراہٹ سے سامنے دیکھا تھا جہاں خوبصورت انداز میں ان کے ڈنر کا انتظام کیا گیا تھا۔۔۔

خان نے اسے کرسی پر بیٹھاہا تھا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔۔وہاں کے علاقائی کھانے ان کے سامنے پیش کیے گئے تھے۔۔

خانم بے فکر ہو کر کھاو یہاں اب کوئی نہیں آئے گا۔۔۔خان کے بولنے پر زمل نے مسکاتے ہوئے اپنا نقاب اتار لیا تھا۔۔ٹھنڈی ہوا سے اس کے گال لال پڑ گئے تھے۔۔

ہلکی پھلکی بات چیت کرتے ہوئے ان لوگوں نے خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا تھا۔۔

خان کھانے کے بعد اسے دائیں طرف لے گیا تھا جہاں ایک بڑا سا کیمپ لگایا گیا تھا۔۔صاف آسمان حد سے زیادہ تارے چمکتے دکھائی دے رہے تھے ارد گرد سبزہ اور پہاڑوں سے گھیری کمراٹ ویلی میں وہ لوگ موجود تھے۔۔۔

خان کے ساتھ کیمپ میں بیٹھتی وہ اس کے کندھے سے سر ٹکاتی کیمپ سے باہر کھلے آسمان کو دیکھنے لگی تھی۔۔۔خان ان لمحوں کو اپنی یاد گار میں اچھے سے محفوظ کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شاید آنے والا کل اسے مہلت نہ دے سکے۔۔۔

زمل کی پیشانی کو چومتے خان نے اس کے گرد نرمی سے اپنا حصار باندھا تھا۔۔۔

وہ دونوں ایک خوشگوار رات وہاں گزار کر صبح کے اجالے کو دیکھتے وہاں سے نکل آئے تھے لگاتار سارا دن سفر میں گزار کر وہ واپس پشاور کے لیے روانہ ہوگئے تھے۔۔تقریبا سارا دن ان کا سفر میں گزرا تھا رات کو گھر پہنچتے قاسم ان کا منتظر تھا۔۔

خان مجھ سے وعدہ کریں اپنا خیال رکھیں گے۔۔۔زمل نے گھر آتے ہی اپنا سامان گاڑی میں شفٹ ہوتے دیکھ کر اداس لہجے میں کہا تھا۔

مجھ پر یقین رکھو میں ایک ہفتے تک آجاو گا تب تک تم مورے اور زرتاشہ کے ساتھ وقت گزارنا۔۔۔خان نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا وہ سب سے چھپا کر زمل کو خاموشی سے روانہ کر رہا تھا اس کا بالکل دل نہیں تھا زمل کو خود سے دور بھیجنے کا مگر حالات کا تقاضہ اور زمل کے لیے یہی بہتر تھا کہ وہ یہاں سے چلی جائے۔۔

کچھ سورتیں پڑھ کر خان پر پھونکتی زمل اداس سی قاسم کے ساتھ بہاولپور کے لیے روانہ ہوگئی تھی۔۔

زمل کو بحفاظت گھر لے جانا۔۔۔اسے ایک خراش بھی آئی تو تمھیں اس سے سو گنا زیادہ تکلیف دوں گا۔۔قاسم کی کمر تھپتھپاتے خان نے اسے وارن کیا تھا۔۔قاسم تھوک نگلتا سر ہلا کر زمل کو لیتا چلا گیا تھا۔۔۔

. . . .

زرتاشہ کی آنکھ دوپہر میں کھلی تھی گھڑی پر بارہ بجتے دیکھ اس کی آنکھیں جھپاک سے کھل گئی تھیں اس کے واپس گھر جانے کا وقت ہو رہا تھا۔۔

ہولے سے زمان کی بازو اپنے پیٹ سے ہٹاتے وہ فریش ہونے چلی گئی تھی۔۔شاور لیتی اپنے بالوں تولیے سے صاف کرتی وہ زمان کو اٹھانے آئی تھی تاکہ وہ اسے گھر چھوڑ آئے۔۔

زمان۔۔۔زمان اٹھیں مجھے گھر چھوڑ آئیں۔۔زرتاشہ نے یزدان کے بالوں میں انگلیاں چلاتے اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی جبکہ زمان کی قربت میں بتائے لمحے یاد کرتے زرتاشہ کے گالوں پر گلال بکھر گیا تھا۔۔

کچھ دیر اور سونے دو۔۔۔زمان اس کا ہاتھ پکڑتا لبوں سے لگاتا نیند میں ڈوبی آواز میں بولا تھا زرتاشہ اس کی ادا پر مسکرائی تھی وہ جانتی تھی اب وہ ایسے اٹھنے والا نہیں ہے اپنا ہاتھ زمان کی گرفت سے نکالتے زرتاشہ نے اپنے گیلے بال اس کے چہرے پر جھٹکے تھے جس سے پانی کی بوندیں زمان کے چہرے پر گری تھیں۔۔زمان منہ بگاڑتا اٹھا تھا۔۔

یار تھوڑی دیر اور رک جاو۔۔وہ منہ بناتا بولا تھا۔۔

آپ جانتے ہیں نہ مورے نے مجھے مشکل سے اجازت دی ہے پلیز مجھے چھوڑ آئیں وہ انتظار کر رہی ہوں گی۔۔۔زرتاشہ زمان کے قریب آتی بولی تھی۔۔زمان انگڑائی لیتا بیڈ سے اٹھتا اس کے ماتھے پر اپنا لمس چھوڑتا خاموشی سے فریش ہونے چلا گیا تھا۔۔

زرتاشہ کو لگا رہا تھا وہ اس سے خفا ہو گیا ہے اور یہ بات سچ بھی ثابت ہوئی جب زمان اسے بنا بات کیے خاموشی دے گھر چھوڑ آیا تھا۔۔

جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو دوپہر ہوچکی تھی مورے کو اپنے آنے کی خبر دیتی وہ اپنے کمرے میں بند ہوگئی تھی۔۔۔

****

زمل قاسم کے ساتھ بحفاظت بہاولپور پہنچ گئی تھی۔سارے سفر کے درمیان اس نے ایک پل بھی آنکھ بند نہیں کی تھی جبکہ وقفے وقفے سے خان بھی اس کی خیریت دریافت کرتا رہا تھا۔۔

خان پہلے ہی مہناز بیگم کو زمل کے بارے میں بتا چکا تھا۔وہ فجر کی نماز پڑھتی زمل اور قاسم کے آنے کا انتظار کرنے لگ گئی تھیں۔۔

لاونج میں صوفے پر بیٹھی وہ تسبیح کررہی تھیں جب زمل قاسم کے ہمراہ لاونج میں داخل ہوئی تھی۔۔

مورے یہ خانم ہیں۔۔قاسم نے تعارف کروایا تھا مہناز بیگم کے اشارا کرنے پر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔۔

زمل نے دھیمی آواز میں انھیں سلام کیا تھا۔۔مہناز بیگم اسے دیکھتی مسکرائی تھی۔۔

ماشااللہ مجھے امید نہیں تھی خان کی پسند اتنی اچھی بھی ہوسکتی ہے۔۔مہناز بیگم اس کو باپردہ دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔۔زمل نے نروس سی سمائل انھیں پاس کی تھی جو نقاب کی وجہ سے مہناز بیگم نہ دیکھ پائی مگر وہ دور سے ہی اس کی گھبراہٹ کا اندازہ لگا چکی تھی۔۔

تم آرام کرو زمل جب اٹھو گی پھر بات کریں گے۔۔مہناز بیگم اس کا ماتھا شفقت سے چومتی اسے اوپر والے فلور پر موجود خان کے کمرے میں لے گئی تھی۔۔زمل کی آنکھیں ایک عرصے بعد ایسی شفقت پر بھیگ گئی تھیں۔۔

لگاتار سفر سے تھکی زمل فجر کی نماز ادا کرتی سو گئی تھی۔۔

****

خان زمل کے جانے بعد اپنے سب وفادار آدمیوں کے ساتھ شیر خان کو برباد کرنے میں سر گرم ہو گیا تھا۔۔ارمغان بھی پشاور پہنچ گیا تھا اور عبدالمنان بھی۔۔۔

وہاں موجود مختلف خفیہ شراب ، منشیات اور اسلحے کے اڈوں کو کیسے تباہ کیا جائے ان لوگوں نے ٹارگٹ کیا تھا۔۔کام بہت باریکی اور دھیانی سے کرنے والا تھا کیونکہ ان اڈوں اور جگھوں کی خبر زیادہ لوگوں کو نہیں تھی۔۔

ارمغان مجھے شیر خان کے سارے اڈوں کی ڈٹیل رات تک چاہیے۔۔اور عبدالمنان مجھے شیر خان کے موبائل تک رسائی چاہیے اس کے سارے کنٹیکٹ ڈیٹیلز اور میسجز اور انفورمیشن ساری مجھے تین گھنٹے کے اندر چاہیے۔۔۔

خان دونوں کو کام سونپتا اپنا موبائل لیتا بیسمنٹ سے نکلا تھا اس نے زمل کو کال ملائی تھی مگر دوسری جانبسے کسی نے کال نہیں اٹھائی تھی۔۔اپنا ماتھا مسلتے خان نے مورے کو کام ملائی تھی جنھوں نے پہلی ہی بیل پر کال اٹھالی تھی۔۔

مورے کیسی ہیں ؟آپ زمل آپ کے پاس پہنچ گئی ؟ خان نے اپنا لہجہ حد درجہ نارمل رکھتے پوچھا۔۔

الحمد اللہ میں ٹھیک ہو اور زمل بھی بخیریت پہنچ گئی کافی تھکی ہوئی تھی اب تمھارے کمرے میں سو رہی ہے۔۔۔اور ماشااللہ میرے بیٹے کی پسند بہت پیاری ہے۔۔انھوں نے زمل کی تعریف کی تھی۔۔

اس کا خیال رکھیے گا مورے اور اپنا بھی میں گھر کی سکیورٹی ڈبل کروا رہاہوں کچھ بھی غیر معمولی محسوس کریں تو مجھے ضرور بتائیے گا۔۔مورے سے بات کرتے خان کو سکون مل رہا تھا۔۔

کیاکرنے جا رہے ہو خان۔۔۔مورے نے پوچھا اس کی باتیں انھیں ڈرا رہی تھی۔

وہ ہی جو بہت پہلے کر دینا چاہیے تھا مورے۔۔۔وہ سپاٹ سے لہجے میں بولا تھا۔۔

میں بعد میں آپ سے بات کروں گا۔۔۔خان اپنی طرف آتے اپنے آدمیوں کودیکھتا فون بند کر گیا تھا۔۔

سر تین اڈوں کا پتا چلا ہے جہاں سے منشیات اور اسلحہ پیٹیوں میں بند کر کے مختلف جگھوں پر بھیجے جاتے ہیں۔۔۔۔

اب دیر کس بات کی ہے تینو جگھوں کو اڑا دو۔۔۔خان سرد لہجے میں بولا تھا وہ لوگ سر ہلاتے وہاں سے چلے گئے تھے۔۔

لگاتار دو ہفتوں سے وہ مسلسل مصروف تھا شیر خان کے اڈوں کو ٹھپ کروانے پر یہ وہ جگھیں تھیں جہاں سے شیر خان نے ترقی کرنا شروع کیا تھا اور اب وہ ہی تباہ ہو رہی تھیں۔۔

جبکہ دوسری جانب شیر خان آگ بگولہ ہو رہا تھا چال تو وہ بھی چلنے والا تھا مگر ایک خاص وقت پر فلحال وہ خون کے گھونٹ بھرے بیٹھا تھا۔۔ورنہ خان کو پچھلے ہفتوں سے کئی بار مروانے کی کوششیش وہ کر چکا تھا۔۔

اسفند کی ٹانگ میں جو گولی لگی تھی اس سے اب وہ کافی حد تک صحت مند ہو گیا تھا بلکہ اس نے شیر خان سے صلح کرنے میں بھلائی سمجھی تھی۔۔

اسفند اس کے پاس ہی بیٹھا تھا جب شیر خان اس سے کروفر انداز میں بولا تھا۔۔

اسفند تمھیں یقین ہے تمھارے آدمی صحیح سے کام کردیں گے ؟ سگار پیتے اس نے اسفند سے پوچھا تھا۔۔

ہمم۔۔ انھیں بس ہمارے حکم کا انتظار ہے وہ لوگ گھات لگائے بیٹھے ہیں۔۔اسفند اپنے دانت دکھاتا بولا تھا۔۔۔

اگر ان سے کام نہ ہو پایا نہ تو تمھیں میں اوپر پہنچانے میں دیر نہیں کروں گا۔۔۔اسفند کو دھمکی دیتے وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔۔۔

****

دو ہفتوں سے زیادہ گزر چکے تھے زمل کو بہاولپور آئے ہوئے اس دوران ایک بار بھی خان کا فون نہیں آیا تھا۔۔جبکہ اس کا فون بھی بند جارہا تھا۔۔

زمل پریشان سی اس کے لیے دعائیں کرتی زرتاشہ اور مہناز بیگم کے ساتھ اپنا زیادہ سے زیادہ وقت گزارتی تاکہ اس کا دھیان بھٹ سکے۔۔۔لیکن خان کی فکر اسے ہر وقت لاحق رہتی تھی۔۔

مہناز بیگم اسے کئی بار سمجھا چکی تھیں مگر اس کے دل کو خان سے بات کیے بغیر کہاں سکون ملنا تھا۔۔۔انھی دنوں میں زرتاشہ کی بھی طبیعت خرابی کی وجہ سے مہناز بیگم مزید پریشان تھیں۔۔

جبکہ دوسری طرف زرتاشہ الگ پریشان تھی وہ جب سے زمان کے گھر سے آئی تھی اس کے بعد سے اس کا رابطہ زمان سے نہیں ہوا تھا۔۔۔ماہم سے بھی وہ پوچھنے سے کترا رہی تھی اور کچھ دنوں سے وہ یونیورسٹی بھی نہیں آرہی تھی۔۔۔دو دن سے طبیعت خرابی کی وجہ سے وہ بھی یونیورسٹی نہیں جارہی تھی۔۔اسے اپنی طبیعت کا کچھ کچھ اندازہ ہوگیا تھا کہ مسلسل قے اور چکر کیوں آرہے ہیں اسی ڈر سے وہ چیک اپ کروانے بھی نہیں جارہی تھی۔۔۔

مہناز بیگم زرتاشہ کی طبیعت کو دیکھتے اسے زبردستی شام کو ڈاکٹر پاس لے گئی تھی زرتاشہ کے کچھ ٹیسٹ ہوئے تھے جن کا رزلٹ انھیں کل تک ملنا تھا۔۔فلحال ڈاکٹر نے اسے کچھ میڈسن دے دی تھی۔۔

صبح دس بجے کا وقت تھا زمل مہناز بیگم کے پاس بیٹھی انھیں اپنے بچپن کے قصے سنا رہی تھیں جب لاونچ میں خان کو داخل ہوتے دیکھ کر وہ ساکت ہوئی تھی۔۔اسے صحیح سلامت دیکھتے اس کے بے چین دل کو سکون ملا تھا۔۔

مورے خان کو دیکھتی خوش ہوکر اٹھی تھی مورے سے ملتے خان کی نظریں زمل کی طرف اٹھی تھی اور اس کا وجود خان کی آنکھوں میں ٹھنڈک پیدا کر گیا تھا۔۔

زمل نے اس کے قریب آتے دھیمی آواز میں سلام کیا تھا۔۔۔اس کی شیریں آواز خان کے کانوں میں رس گھول گئی تھیں۔۔

خان کو دیکھتے زمل کو اپنے پور پور میں سکون کی لہر اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔

میں آپ کے لیے پانی لے کر آتی ہوں۔۔زمل نظریں جھکائے آہستہ سے بولی تھی۔۔

مجھے ایک کپ چائے چاہیے روم میں لے آنا۔۔زمل کو بولتا خان مورے کی طرف مڑا تھا

مورے زرتاشہ کہاں ہے ؟

اس کی کچھ طبیعت نہیں ٹھیک وہ آرام کر رہی ہے خان۔۔مورے نے شفقت بھرے لہجے میں کہا تھا۔۔خان سر ہلاتا اس سے بعد میں ملنے کا سوچتا اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔۔۔

زمل چائے لے کر جب کمرے میں آئی تھی تب تک خان فریش ہو چکا تھا۔۔اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ زمل کے پاس آیا تھا جو چائے ٹیبل پر رکھتی خاموشی سے کمرے سے جانے لگی تھی۔۔

مجھ سے ناراض ہو؟ زمل کی نرم و نازک کلائی تھامتے خان نے اسے جھٹکے سے اسے اپنے قریب کھینچا تھا۔۔

میں بھلا کیوں ناراض ہوں گی؟۔۔وہ خفا خفا سی اسے اپنے دل کے قریب لگ رہی تھی۔۔

میرا موبائل ٹوٹ گیا تھا اس لیے رابطہ نہیں کر پایا تھا اور مصروفیات بھی بہت زیادہ تھیں ٹائم نہیں ملا تھا۔۔اس کی ٹھوڑی پکڑتے اس کا چہرہ اوپر اٹھاتے خان نے دوسرے ہاتھ سے اس کا گال سہلایا تھا۔۔

صحیح آپ کو مجھ سے زیادہ ضروری کام ہوں گے ایک میں ہی پاگل تھی جو آپ کی فکر میں پاگل ہورہی تھی۔۔وہ شکوہ کن نگاہوں سے اسے دیکھتی بولی تھی۔۔

شش۔۔۔بہت زیادہ بولنے لگی ہو۔۔خان نے اسے خاموش کرواتے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالتے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا زمل نے خاموش ہوتے اسے دیکھا تھا جو بولنا شروع ہوا تھا۔۔

یہ میرے دل سے پوچھو تمھارے بغیر اتنے دن کیسے گزارا کیا ہے میرے بس میں ہوتا تو ایک سیکنڈ بھی تمھیں اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتا تم میرے دل کا سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو خانم۔۔خان اس کے کان کی لو پر لب رکھتا گھمبیر آواز میں بولتا زمل کی ساری ناراضگی دور کر گیا تھا۔۔

میں نے آپ کو بہت یاد کیا تھا۔۔وہ سرخ پڑتی نظریں جھکاتے ہوئے بولی تھی۔۔۔خان کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے زمل کے چہرے پر جھکتے وہ اس کی سانسیں خود میں بند کر گیا تھا۔۔

خان کے آزاد کرنے پر زمل اس کے سینے میں منہ چھپا گئی تھی۔اس کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا اور گال تپ گئے تھے۔۔

اس کے گرد حصار ڈالتے خان نے اس کے وجود کی خوشبو خود میں اتاری تھی۔۔۔فسوں خیز لمحوں میں خلل خان کے موبائل کی گھنٹی نے ڈالا تھا۔۔

زمل کو آزاد کرتے خان نے فون اٹھایا تھا دوسری جانب کی بات سنتا خان فون بند کرتا زملپاس آیا تھا۔۔

میرا انتظار کرو میں دس منٹ تک واپس آیا۔۔۔یہاں ہی رہنا۔۔زمل کی پیشانی چومتے بنا اسے کچھ بولنے کا موقع دیے خان کمرے سے چلا گیا تھا۔۔۔زمل خاموشی سے بیڈ پر بیٹھتی خان کے لوٹنے کا انتظار کرنے لگی تھی ٹیبل پر پڑی ٹھنڈی چائے دیکھتے زمل نے گہری سانس خارج کی تھی۔۔

خان قاسم کی کال پر نیچے گیا تھا جو ہوسپٹل سے زرتاشہ کی رپورٹس لے کر آیا تھا۔۔

زرتاشہ کو مہناز بیگم کے ساتھ لاونج میں دیکھتا وہ اس کے سر پر رکھتے باہر گیا تھا جہاں قاسم نے اسے خاموشی سے رپورٹس پکڑائی تھیں۔۔خان نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے رپورٹس کھولی تھی۔۔

رپورٹس پڑھ کر بے ساختہ اس کا چہرہ غصے سے سرخ پڑا تھا۔۔رپورٹس لیتا وہ لمبے لمبے ڈھگ بھرتا اندر گیا تھا۔۔زرتاشہ کے پاس آتے اس نے غصے سے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا تھا۔۔

خان کیا کر رہے ہو اس کی پہلے ہی طبیعت نہیں ٹھیک۔۔مہناز بیگم سہمی ہوئی زرتاشہ کو دیکھتے طیش زدہ خان کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھتی بولی تھیں

یہ اس کے کرتوت ہیں آپ بھی دیکھ لیں۔۔۔اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی رپورٹس مہناز بیگم کو پکڑائی تھیں جنھیں دیکھ کر ان کا رنگ فق ہوا تھا

پریگنینٹ۔۔؟ مہناز بیگم نے غصے اور ملامتی نظروں سے زرتاشہ کو دیکھا تھا جو رونے لگی تھی۔۔

میں نے تم پر بھروسہ کر کے سب سے بچا کر تمھیں ایک بار پھر زندگی جینے اور پڑھنے کا موقع دیا زرتاشہ اور تم نے اس کا یہ صلح دیا ؟ خان کی غصے سے بھری آواز سن کر زرتاشہ کے رونے میں مزید روانی آگئی تھی۔

لالا میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس سے آپ کا سر جھکے۔۔وہ روتے روتے دھیمی آواز میں بولی۔

کس کا بچہ ہے یہ ؟ مہناز بیگم نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا وہ جو پہلے ہی نڈھال تھی مزید پیلی پڑ گئی تھی۔

کس کا گناہ لیے پھر رہی ہو ؟ میں نے تمھیں کتنی بار بتایا تھا ہر بار یاد دلایا زرتاشہ تم کسی کے نکاح میں ہو۔۔۔پھر بھی تم نے ایسا کیا۔۔۔مہناز بیگم طیش میں بولی تھیں۔

م۔۔۔مورے ایسا نہ کہیں زمان سے ہی میرا نکاح ہوا تھا میں صرف ان سے ہی ملی ہوں۔۔وہ دبے دبے الفاظوں میں بولی تھی۔

زمان ؟ تم زمان سے کہاں ملی تھی ؟۔۔خان نے حیرت سے اس کے قریب آکر پوچھا اس کے مطابق زمان ایک عرصہ پہلے ہی پاکستان چھوڑ کر جاچکا تھا۔

لالا میں نے کچھ غلط نہیں کیا میرا یقین کریں۔۔وہ نم آنکھوں سے خان کو دیکھتے بول رہی تھی۔

زمل جو ٹھنڈی چائے کچن میں رکھنے آئی تھی پریشان ہوگئی تھی۔۔وہ خاموش ہی کھڑی تھی اس صورتحال میں اس نے بولنا مناسب نہ سمجھا تھا۔۔

تم اسے کب ، کیسے اور کہاں ملی مجھے سب کچھ بتاو اور اس شخص کے گھر کا اڈریس بھی دو۔۔خان اس کی حالت دیکھتا نرم پڑ گیا تھا۔۔

زرتاشہ نے اسے ساری بات بتا دی تھی۔۔خان غصے سے مٹھیاں بھینچتا زمان سے ملنے کے لیے گھر سے نکل گیا تھا۔مہناز بیگم زرتاشہ کے جھوٹ کے بارے میں سنتی اس سے مزید ناراض

ہوگئی تھی مایوسی دے زرتاشہ کو دیکھتی وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں زمل نے روتی زرتاشہ کو سہارا دیا تھا اسے چپ کرواتی وہ اسے کمرے میں چھوڑ آئی تھی۔۔

وہ زمان کے گھر گیا تھا مگر ان کے گھر تالا لگا ہوا تھا اور ان کا کچھ اتا پتا نہیں تھا۔۔

کچھ دیر بعد اپنا غصہ ٹھنڈا کرتا وہ واپس گھر آیا تھا اس نے قاسم کو خان کو ڈھونڈنے پر لگایا تھا۔۔جبکہ خود زرتاشہ پاس گیا تھا۔۔کمرے کا دروازہ ناک کرتا وہ اندر داخل ہوا تھا جہاں بیڈ سے ٹیک لگائے زرتاشہ زرد سی لگ رہی تھی۔۔

خان نے زرتاشہ کے پاس بیٹھتے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔۔تم نے ٹھیک نہیں کیا زرتاشہ۔۔۔تم کم سے کم زمان کے بارے میں مورے کو ہی بتا دیتی۔۔تمہارے اتنے بڑے قدم نے تمہارے لیے مشکلات کھڑی کردی ہیں میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم نے کیوں کیا؟ لیکن امید ہے اب دوبارہ کبھی بنا بتائے ایسا کوئی بھی کام کرنے سے پہلے کسی کو بتانا ضرور۔۔۔

تم نے اس دنیا کا اصلی چہرہ نہیں دیکھا یہاں انسان کے روپ میں بھیڑیے بستے ہیں۔۔وہ شفت سے زرتاشہ کو نرم لہجے میں سمجھا رہا تھا جو مسلسل رو رہی تھی۔۔

لالا مجھے نہیں پتا تھا وہ شخص ایسا کر کے کہیں غائب ہوجائے گا وہ تو میری کال بھی نہیں اٹھا رہا میری کیا غلطی ہے کہ میں نے اس شخص پر بھروسہ کیا۔۔۔وہ ہچکیاں لیتی بول رہی تھی۔۔اسے بامشکل چپ کرواتے خان نے اسے سلا دیا تھا۔۔

شیر خان والا مسلہ حل کرنے کے بعد وہ زمان کو سبق سکھانے کا سوچ رہا تھا۔۔اپنا ماتھا مسلتا وہ زرتاشہ کو آخری نظر دیکھ کر چلا گیا تھا۔۔۔

****

یزدان کام سے تھکا ہارا گھر لوٹا تھا۔۔اپنا کوٹ اتارتا وہ گھر میں داخل ہوا تھا جب گھر کی خاموشی نے اسے ٹھٹکنے پر مجبور کیا تھا۔۔

وہ جب بھی واپس آتا تھا زرش بھاگی ہوئی چلی آتی تھی جبکہ ایسا کچھ نہیں تھا۔۔کچھ گڑبڑ کا احساس ہوتے وہ چوکنا ہوتا لاونج میں داخل ہوا تھا جب سامنے کا منظر دیکھتے اس کی رگیں تن گئی تھیں اور دل جیسے رک گیا تھا۔۔

وہاں چار لوگ گن پکڑے کھڑے تھے جبکہ ان میں سے دو نے صوفے پر بیٹھے زرش پر گن تانی ہوئی تھی۔۔جو روئی روئی آنکھوں میں خوف سمائے یزدان کو دیکھ رہی تھیں۔۔

تمھارا ہی انتظار ہو رہا تھا یزدان۔۔ایک آدمی نے آگے بڑھتے یزدان کو کال ملا کر فون پکڑایا تھا۔۔

یزدان نے مٹھیاں بھینچتے موبائل پکڑا تھا وہ اس وقت خود کو شدید بے بس محسوس کر رہا تھا۔۔

پہلی فلائٹ سے پاکستان پہنچو یزدان ورنہ یہ لوگ تمھاری بیوی کا بھیجا اڑانے میں دیر نہیں لگائیں گے۔۔اور ہاں چالاکی کرنے کی کوشش نہ کرنا اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔۔۔شیر خان کی آواز اس کی کانوں میں صور پھونک رہی تھی۔۔اپنی مٹھیاں بھینچتے وہ لب دبا کر فون بند کر گیا تھا۔۔

ہوشیاری کرنے کی کوشش نہ کرنا تم ہمارا مقابلہ نہیں کرپاو گے۔۔وہ لوگ زرش کو زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے بولے تھے۔۔ایک گن زرش پر تھی جبکہ ایک شخص نے یزدان پر گن تانی ہوئی تھی۔۔

یزدان مجھے بچالیں۔۔۔مجھے ان کے ساتھ نہیں جانا پلیز یزدان۔۔۔زرش روتی ہوئی بولی تھی۔۔یزدان نے بے بسی سے آنکھیں زور سے بند کر کے کھولتے اسے دیکھا تھا۔۔

میں تمھیں بچا لوں گا اپنا خیال رکھنا۔۔یزدان بھاری آواز میں بے بسی سے بولا تھا۔۔جبکہ اس کی نظروں کے سامنے سے وہ اسے لے گئے تھے۔۔اور وہ کچھ نہ کرپایا تھا۔۔۔

****

چند دن بہاولپور گزار کر خان واپس جانے والا تھا۔۔اب کی بار اس کے واپس لوٹنے کے چانس کتنے کم تھے وہ اس سے واقف تھا وہ مہناز بیگم کو اپنے ارادے کا بتا چکا تھا۔۔اب پیکنگ کیے وہ واپس جانے کے لیے تیار کھڑا تھا۔۔

میں تمہارے ساتھ ایک حسین زندگی جینا چاہتا ہوں اگر قسمت نے ساتھ دیا تو جلد لوٹ آؤ گا ورنہ---

وہ زمل کی طرف دیکھتا بے خیالی میں بولتا اپنی بات ادھوری چھوڑ گیا تھا-- زمل کا دل دہل سا گیا تھا--زمل نے لب کاٹتے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا--

آپ ایسا کیوں بول رہے ہیں جیسے اب واپس نہیں آئیں گے---زمل پریشان سی خان کو دیکھتی بولی تھی جو اس کے ہاتھ تھامے کھڑا تھا--

تم اپنا خیال رکھو میں واپس آجاوں گا--اور زرتاشہ کا بھی خیال رکھنا---اب سارے کام نبٹا کر ہی زرتاشہ سے بات ہوگی---وہ زمل کی ٹھنڈی پیشانی پر لمس چھوڑتا سپاٹ سے لہجے میں بولا تھا--

تین دن کے لیے ہی تو وہ آیا تھا اور اب دوبارہ اتنی جلدی جا رہا تھا کہ زمل کا دل گھبرانے لگا تھا--

زمل نے پاوں کے بل اوپر اٹھتے خان کے ماتھے پر لب رکھے تھے جس سے اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔۔اس نے کمر سے تھامتے زمل کو اپنے سینے سے لگایا تھا

اللہ کی امان میں اپنا بہت زیادہ خیال رکھیے گا میں دعا کروں گی اللہ پاک آپ کو کامیاب کرے۔۔۔وہ اس کے گرد حصار باندھتی نرم آواز میں بول رہی تھی۔۔خان نے نرمی سے اس کے سر پر لب رکھے تھے۔۔۔

گہرا سانس لیتے زمل سے بمشکل دور ہٹتے اس کی پیشانی پر لمس چھوڑتا وہ ہوا کے جھونکے کی طرح جاچکا تھا۔۔زمل کافی دیر کھڑی اس کا لمس محسوس کرتی رہی تھی۔۔

. . . .

خان بہاولپور سے سیدھا پشاور گیا تھا۔۔وہاں چیئرمین کی سیٹ کے لیے مقابلہ ہونے والا تھا جس کا انتخاب بورڈ آف ڈائریکٹرز میں سے ہونے والا تھا۔۔

خان اور اس کے ساتھ تین امید وار اور تھے جنھیں ملا کر کل چار امید ور تھے چئرمین کی سیٹ پر خان کو امیدوار دیکھتے کافی لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے۔۔

اس بار کھیل کے اصول کچھ مختلف بنائے گئے تھے۔۔شیر خان نے بے حد چالاکی سے کام لیا تھا۔۔۔پشاور میں ایک خوفیہ جگہ اس خونی کھیل کا انتظام کیا گیا تھا۔۔یہاں سنیک آرگنائزیشن کے سب لوگ شرکت کرنے کے لیے موجود تھے جو نئے آنر کے منتظر تھے اس کھیل کے اصول شیر خان نے کچھ اس طرح بنائے تھے کہ سب لوگوں کو ایک ایک گن دی گئی تھی جس میں ایک ایک گولی موجود تھی ان میں سے آخر میں جو زندہ بچنے والا تھا صرف وہ ہی آگے جانے والا تھا۔۔۔

سب کے ہاتھوں میں گن تھما کر انھیں سٹیڈیم میں اتارا گیا تھا۔۔خان اور اس کے ساتھ تین لوگ اور تھے سب نے ایک دوسرے پر گن تان لی تھی۔۔۔

شیر خان اسفند یار کے ساتھ فرنٹ سیٹ میں بیٹھا استہزایہ نگاہوں سے خان کو گھور رہا تھا جس کا جلد ہی خاتمہ ہونے والا تھا۔۔۔

تین دو اور ایک کے ساتھ مقابلہ شروع ہوا تھا۔۔

خان کے مقابل تینوں لوگوں نے اپنی گن کا رخ خان پر کیا تھا۔۔تیزی سے گن کو چلاتے وہ لوگ گولی نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔۔خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری تھی طنزیہ نگاہوں سے شیر خان کو دیکھتا وہ ان تینوں کو دیکھتا استہزایہ مسکرایا تھا جبکہ مقابل تینوں میں سے دو غصے سے خالی گن پھینکتے خان پر جھپٹے تھے۔۔اور تیسرے نے اپنے بوٹ میں چھپی چاقو نکالی تھی۔۔۔خان نے اپنی گن چلائی تھی جس میں سے ایک گولی نکلتی ایک آدمی کے سر کے آر پار ہوگئی تھی۔۔خالی گن زمین پر پھینکتا خان اپنی جانب آتے آدمی پر لپکا تھا۔۔

مقابل جو خان کے منہ پر مکا جڑنے والا تھا خان نے وہ ہی بازو پکڑتے اس کو مکمل مڑوڑ دیا تھا۔۔۔جبکہ تیسرا آدمی چاقو لیتا خان کو پیچھے سے مارنے کے لیے بھاگا تھا۔۔پہلے آدمی کے منہ پر دو مکے مارتے اسے زمین پر پھینکتے خان نے بروقت اپنی پیٹھ میں کھبتا چاقو پکڑا تھا۔۔۔اس کا

چاقو والا ہاتھ تھامتے خان نے وہ چاقو اسی کے سینے میں مارا تھا جب اچانک پیچھے سے دوسرے آدمی نے زمین سے اٹھتے دوسرے بازو کو گردن میں ڈالتے اس کا گلا دبایا تھا۔۔۔

سانس کی کمی کی وجہ سے خان کا چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔۔خان نے اپنے سامنے کھڑے آدمی کے لگاتار دو تین بار چاقو مار کر اسے زمین پر دھکیلتے خان نے پیچھے کھڑے آدمی کے لگاتار کوہنی مارتے اپنی گردن سے گرفت ڈھیلی کی تھی۔۔

سامنے گرے تقریبا نیم مردہ شخص کے ہاتھ سے چاقو کھینچتے خان نے پیچھے موجود شخص کی گردن پر چالائی تھی جس سے وہ ایک دم ہی زمین پر گرا تھا۔۔تینوں مر چکے تھے میدان میں صرف خان باقی تھا جس نے طنزیہ مسکراہٹ سے شیر خان کو دیکھا تھا جو ہنس رہا تھا خان نے آنکھیں چھوٹی کرتے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا تھا جس نے اسے سامنے کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا تھا جہاں سے گن پکڑے یزدان کو آتے دیکھ کر وہ حیران ہوا تھا۔۔اپنے تاثرات پر قابو پاتے اس نے اپنے ہاتھ میں موجود چاقو پر گرفت ڈھیلی کی تھی۔۔۔۔

یزدان چلتا ہوا خان کے مقابل آکر کھڑا ہوا تھا۔۔ عجیب امتحان تھا اس کے لیے ایک طرف محبت تھی جبکہ دوسری طرف دوست کم بھائی جیسا خان تھا۔۔۔

Shoot me..

خان نے یزدان کی آنکھوں میں دیکھتے پختہ لہجے میں کہا یزدان نے فورا اپنا سر نفی میں ہلایا تھا۔

میں یہ نہیں کر پاوں گا خان۔۔ یزدان نے سرخ چہرے کے ساتھ کہا تھا ارد گرد موجود لوگ ان کی حالت سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔

Shoot me Yazdan..

خان نے اس بار سرد لہجے میں کہا تھا۔۔ یزدان نے نفی میں سر ہلاتے اپنے ہاتھ میں موجود گن اپنی کن پٹی پر رکھی تھی۔۔ وہ سب کچھ کر سکتا تھا لیکن خان کو نہیں مار سکتا تھا۔۔

یزدان خان کو دوستی اور محبت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا اور یقینا اس نے دوستی کا انتخاب کرنا تھا۔

یزدان میری بات سنو۔۔۔شوٹ می۔۔لسن ٹو می۔۔اینڈ شوٹ می۔۔

خان نے اپنے ہاتھ میں موجود چاقو زمین پر پھینکتے یزدان کا گن والا ہاتھ پکڑ کر اس کی گن کا رخ اپنے سینے کی طرف کیا تھا۔۔

لوگوں کے ہجوم میں بیٹھے شیر خان اور اسفند خان کے چہرے پر فاتح کن مسکراہٹ تھی۔

ٹھاہ۔۔۔گن چلنے کی آواز کے ساتھ ہر طرف سناٹا چھا گیا تھا۔
میں نے ساری زندگی مرنے کی خواہش کی تھی۔ اب جینا چاہتا تھا لیکن شاید یہ میری قسمت میں نہ تھا۔خان نے من میں سوچا تھا۔۔وہ اپنی زندگی زمل کے ساتھ نئے سرے سے شروع کرنا چاہتا تھا لیکن شاید قسمت کو کچھ اور منظور تھا۔۔

یزدان نے گن کا رخ بروقت موڑ دیا تھا جس سے گولی دائیں طرف بجی تھی۔۔۔اچانک وہاں پر سائرن بجنا شروع ہوا تھا۔۔۔جس سے ہر طرف ہڑبڑی مچ گئی تھی۔۔۔وہاں ریڈ پڑی تھی کیونکہ سنیک آرگنائزیشن کا سارا ڈیٹا خان آرمی کو سینڈ کرچکا تھا۔۔

یزدان یہاں سے فورا نکلو اور بہالپور میں مجھ سے ملنا۔۔۔خان نے اسے باہر کی جانب دھکا دیا تھا جبکہ وہ خود چاقو اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھامتے شیر خان کے پیچھے بھاگا تھا۔۔۔

یزدان وہاں سے فورا زرش کو بچانے کے لیے نکلا تھا جسے شیر خان نے اپنے گھر میں بند کیا ہوا تھا۔۔۔وہ سیدھا وہاں گیا تھا کیونکہ وہجانتا تھا کہ اس وقت شیر خان کے گھر میں سکیورٹی بھی اتنی موجود نہیں تھی۔۔

خان شیر خان کے پیچھے بھاگا تھا جو اپنی گاڑی میں اسفند خان کے ساتھ بیٹھتا بھاگا تھا۔۔خان بھی اپنی گاڑی میں بیٹھتا ان کے پیچھے نکلا تھا جو لوگ ناجانے کہاں جارہے تھے۔۔۔

خان بھی ان کے پیچھے ہی تھے۔۔شیرخان اور اسفند خان بند شراب کے اڈے پر گئے تھے خان بھی اپنی گن گاڑی سے لیتا ان کے پیچھے ہی اندر گیا تھا۔۔۔

وہاں ہی رک جاو خان اس سے پہلے میرا بندہ تمھاری بیوی کا کام تمام کردے۔۔۔شیرخان نے دائیں طرف اشارہ کیا تھا جہاں نقاب میں چھپی زمل پر گن تانے لوگ کھڑے تھے۔۔خان کے دل میں پہلی بار ڈر پیدا ہوا تھا۔۔

تمھارے پاس دو راستے ہیں خان یا خود کو مار لو یا میں تمھاری اس حجابن بیوی کو مار دیتا ہوں۔۔۔شیر خان طنزیہ مسکراہٹ سے بولا تھا۔۔

اس کی بہن کہاں ہے شیر خان۔۔۔اسفند نے بےتاب لہجے میں پوچھا تھا۔۔خان کا رنگ اڑا تھا۔۔تو کیا وہ ایک بار پھر زمل اور زرتاشہ کی حفاظت نہ کرسکا تھا؟

صبر کرو وہ بھی مل جائے گی پہلے اس خان کا کام تمام کریں۔۔۔جس طرح تمہارے بھائی کو میں نے ٹائم پر مار دیا تھا مجھے تمھیں بھی مار دینا چاہیے تھا تو آستین کا سانپ ہے۔۔۔شیر خان بے بس زرخان کی طرف حقارت سے دیکھتا بولا تھا۔۔۔۔

خان نے نظریں اٹھا کر زمل کو دیکھا تھا جو اسے کچھ مختلف لگ رہی تھی جب اچانک سے اس نے نقاب اٹھایا تھا۔۔۔

سرپرائز سالے صاحب اینڈ سسر جی۔۔۔نقاب کے نیچے سے نکلنے والے زمان کو دیکھتے خان اور شیر خان سمیت اسفند خان بھی حیران رہ گئے تھے۔۔۔

چلو سسر جی کام ختم ہوا آپ کا یہاں سارے میرے آدمی ہیں۔۔۔ارے مجھے نہیں پہچانے؟ میں آپ کا اکلوتا داماد زمان۔۔۔زمان گاون اتارتا مسکرایا تھا۔۔

خان سسر جی کو تو میں کچھ نہیں کہوں گا لیکن یہ غلیظ شخص میرا ہے ۔۔۔ زمان اسفند یار کی طرف دیکھتا بولا تھا

خان بازی پلٹنے پر ہلکا سا مسکرایا تھا اپنی گن سے اس نے شیر خان کی دونوں ٹانگوں پر باری باری نشانہ لیا تھا۔۔۔جس سے تکلیف سے لڑکھڑاتا وہ زمین بوس ہوا تھا۔۔

یہ میرے بھائی اور میری مورے کے لیے میں چاہتا تو اس سے بھی زیادہ تکلیف دیتا اور میں دوں گا بھی تمھیں زندہ جلا کر۔۔۔شراب سائیڈ سے اٹھاتے اس نے اردگرد پھینکنا شروع کی تھی۔۔

ارے رک جائیں سالے صاحب میں زرا اپنا بھی کوٹا نکال لو پھر ایک ساتھ دونوں کو ختم کریں گے۔۔۔زمان نے بولتے ہی اپنا چاقو نکالا تھا۔۔اسفند جو بھاگنے کی کر رہا تھا اسے زمان کے آدمیوں نے تھاما تھا زمان نے اس کے ہاتھ پکڑتے ہی ان پر چاقو سے کٹ لگائے تھے۔۔یہ ان گندے ہاتھوں سے میری بیوی کو چھونے کے لیے۔۔۔وہ اس کے ہاتھوں کو لہولہان کرتا بولا تھا۔۔

زمان نے اسکے منہ پر لگاتار کئی مکے جڑے تھے۔۔جبکہ خان نے بھی شیر خان کی دھلائی کرنا شروع کی تھی۔۔

زرتاشہ کو اپنی پوزیشن کے بدلے خان نے اسفند خان کو بیچا تھا۔۔اس وقت زرتاشہ کا نکاح خان نے زمان سے کروایا تھا جبکہ خان کی غیر موجودگی میں شیرخان نے اسے اسفند خان کے حوالے کر دیا تھا۔۔جس نے بارہ سالہ زرتاشہ کو ایک مہینے اپنی حس کا نشانہ بنایا تھا۔۔۔خان نے اسے ایک ماہ بعد بچا کر شیر خان اور سب کی پہنچ سے دور بھیج دیا تھا اس ٹرامے سے زرتاشہ بہت مشکل سے نکلی تھی۔۔

زمان نے اچھے سے اسفند خان کی دھلائی کی تھی۔۔خان زمان کے ساتھ شراب خانے کو آگ لگا چکا تھا جہاں شیر خان اوراسفند نیم مردہ پڑے تھے۔۔۔

دیکھتے ہی دیکھتے ان کی نظروں کے سامنے آگ کے شعولے اٹھنے لگے تھے۔۔۔

زمل اور زرتاشہ کہاں ہے ؟ خان نے سرد لہجے میں پوچھا تھا۔۔

وہ محفوظ ہیں۔۔زمان نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔۔

تم یہاں کیسے پہنچے ؟ خان نے پوچھا۔۔

تو ہوا کچھ یوں تھا کہ۔۔۔

کچھ دن پہلے :

مہناز بیگم اور زرتاشہ کے ساتھ لاونج میں بیٹھی تھیں۔۔زرتاشہ ان کی گود میں سر رکھے صوفے پر لیٹی ہوئی تھی۔۔مہناز بیگم اس سے پہلے بہت ناراض تھی لیکن اس کی گرتی حالت اور مرجھائے چہرہ کودیکھتی وہ زیادہ دیر ناراض نہ رہ سکی تھی اور سب سے بڑی بات زرتاشہ نے بھی ان س معافی مانگی تھی۔۔

زمل سب کے لیے چائے بنا کر لائی تھی--زرتاشہ نے اٹھتے زمل سے چائے لی تھی جبکہ مہناز بیگم کو چائے پکڑاتی وہ خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئی تھی--ابھی اسے بیٹھے چند منٹ ہی گزرے تھے جب گھر سے باہر گولیاں چلنے کی آواز سنتے زرتاشہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ زمین بوس ہوا تھا جبکہ اس کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی تھی--

جلدی اٹھو زرتاشہ تم زمل کو میرے کمرے میں لے کر جاو--مہناز بیگم نے اٹھتے جلدی سے زرتاشہ کو بازو پکڑتے اسے زمل کے پاس کیا تھا---

مورے آپ بھی چلیں ہمارے ساتھ---زرتاشہ نے کانپتی ہاتھ سے ان کا ہاتھ پکڑا تھا--

میں آجاوگ---مہناز بیگم جو اپنا ہاتھ چھڑواتی بول رہی تھی پیچھے سے کسی کے بولنے پر وہ رکی تھیں--

میں نے کہا تھا نہ میں بہت جلد تمھیں لینے آوں گا زمل--- تم پر صرف میرا حق ہے---رمیز کی شیطانیت سے بھری آواز سنتے ہی زمل کے رونگھٹے کھڑے ہوگئے تھے--کانپتے ہاتھوں سے اس

نے آیت الکرسی پڑھتے اپنی چادر سے چہرہ ڈھانپا تھا۔۔۔جبکہ زرتاشہ کو اس نے مضبوطی سے اپنے حصار میں لیا تھا۔۔

رمیز کے ساتھ تین لوگ اور تھے جن میں سے دو نے زخمی قاسم کو پکڑا ہوا تھا جس کے منہ سے اور ٹانگ سے خون تیزی سے نکلتا فرش پر پھیل رہا تھا۔۔۔

کہاں ہے تمہارا شوہر جس کے ڈنکے پر اس دن مجھے ڈرا رہے تھے۔۔۔اممم۔۔۔کیا نام تھا اس کا ۔۔۔۔ہاں۔۔۔خان کہاں ہے خان بلاو اسے۔۔۔زمل کی طرف قدم بڑھاتے رمیز طنزیہ آواز میں بولا تھا۔۔زمل خود کو مضبوط ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھی جبکہ ڈر سے اس کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو کر رہا تھا۔۔ مہناز بیگم تیزی سے زمل اور زرتاشہ کے آگے ڈھال بن کر کھڑی ہوگئی تھیں۔۔

ارے بڑھیاں کیوں دماغ خراب کر رہی ہو ہٹو آگے سے۔۔۔مہناز بیگم کو سائیڈ پر دھکا دیتے رمیز نے زمل کو بازو سے تھام کر اپنی طرف کھینچا تھا جس سے اس کی چادر ڈھیلی پڑی تھی اور نقاب اس کے چہرے سے کھل گیا تھا۔۔

زمل نے آنکھوں میں غصہ لیے اس کے منہ پر تھوکا تھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس نے زوردار تھپڑ رمیز کے چہرے پر مارا تھا۔۔

ہکا بکا کھڑے رمیز نے تھوک صاف کرتے الٹے ہاتھ سے ایک زور دار تھپڑ زمل کے مارا تھا جس سے اسے اپنا منہ ٹوٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔

نیچے گری مہناز بیگم اور ان کے پاس بیٹھی زرتاشہ دونوں خود کو بے بس محسوس کر رہی تھیں۔۔وہ مدد کرنا چاہتی تھیں مگر ان پر ہتیار تھامے ایک آدمی کچھ ہی دور کھڑا تھا۔۔

تمھاری اوقات کیا ہے یہ میں فرصت سے بتاوں گا۔۔۔رمیز نے چادر میں سے زمل کے بال پکڑ کر اسے کھینچنا شروع کیا تھا۔۔

اس بڑھیاں اور لڑکی کو پکڑو اور اس ک*ے کو مار دو۔۔۔وہ زمل کو گھسیٹتا ہوا مہناز بیگم اور زرتاشہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد وہ قاسم کو حقارت سے دیکھتا بولا۔۔

یک کے بعد دیگر لگاتار دو سے تین بار گولیاں چلنے پر زمل اور زرتاشہ نے بے ساختہ آنکھیں بند کی تھیں--

اتنی بھی کیا جلدی ہے جانے کی---جانی پہچانی آواز سنتے ہی زرتاشہ کی آنکھیں پٹ سے کھلی تھیں--پولیس کی وردی میں موجود زمان کو دیکھتے اس کی آنکھوں میں حیرت ابھری تھی پھر اچانک سب کچھ یاد آنے پر وہ غصے سے آنکھیں پھیر گئی تھی--زمان نے صرف ایک نظر زرتاشہ پر ڈالی تھی اس کے بعد وہ رمیز کی طرف مڑ گیا تھا---

رمیز کے ساتھ موجود تینوں آدمی زمین پر پڑے تکلیف سے تڑپ رہے تھے---جبکہ زمان کے ساتھ پولیس کی ایک بھاری نفری موجود تھی--

زمل نے پولیس کو دیکھتے دل سے شکر ادا کیا تھا---

میرے قریب مت آنا ورنہ اس کو مار دوں گا۔۔۔اپنی گن نکالتے رمیز نے زمل کو سیدھے کرتے اس کے ماتھے پر گن تانی تھی۔۔

زمان نے ہاتھ کے اشارے سے کسی کو بھی گن چلانے سے روکا تھا۔۔

تم یہاں سے بچ کر نہیں جاسکتے باہر ہر جانب سے پولیس نے گھر کو گھیرے میں لیا ہوا ہے۔۔۔زمان سنجیدہ سا لب بھینچ کر بولا تھا۔۔

زمل نے خود کو چھڑوانے کے لیے اپنے چھوٹے چھوٹے ناخن رمیز کے بازو پر چبھوئے تھے۔۔رمیز کی گرفت زمل سے ایک پل کو ڈھیلی پڑی تھی مگر وہ فورا اسے مضبوطی سے اپنے شکنجے میں لے چکا تھا۔۔۔

ک*ی۔۔۔اس نے زمل کو گالی نکالتے زور سے گن اس کے ماتھے پر ماری تھی جس سے درد کی ایک شدید لہر زمل کو خود میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی جبکہ کچھ گیلا سا اسے اپنی پلک سے ہوتا گال پر گرتا محسوس ہوا تھا۔۔

یا اللہ۔۔تکلیف سے زمل کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔۔مہناز بیگم حواس باختہ سی زرتاشہ کو اپنے گھیرے میں لیے زمل کو دیکھ رہی تھیں زمل کو تکلیف میں دیکھتے ان کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔۔

اسے چھوڑ دو ہم تمھیں یہاں سے باحفاظت جانے دیں گے زمان نے آرام سے سارے معاملے کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔۔

مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے ؟ چپ کر کے اپنے آدمیوں کو کہوں راستہ صاف کریں۔۔رمیز دانت پیستا بولا تھا۔۔

زمان نے اشارے سے سب کو سائیڈ پر کیا تھا۔۔جبکہ اس کا ہاتھ اپنی گن پر ہی تھا وہ موقعے کی تلاش میں تھا۔۔رمیز زمل کو گھسیٹتا اپنے ساتھ لے جارہا تھا دروازے پر پہنچتا وہ زمل کو پکڑتا الٹے قدم لیتا اپنی گن کا رخ زمان اور اس کے ساتھیوں کی طرف کر چکا تھا۔۔

ایک پل صرف ایک پل میں بازی پلٹی تھی رمیز کے پیچھے سے ہلکی آواز میں قدم لیتے آدمی نے اس کے گن والے ہاتھ پر نشانہ باندھا تھا جس سے تکلیف سے کراہتے گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گری تھی--

زمل موقعے کا فائدہ اٹھاتی فورا اس سے دور ہٹی تھی--اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا چند قدم چلنے کے بعد ہی وہ لڑکھڑاتی زمین بوس ہوگئی تھی--

زمان نے قاسم اور زمل کے لیے ایمبولینس بلوانے کے ساتھ ہی رمیز کو گرفتاری میں لیا تھا---زرتاشہ اور مہناز بیگم زمان سے بنا کچھ بولے زمل کو لیتی ہوسپٹل روانہ ہوگئی تھیں--

زمان سب کو ہدایت دیتا خود بھی ان کے پیچھے ہوسپٹل کے لیے نکلا تھا--وہ انھیں اس وقت اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا جب ان لوگوں کی جان خطرے میں تھی--

زمل کا مکمل چیک اپ کے بعد اسے ریسٹ کرنے کی ہدایت دی گئی تھی--جبکہ قاسم کا کافی خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ کومہ میں جا چکا تھا ڈاکٹرز کے مطابق اس کا بچ جانا مشکل تھا--

زرتاشہ اور مہناز بیگم زمل کے پاس ہوسپٹل میں موجود تھیں۔جب زمان ان کے پاس آیا تھا زرتاشہ اس کی طرف دیکھتی رخ موڑ گئی تھی۔۔

اب کیا لینے آئے ہو؟ میری بیٹی کا فائدہ اٹھا کر تو تم بھاگ گئے تھے۔۔۔مہناز بیگم زمان کو دیکھتی غصے سے بولی تھیں۔۔

آپ غلط سمجھ رہی ہیں آنٹی۔۔۔میری مجبوری نہ ہوتی تو میں کبھی بھی ایسے غائب نہ ہوتا۔۔۔اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنی بیوی سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔۔زمان نظریں جھکائے بیٹھی زرتاشہ کو دیکھ کر بولا تھا۔۔۔

مجھ ان کی کوئی بات نہیں سننے مورے ان کی وجہ سے مجھے کس قدر زلت کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ میں کبھی نہیں بھول سکتی۔۔انھیں کہیں یہاں سے چلے جائیں۔۔زرتاشہ طیش میں بولی تھیں۔۔

زمان نے بے ساختہ امڈنے والے غصے کو مٹھیاں بھینچ کر روکا تھا۔۔

مجھے ابھی بات کرنی ہے زرتاشہ۔۔۔زمان لب بھینچ کر سرد لہجے میں بولا تھا۔۔مہناز بیگم نے ایک نظر زمان کے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتے زرتاشہ کا کندھا ہلکا سا دباتے اسے جانے کا اشارہ کیا تھا۔۔وہ کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن زمان کی سرد آواز سے وہ ڈر گئی تھی تبھی فورا اٹھتی وہ زمان کے پاس گئی تھی جو اس کی نازک کلائی کو جکڑتا اپنے ساتھ وہاں سے لے گیا تھا۔۔

وہ اسے لے کر اپنی گاڑی میں آیا تھا بیک سیٹ پر اسے بیٹھاتے وہ اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔۔

مما کو ہرٹ اٹیک ہوا ہے کچھ دنوں پہلے انھیں لے کر ہم لاہور گئے تھے اسی وجہ سے گھر بند تھا اور ماہم بھی یونیورسٹی نہیں آرہی تھی۔۔کچھ ایمرجنسی اور پروبلز کی وجہ سے مجھے مجبورا اپنا موبائل بند کرنا پڑا تھا۔۔میں تم سے رابطہ کرنا چاہتا تھا لیکن تمھاری جان خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔۔۔زرتاشہ کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا اس کے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکاتا وہ نرم

لہجے میں بول رہا تھا۔۔زرتاشہ کی پیلی رنگت اور گری ہوئی طبیعت کو دیکھتے اسے خود زرتاشہ سے رابطہ نہ کرنے پر غصہ آرہا تھا۔۔

مجھے نفرت ہے آپ سے ۔۔۔۔آپ بہت برے ہیں۔۔۔م۔۔مجھے لگا آ۔۔۔آپ مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔۔۔میں۔۔۔میں نے یہ دن کتنی تکلیف میں گزارے۔۔اس کا آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔۔آپ کی وجہ سے میرے بچے کو لوگوں نے ناجائزہ سمجھا اور مجھے حقارت کی نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔۔وہ زمان کا کالر پکڑتے اس پر پھٹ پڑی تھی۔۔وہ روتی ہوئی غصہ میں سب کچھ بول گئی تھی۔۔۔

زمان جو اس کو غصہ نکالنے کا موقع دیکھ رہا تھا اس کی آخری بات سنتے اس نے زرتاشہ کے ہاتھ کو تھامتے اسے اپنی طرف جھکاتے سوالیہ پوچھا تھا۔۔

بچہ؟ اس کے پوچھنے پر زرتاشہ نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتے آہستہ سے اپنا سر ہلایا تھا۔۔۔زمان نے بے ساختہ اسے خود میں زور سے بھینچا تھا۔۔

میں بہت خوش ہوں زرتاشہ۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔تمھارا میری زندگی میں واپس آنا ایک معجزہ تھا۔۔۔وہ اس کے چہرے پر اپنا لمس جا بجا چھوڑتا محبت سے بولا تھا۔۔۔

میں ناراض ہوں آپ سے۔۔۔زرتاشہ سوں سوں کرتی نظریں جھکائے بولی تھی۔۔

میں اپنی جان کو منالوں گا۔۔وہ زرتاشہ کی ٹھوڑی پر لب رکھتے محبت سے بولا۔۔

آپ نے پولیس کب سے جوائن کی۔۔اس کی وردی دیکھتے زرتاشہ نے حیرت سے پوچھا تھا۔۔

میں نے پاکستان آنے کے ایک مہینے بعد جوائن کیا تھا لیکن انڈرکور تھا۔۔زمان نے اس کی گیلی آنکھیں محبت سے صاف کرتے اسے زور سے خود میں بھینچ لیا تھا۔۔

زرتاشہ اس کا لمس پاتے ہی سکون سے آنکھیں موند گئی تھیں۔۔زمان نے اس کے سر پر لب رکھتے اسے مزید خود میں بھینچ لیا تھا۔۔۔

حال:

میں کافی دیر سے اسفند خان پر نظر رکھ رہا تھا اور اس کا موبائل ٹریس کروا رہا تھا جس سے مجھے پتا چلا تھا کہ وہ تمھارے گھر پر اٹیک کروا کر زرتاشہ اور تمھارے بیوی کو کڈنیپ کروانا چاہتا تھا۔۔جب تک مجھے پتا چلا تھا تب تک اس کے آدمی وہاں پہنچ چکے تھے۔۔۔لیکن پھر بھی بروقت میں نے سب کچھ سنبھال لیا تھا۔۔اور میں زرتاشہ کو چھوڑ کر نہیں گیا تھا بس اسفند خان کو ختم کرنے میں مصروف تھا۔۔۔یزدان نے بات ختم کرتے یزدان کو بتایا۔۔۔

خان نے ایک زوردار مکہ زمان کے جبڑا تھا۔۔۔یہ میری بہن کو تکلیف دینے کے لیے۔۔دوبارہ اسے تکلیف دی تو زندہ نہیں بچو گے۔۔۔زمان نے اپنا سوجا گال پکڑتے خان کو گھورا تھا جو اسے بھی گھور رہا تھا۔۔۔

تین سال بعد:

زمل بھابھی آپ یہاں ہیں میں آپ کو سارے گھر میں ڈھونڈ چکی تھی۔۔زرتاشہ اپنے دو سالہ بیٹے کو پکڑے زمل کے پاس آئی تھی جو ٹیرس پر تھی۔۔

کیا ہوا زرتاشہ کوئی کام تھا ؟

یہ اس کو سنبھال لیں مجھے بہت نیند آرہی ہے اور یہ سونے نہیں دے رہا۔۔زرتاشہ منہ پھولا کر بولی تھی۔۔وہ کچھ دن ان لوگوں کے پاس رہنے آئی تھی۔۔اس کا بیٹا اسے بہت تنگ کرتا تھا لیکن زمل کے پاس خاموش رہتا تھا اسی وجہ سے زرتاشہ اسے زمل کو تھما دیتی تھی۔۔۔

زمل زرتاشہ کے بیٹے روحان کو اپنے کندھے سے لگاتی ٹیرس پر چکر لگانے لگی تھی۔۔اسے سلانے کے بعد زمل نیچے آگئی تھی۔۔روحان کو زمل مہناز بیگم کے پاس لیٹا آئی تھی۔۔

تین سال دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئے تھے۔۔۔ان سالوں مین بہت کچھ بدل گیا تھا۔۔وہ لوگ عبیر ملک کی مدد سے ترکی شفٹ ہوگئے تھے جبکہ ان کا سارا ریکارڈ صاف ہوگیا تھا سنیک آرگنائزیشن کا بھی خاتمہ ہوچکا تھا۔۔۔یزدان اور خان اب یہاں اپنا بزنس شروع کرچکے تھے ارمغان اور قاسم جو

کومہ سے نکل آیا تھا وہ لوگ بھی اپنی نئی زندگی شروع کر چکے تھے۔۔جبکہ زرتاشہ زمان کے ساتھ کینیڈا میں رہ رہی تھی وہ ان لوگوں کے پاس آج کل کچھ دنوں کے لیے آئی ہوئی تھی۔۔۔

زمان اور زرتاشہ کا دو سال کا بیٹا روحان تھا جبکہ زرش اور یزدان کی بھی ایک سال کی چھوٹی سی بیٹی مہک تھی۔۔۔زمل اور خان اب تک اولاد کی نعمت سے محروم تھے لیکن زمل مایوس نہیں تھی۔۔

کیا سوچ رہی ہو خانم۔۔۔زمل جو گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔۔۔اس کے گرد حصار بناتے خان اس کے کندھے پر ٹھوڑی اٹکا چکا تھا۔۔

کچھ خاص نہیں۔۔۔آپ بتائیں کیسا گزرا دن؟ زمل نے اس کی طرف مڑتے پوچھا۔۔۔

بورنگ سارا دن میٹنگز اور کام تھا۔۔بس تمھاری یاد آتی رہی مجھے سارا دن ۔۔ اس کے ماتھے پر لب ٹکاتے خان مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔

اتنی محبت کرتے ہیں ؟ زمل نے اس کی سیاہ شرٹ کے بٹن سے کھیلتے پوچھا

تم میرا دل ہو۔۔۔

تم میرا سکون ہو۔۔۔

تم میری چاہت ہو۔۔۔

تم میرے دل کی ہر خواہش ہو۔۔۔

تم میری جان ہو زمل خان۔۔۔

خان نے اس کے ہونٹوں کو محبت سے چھوتے گھمبیر آواز میں کہا تھا۔۔۔زمل نے مسکراتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھ کر اس کے گرد حصار باندھا تھا۔۔خان نے شدتِ جزبات سے زمل کے سر پر لب رکھے تھے۔۔جو روشنی بن کر اس کی اندھیری دنیا میں اجالا کرگئی تھی۔۔۔۔

یزدان آپ کی بیٹی بلکل آپ کے جیسے ہی مجھے سکون سے بیٹھنے بھی نہیں دیتی زرش مہک کو چپ کروانے کی ناکام سی کوشش کررہی تھی۔۔

زمازرگیہ پریشان کیوں ہو رہی ہو لاو مجھے دو میری شہزادی کو۔۔۔یزدان نے زرش کے ہاتھ سے مہک کو پکڑتے اس کے پھوکے گالوں کو چومتے اپنے کندھے سے لگایا تھا جس سے فورا چپ ہوگئی تھی۔۔زرش نے منہ پھولا کر مہک کو دیکھا تھا جو فورا باپ کے پاس جاکر چپ ہوگئی تھی۔۔

زمازرگیہ منہ کیوں پھولا رہی ہو۔۔۔یزدان نے ہنستے ہوئے زرش کے گال کو چوما تھا۔۔

آپ کی بیٹی بہت تیز ہے جان بوجھ کر مجھے تنگ کرتی ہے۔۔زرش یزدان کے دوسرے کندھے پر سر رکھتے بولی تھی۔۔۔

یزدان کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی تھی یہ دونوں اس کی کل کائنات بن گئی تھیں۔۔یزدان نے باری باری دونوں کے سر پر لب رکھے تھے۔۔ایک اس کی شہزادای بیٹی تھی تو دوسری اس کے دل کی ملکہ بیوی تھی۔۔

****

زمان۔۔۔آپ کب آئے ؟ زرتاشہ جو سو کر ابھی اٹھی تھی زمان کو اپنے قریب لیٹے دیکھ کر وہ خوشی سے اچھلی تھی زمان نے اس کی کمر کے گردن بازو ڈالتے اسے خود میں بھینچا تھا

مجھے اپنی بیوی اور بیٹے کی یاد آرہی تھی اسی لیے سارا کام جلدی جلدی ختم کر کے آیا ہوں۔۔یزدان نے اس کی ٹھوڑی ہر لب رکھتے جواب دیا تھا۔۔

مجھے بھی آپ کی بہت یاد آرہی تھی زمان۔۔زرتاشہ اس کے دائیں گال پر لب رکھتے بولی تھی۔۔زمان نے جواب میں اس کے دونوں گال چومے تھے۔۔

میرا شہزادہ کہاں ہے ؟ دکھائی نہیں دے رہا ؟ زمان نے اسے اپنے حصار میں لیتے پوچھا۔۔

زمل بھابھی کو دیا تھا اب شاید مورے پاس ہوگا۔۔بہت روتا ہے وہ زمان۔۔زرتاشہ نے منہ بگاڑتے اسے بتایا تھا۔

ابھی چھوٹا ہے نہ اس لیے جب بڑا ہو جائے گا پھر دیکھنا میرا شہزادہ کتنا اچھا بچا بنے گا۔۔۔زمان نے مسکراہٹ دباتے کہا تھا۔۔زرتاشہ نے منہ پھولاتے سر ہلایا تھا۔۔

زمان کی والد تو پہلے ہی انتقال کرچکے تھے اور والدہ بھی ڈیڑھ سال پہلے خالقِ حقیقی سے جا ملی تھیں جبکہ ماہم کی شادی وہ پچھلے سال کرچکے تھے۔۔۔

****

خان معمول کے مطابق یزدان کے ساتھ اپنے کام سے واپس لوٹ رہا تھا۔۔وہ گاڑی میں بیٹھے تھے جب اچانک کچھ لوگوں نے سامنے سے اس پر حملہ کیا تھا۔۔خان جو ہمیشہ گاڑی میں اپنے ساتھ گن رکھتا تھا اس نے فورا گن نکالی تھی جبکہ یزدان ڈرائیونگ کر رہا تھا۔۔

اب یہ لوگ کون ہیں خان؟ یزدان نے پریشانی سے پوچھا تھا اتنی مشکل سے تو وہ لوگ پرانی زندگی سے جان چھڑا پائے تھے اب پھر ان پر گولیاں برسائی جا رہی تھیں۔۔

ابھی پتا چل جائے گا تم گاڑی کی سپیڈ زیادہ کرکے ان کے برابر میں لے کر جاو۔۔۔خان نے یزدان کو کہا تھا۔۔

خان نے سامنے والی گاڑی کے ٹائر کا نشانہ لینے کی کوشش کی تھی جو تیسری کوشش میں کامیاب پایا تھا وہ لوگ ان پر فائرنگ کر رہے تھے۔۔لیکن ٹائر برسٹ ہونے پر ان کی کار لڑکھڑائی تھی۔۔جس کا فائدہ اٹھاتے خان نے ان پر فائرنگ کرتے ایک آدمی کا نشانہ لیا تھا۔۔

یزدان ان کے پاس گاڑی لے کر گیا تھا جب خان نے ان کے ڈرائیور پر گولی چلائی تھی جس سے کار کا توازن بگڑا تھا اور سیدھی سڑک کنارے درخت میں بجی تھی۔۔

خان گاڑی سے نکلتا اس گاڑی پاس گیا تھا اس نے گاڑی کھولتے اس میں سے ایک آدمی کو کھینچ کر باہر نکالا تھا جس کے منہ سے اور سر سے خون نکل رہا تھا۔۔۔

ہم پر حملہ کیوں کر رہے تھے اور کس نے بھیجا ہے تمھیں۔۔؟؟ خان نے اس کے سر پر گن تانے ہوچھا تھا۔۔

ہمیں بس تمھاری ایک تصویر دی گئی تھی اور مارنے کا حکم دیا گیا تھا جس کے ہمیں اچھے خاصے پیسے ملے تھے۔۔اس آدمی نے کانپتے ہاتھوں سے ایک تصویر نکالی تھی۔۔

خان نے وہ تصویر اس کے ہاتھ سے کھینچی تھی۔۔وہ اس کی تصویر نہیں تھی لیکن تصویر میں موجود وہ شخص بالکل خان کا ہمشکل تھا اور وہ کوئی اور نہیں اس کا جڑواں بھائی تھا اس نے تصویر پلٹی تھی جس کے پیچھے اس کا نام لکھا تھا اس نے حیرت میں ڈوبے سرگوشی میں نام پڑھا تھا۔۔

" میکال حیدر خان "

وہ جو اپنی ساری زندگی اپنے بھائی کو مردہ سمجھتا آیا تھا اس کا زندہ ہونا ایک پہیلی بن کر سامنے آیا تھا۔۔

ختم شد۔۔

جوائن ناول بینک فیس بک گروپ

www.facebook.com/groups/NovelBank

انسٹاگرام پر ناول بینک کو فالو کریں

www.instagram.com/pdfnovelbank